ایک عجیب اور دلچسپ داستان

جیون پربھات عرف

از قلم

شاعر اعظم ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور

پبلشر

بھارت پستک بھنڈار کٹڑہ آہلووالیہ بازار گھنٹہ گھر امرتسر

بار اول ۱۱۰۰ (راما آرٹ پریس امرتسر میں باہتمام راماناتھ پرنٹر چھپا) قیمت عہ

ف ۵۵

اپنے مہربان دوست

مسٹر جوگندر ناتھ جی جوشی

فروری سنہ ۱۹۴۰ء

شاد کنجاہی

جیون پربھات

باب ۱

کشوری اور لکشمی

مایا - حسین تھی - خوش روح تھی - نیک تھی!

کنج بہاری - نوجوان تھا - خوبصورت تھا - خوش دل تھا -

مایا کی ماں کشوری اور کنج بہاری کی ماں لکشمی ایک ہی گاؤں کی لڑکیاں تھیں ایک ساتھ بچپن گزرا تھا - ایک دن کشوری لکشمی کے گھر آئی - اور دونوں کافی دیر تک آپس میں باتیں کرتی رہیں - دوسرے دن جب کنج بہاری گھر آیا - تو اس کی ماں نے اسے کہا -

بیٹا! تم مایا کو جانتے ہو - لڑکی خوبصورت ہے - اور غریب کی عزت رکھنا بھی تو ہمارا فرض ہے نا؟ سنا ہے - ایک میم سے لکھنا پڑھنا بھی سیکھ چکی ہے - جو کچھ ایک نوجوان لڑکی میں ہونا چاہیئے - وہ سب کچھ اس میں موجود ہے - یہ ہماری خوش قسمتی ہے - کہ ایسی اچھی لڑکی بغیر تلاش مل گئی ہے موقع

ہاتھ سے کبھی نہ جانے دینا چاہیئے
"میرے سوا سینکڑوں لڑکے موجود ہیں ماں!"
"بس تجھ میں یہی ایک عیب ہے۔ تیرے سامنے شادی کی بات کرنا بھی مشکل ہو گئی ہے"
"یہ کوئی خاص عیب نہیں"
کنج بہاری کا باپ اس کے عہد بچپن میں ہی پرلوک سدھار گیا تھا۔ صرف ماں ہی زندہ تھی۔ والدہ سے اس کا سلوک عام نوجوان لڑکوں جیسا نہ تھا۔ اس وقت وہ ۲۲ سال کا تھا۔ ایم۔اے پاس کرنے کے بعد میڈیکل کالج میں داخل ہوا۔ مگر ابھی تک وہ معصوم بچوں کی طرح مچل پڑتا تھا۔ ہر بات پر ضد کرنا۔
جب لکشمی نے مایا کے ساتھ شادی کرنے پر اصرار کیا۔ تو کنج نے کہا۔
"ایک بار لڑکی کو دیکھ لینا بہتر ہو گا"
دن مقرر ہوا۔ مگر جب دن آیا۔ تو کنج نے کہ دیا "نہیں دیکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں تو تمہاری مرضی پر شادی کر رہا ہوں۔ تمہارے حکم کے سامنے اچھے اور بُرے کی تمیز ہی کیا"
بیشک کنج اس شادی کے خلاف تھا۔ مگر لکشمی کو یقین تھا۔ کہ جب لڑکا لڑکی کو دیکھے گا۔ تو ہزار جان سے نثار ہو جاوے گا۔ رعب حسن غرور عشق پر غالب آجاوے گا۔ اس امید پر لکشمی نے بغیر کنج کی صلاح کے شادی منظور کر لی۔ دن مقرر ہوا۔ ادھر شادی کا مقررہ دن نزدیک آتا جاتا تھا دوسری طرف کنج کی حالت کچھ عجیب ہوتی جاتی تھی۔ آخر جب شادی میں صرف چند دن رہ گئے۔ تو کنج نے کہا۔
"ماتاجی میں شادی ہرگز نہ کروں گا"
کنج لڑکپن سے آزادی پسند واقع ہوا تھا۔ اس نے خیال کیا۔ کہ کوئی

جہیز جان بوجھ کر میری آزادی میں خلل انداز ہو رہی ہے۔ اس لئے شادی نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

کنج کا ایک دلی دوست تھا۔ اس کا نام تھا بہاری لال۔ وہ کنج کو بڑا بھائی اور لکشمی کو ماں کہتا تھا۔ لکشمی بھی بہاری کو لڑکوں کی طرح پیار کرتی تھی۔ اور دونوں کو ایک آنکھ دیکھتی تھی۔ آخر سوچ کر لکشمی نے بہاری سے کہا۔

"بیٹا! یہ کام اب تمہیں کرنا ہوگا۔ ورنہ غریب لڑکی ــــ"

مگر بہاری نے ہاتھ جوڑ کر جواب دیا "ماں یہ نہ ہوگا۔ جس مٹھائی کو کنج چھوڑ دیتا ہے۔ تمہارے اصرار پر کئی بار کھا چکا ہوں۔ مگر اس شادی کے معاملہ میں یہ نہ ہوگا۔ جس لڑکی کو کنج چھوڑ دے۔ میں کس طرح قبول کر سکتا ہوں"؟

لکشمی نے خیال کیا۔ بہاری کبھی شادی نہ کرے گا۔ کیونکہ یہ کنج کی بہت عزت کرتا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی لکشمی کے دل میں بہاری کی عزت اور محبت دوگنی ہوگئی۔

مایا کا باپ کوئی بہت بڑا دولت مند نہ تھا۔ تاہم اس نے اپنی اکلوتی لڑکی کو ایک مشنری میم رکھ دی۔ تاکہ لکھنے پڑھنے میں ہوشیار ہو جاوے لڑکی دن بدن بالغ ہو رہی تھی۔ مگر شادی کا خیال پیدا نہ ہوا۔ کیونکہ تعلیم کا خیال زیادہ تھا ــــــــ آخر وہ پرلوک سدھار گئے۔ اب ماں کو کسی قابل لڑکے کی تلاش ہوئی۔ ایک غریبی دوسرے نوجوان! دونوں عجیب باتیں۔

لکشمی جب کنج بہاری سے بھی بالکل نراش ہوگئی۔ تو آخر اس نے اپنے چچا زاد بھائی کے لڑکے سے شادی کروا دی۔ مگر یہ شادی خانہ آبادی نہیں۔ بلکہ بربادی ثابت ہوئی۔ کیونکہ مایا کا شوہر جب

دن ہی بیمار رہ کر چل دیا۔
کنج نے ہنس کر کہا۔ ماتا جی! اچھا ہوا جو میں نے شادی نہ کی ورنہ بابا کے بہوہ ہونے پر میں دنیا میں نہ رہ سکتا۔ اس بات کو چند دن گذر گئے
"بیٹا لوگ میری ہی شکایت کرتے ہیں۔"
"کیوں ماں تم نے ان کا کیا نقصان کیا ہے؟"
"سب کہتے ہیں۔ کہ میں تیرا بیاہ اس لئے نہیں کرتی۔ کہ تو بہو کے آنے پر پرایا نہ ہو جاوے۔"
"ٹھیک تو ہے۔ میں اگر ماں ہوتا۔ تو ہرگز اپنے بیٹے کی شادی نہ کرتا۔ کیونکہ بہو آکر لڑکے کو اپنا بنا ہی لے گی۔ اور اس قدر پیار کرنے والی ماں غیر ہو جاتی ہیں جس کے قدموں سے بالکل جدا ہونا نہیں چاہتا۔"
کنج کی چچی۔ "بیٹا یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ وقت وقت پر ہر بات اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اب تمہارے گرہستی کا روبار سنبھالنے کا وقت ہے۔"
لکشمی نے سمجھا۔ گوری کے چونکہ لڑکا نہیں ہے۔ اس لئے میرے لڑکے کو دیکھ کر حسد کرتی ہے۔ بولی "بہو! اگر تیرے لڑکا ہوتا۔ تو تم بھی اس قسم کی تعلیم نہ دیتی۔"
"بہن آپ نے شادی کا ذکر کیا۔ تو میں نے بھی کچھ کہہ دیا۔ ورنہ میرا کیا تعلق تھا؟"
"میرا لڑکا اگر شادی نہیں کرتا۔ تو تو کیوں جلتی ہے۔ میں نے اپنے لڑکے کی خود دیکھ بھال کر دوں گی۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔"
گوری آنسو بہاتی ہوئی اٹھ گئی۔ جس کی وجہ سے کنج کے دل میں بڑا صدمہ پہنچا۔ اس دن شام کو کالج سے سیدھا اپنی چچی

کے کمرے میں گیا۔ کنج نے دیکھا۔ کھانا جوں کا توں ہی پڑا ہے۔ اور چچی نہایت غمگین صورت بنائے۔ زمین پر بیٹھی ہیں۔
کنج۔ چاچی کی صورت حالت برداشت نہ کر سکا۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے "چاچی جی نمستے"
گوری نے زبردستی اپنے سر کو اٹھا کر دیکھا "آؤ بیٹا بیٹھو"
چاچی "آج بہت بھوک لگی ہے۔ کھانا تو کھلاؤ" گوری کنج کا مطلب سمجھ گئی۔ آخر دونوں نے تھوڑا بہت کھایا۔
"چاچی ایک دن آپ نے اپنی بہن کی لڑکی کا ذکر کیا تھا۔ کسی دن دیکھ لوں۔ تو اچھا ہو"
"کیا اب شادی کرنے کا ارادہ ہے"؟
اپنے لئے نہیں بھائی بہاری کو راضی کر لیا ہے اس لئے اب لڑکی دیکھنے کا وقت مقرر کر دینا۔
"اتنی قسمت کہاں۔ کہ بچاری بہاری سا شوہر پا سکے"،
گوری کے کمرے کے باہر ہی کنج کو ماں کا سامنا ہوا۔ جس نے پوچھا "کیوں کنج بیٹا ابھی ابھی تم لوگ کیا کانا پھوسی کر رہے تھے"؟
"ماں کچھ نہیں صرف پان لینے گیا تھا" یہ کہا اور چلا گیا۔
لکشمی نے جوں ہی گوری کے کمرے میں جھانکا۔ تو وہ رو رہی تھی۔ جس کو دیکھتے ہی کہنے لگی۔
"معلوم ہوتا ہے۔ تم ہی لڑکے کو الٹی سیدھی سکھا رہی ہو" گوری بولی نہیں خاموش رہی۔
کنج نے تو سرسری ہی لڑکی دیکھنے کی بابت کہہ دیا تھا جس

کا خیال بھی اس کے دل سے حرف غلط کی طرح مٹ چکا تھا۔
لیکن گوری کو وہ الفاظ ناحال نہ بھولے تھے۔
چنانچہ اس نے اپنی بہن کے جیٹھ کو خط لکھ کر دن بھی مقرر کر لیا۔ ان دنوں چونکہ کنج بھی کلکتہ رہتا تھا۔ اور لڑکی بھی یہاں ہی تھی۔ جوں ہی کنج نے سنا۔ کہنے لگا۔
"آپ نے بہت جلدی کی۔ مجھے تو ناحال بہاری سے ذکر کرنے کا وقت ہی نہیں ملا"
"تم نے ہی اس دن کہا تھا۔ بہاری رضامند ہے۔ اس لئے میں نے بات پختہ کر لی۔ اور اگر اب تم لوگ نہ جاؤ گے تو وہ کیا خیال کریں گے"
کنج نے بہاری کو اسی وقت جا کر سب کچھ کہ دیا۔ لڑکی دیکھنے کے لئے اُسے بھی ہمراہ جانے پہ مجبور کیا۔ اگر لڑکی پسند نہ آئے گی۔ تو کسی کی زبردستی تھوڑی ہے۔ کہ گلے منڈھ دے
آخر کافی اصرار کے بعد بہاری نے کہا۔
"چاچی کی بہن کی لڑکی دیکھ کر میں اُسکے بارے میں کچھ نہ کہ سکوں گا۔ تم نے یہ بات مناسب نہیں کی۔ خود تو کنارہ کش ہو گئے ہو اور دوسرے کے گلے خواہ مخواہ بلا باندھ رہے ہو۔ اور اب انکار کر کے چاچی کی دل شکنی بھی نہیں کر سکتا"
"پھر مناسب انتظام ہونا ضروری ہے"
"اچھا جب تم نے میری طرف سے بات کر لی ہے۔ تو مجھے ہر حالت میں منظور ہے۔ خواہ اس کا نتیجہ اچھا ہو یا برا۔ میں شادی ضرور کر لوں گا۔ دیکھنے کی کبھی چنداں ضرورت نہیں۔"
آخر گوری نے بہاری کو کہ ہی دیا۔ کہ لڑکی کو ضرور دیکھ لو۔

کیونکہ اس کی ہر ایک ادا دل کو بھانے والی ہے۔ اس کی ترچھی
نظر نے خواس گم نہ کر دیئے تو کہنا۔ مجبوراً شادی سکھ کا کارن
نہیں بنا کرتی۔ اس لئے دیکھ کر تسلی کر لو۔ تو بہتر ہے۔

کنج نے بھی ریشمی کوٹ۔ عمدہ ریشمی دھوتی پہن کر خوب ٹس
نکالی۔ سر اور دوپٹے پر قیمتی لونڈر انڈیل لیا۔ دونوں دوست
شان و شوکت سے روانہ ہوئے۔

لڑکی کے چاچا وشوا ناتھ ایک امیر آدمی تھے۔ ان کی دلفریب
کوٹھی ہی ان کے اقبال و عروج کا واحد نشان تھی۔ وشوا ناتھ
کی اخلاقی کمزوری نے مجبور کر دیا۔ کہ بھائی کی موت کے بعد لڑکی
کو اپنے گھر لے آئے۔ جو کہ بیاہنے لائق ہو چکی تھی۔

کنج اور بہاری بھی ٹہلتے ٹہلتے آہستہ آہستہ مکان میں داخل ہوئے
جن کی خاطر نفیس اور لذیذ مٹھائیوں سے کی گئی۔ پینے کے لئے
عمدہ سوڈا واٹر دیا گیا۔

کھانے پینے کے بعد وشوا ناتھ نے آواز دی۔

"کرونا بیٹی پان تو لانا"

تھوڑے عرصے کے بعد آہستہ سے دروازہ کھلا۔ اور ایک
باحیا مرتا پا حسن کا نمونہ بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں ہاتھ
میں پان دان پکڑے وشوا ناتھ کے پاس آ کر ٹھہر گئی۔

"بیٹی شرماتی کیوں ہو۔ سب کے لئے ایک ایک پان بنا دو"

جونہی پان دان دوشیزہ نے کنج۔بہاری کے آگے رکھا
تو کنج اور کرونا کی نگاہیں چار ہو گئیں۔ جن کو دونوں ہی
برداشت نہ کر سکے وہ جلدی سے واپس جانے لگی۔
وشوا ناتھ نے کہا۔

"کروناٹھہرو"

"بہاری بابو! یہ لڑکی میرے چھوٹے بھائی اماشنکر کی ہے جن کو سرگباش ہوئے مدت ہوگئی ہے۔ چونکہ میرے بغیر اس کا کوئی سہارا نہ تھا۔ اس لئے اب یہ میرے پاس ہی رہتی ہے۔"

کنج ایک شریف اور ہمدرد دل نوجوان تھا۔ ایک دفعہ پھر ہمدردانہ نظروں سے دیکھا۔ لڑکی چونکہ غریب اور چاچا کے ٹکڑوں پر گزارہ کرتی تھی۔ جس کی وجہ سے اس کی جوانی پورے جوبن پر بھی نہ تھی۔ اور اس کی عمر کا بھی پورا پورا اندازہ کرنا نہایت مشکل تھا۔ گھر والے بارہ تیرہ برس کی کہتے تھے۔ مگر لڑکی۔ سولاں سترہ برس سے کم نہ تھی۔

ایک عجیب پریم اور محبت کے بس میں بندھے ہوئے کنج نے آہستہ سے کہا "تمہارا نام کیا ہے؟" مگر دوسری طرف بالکل خاموشی تھی۔

آخر وشوانا تھ نے پھر دہرایا "نام بتانے میں تو کوئی حرج نہیں۔ یہ اپنے ہی آدمی ہیں؟"

لڑکی۔ شرم کے مارے زمین پر جھکی جاتی تھی۔ آہستہ سے بولی "کرونا"

کنج نے نام سنا۔ تو وہ محبت کے دریا میں بہہ گیا۔ اور کئی دفعہ آہستہ آہستہ زیر لب کہا۔

"کرونا۔ کرونا۔ کرونا"

آخر چند منٹ کے بعد دونوں بھائی اٹھ کر چل

دیے گئے۔ اور راستہ میں باتیں ہونے لگیں۔
"بھائی تم نے اس لڑکی کو ہاتھ سے نہ جانے دینا"
وہ بہاری بابو۔ نے ویسے تو کوئی جواب نہ دیا۔ مگر
کہنے لگا "کرونا کی شکل و صورت اپنی ماسی گوری
سے بالکل ملتی ہے"
"امید ہے۔ جو بار میں نے تمہارے سر پہ رکھا تھا
تم کو وہ بار نہ ثابت ہوگا"
"معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں اس پھول کو پریم سے
اٹھا سکوں گا"
"اگر آپ کچھ تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ تو یہ ذمہ
داری میں ہی اٹھا لوں گا"
"کنج بھائی اگر تم ایسا کرو۔ تو کیا ہی اچھا
ہو۔ پھر تو چاچی بہت خوش ہوگی۔ اور لڑکی
بھی۔ کیوں کہ دونوں اکٹھی رہ سکیں گی"
کہنے کو تو بہاری یہ بات کہ گیا۔ مگر اندر
سے کسی نے اس کا دل محسوس کر دکھ دیا۔ وہ
حیران تھا۔ کہ کنج بھی اس چیز پر فریفتہ ہوگیا
ہے۔ باتیں کرتے کرتے دونوں دوست گھر
پہنچے
کنج گھر آکر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ کہ
لکشمی نے آکر آہستہ سے کہا۔ بیٹا! کھانا کھا
لو۔ پھر ٹھنڈا ہو جائے گا۔ کنج نے لاپرواہی
سے کروٹ بدلتے ہوئے جواب دیا۔

"دل نہیں چاہتا"

"کیوں"

"میں کھا آیا ہوں"۔

"کہاں سے"

"یہ پھر بتاؤں گا۔ اس وقت مجھے آرام کرنے دیں۔ کیونکہ میری طبیعت ٹھیک نہیں"

کنج کی اس لاپرواہی نے ماں کے دل کو بری طرح مسل ڈالا۔ وہ بغیر بولے جانے لگی۔

تو کنج نے کہا "ماں کھانا یہاں ہی بھیج دو"

کنج نے تمام شب آنکھوں میں بسر کی۔ اس کی دلی بے چینی ایک پل بھی کم نہ ہوئی۔

سویرے ہی بہاری کے گھر پہنچا۔ اور کہا "میں نے سب باتوں پر غور کیا ہے۔ یہی بہتر نظر آتا ہے۔ کہ میں ہی کرونا سے شادی کر لوں کیونکہ چاچی کی بھی بہت خواہش ہے۔ کہ لڑکی گھر میں ہی رہے"

"اس میں تو کہنے سننے کی کچھ ضرورت ہی نہیں چچی اکثر کئی دفعہ تم کو شادی کی بابت کہہ چکی ہے"۔ پھر حریفانہ انداز سے کہہ ہی دیا۔

"کاش تم کو یہ خیال کل سے پیشتر آتا۔ تو بہتر تھا"

کنج نے غصے سے کہا "بعد یا پہلے کہہ دیا تو کیا۔ آخر کیا تو وہ ہی جس کی گھر والے خواہش

کرتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ جتنی جلدی کام ہو بہتر ہے"
گھر پہنچ کر کنج نے ماں کو کہا۔
"اچھا میں تمہاری حکم عدولی نہیں کرتا۔ شادی کر لوں گا"
اب سمجھی۔ گوری کیوں بہن کی لڑکی دیکھنے گئی تھی۔ اور کنج بھی خوب سج کر گیا تھا۔ چنانچہ لکشمی نے دل ہی دل میں عہد کر لیا۔ کہ میں بہو کی بات کبھی پوری نہ ہونے دوں گی۔ اور بولی
"اچھا میں کوئی قابل لڑکی تلاش کروں گی"
"ماتا جی چاچی کی بہن کی لڑکی کرونا نہایت با سلیقہ سمجھدار ہے۔ وہ ہی بہو جائے۔ تو کیا حرج ہے"
"نہ بیٹا میں ایسی بہو نہیں لانے کی جس کی پچھلی کل میں ہی کوئی نہ ہو"
"یہ معمولی بات ہے۔ لڑکی نہایت سمجھدار اور خوب صورت ہے۔ مجھے بھی پسند ہے"
"خاندانی سکھ ___ اگر مجھے پسند نہ ہوئی۔ تو کیا حقیقت رکھتا ہے۔"
لکشمی کو سنتے ہی آگ سی لگ گئی۔ فوراً گوری کے کمرے میں جا کر غصے میں کہنے لگی۔
"اب سمجھی تو کیوں کنج کو ورغلا رہی تھی۔ مگر گوری یاد رکھ۔ میں اپنے لاڈلے کی شادی ہرگز ایک لاوارث لڑکی سے نہ ہونے دوں گا۔"
"نہیں کنج کے ساتھ تو شادی کی کوئی بات نہیں ہوئی

البتہ بہاری سے بات چیت ہوئی تھی۔ نا معلوم کس نے آپ کو یہ سب کچھ کہ دیا؟"

گوری نے بہاری کو اسی وقت بلا کر کہا "کیا آپ کو لڑکی پسند نہیں ہے۔ جو اب اس طرح سے باتیں ہو رہی ہیں۔ ان کا کیا مطلب ہے؟"

"مجھے کچھ نہ کہو۔ میں نے تمہاری بہن سے شادی نہ کرنے کی بابت کب کہا ہے۔ میں تو ہر وقت تیار ہوں۔ ہاں کنج"

"میں کنج کے ساتھ اس لڑکی کی شادی ہونا پسند نہیں کرتی۔"

"جب آپ سب کی ایسی ہی خواہش ہے۔ تو پھر جھگڑا کیسا میں ہر حالت میں حاضر ہوں۔"

"اسی وقت بہاری نے لکشمی کو جا کر کہ دیا۔ ماں میری منگنی چاچی کی بہن کی لڑکی سے ہوئی ہے"

"بہاری لڑکی نہایت اچھی سلیقہ شعار اور لکشمی کا ہی روپ ہے۔ ایسی لڑکی کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دینا"

حیرت اور خوشی دونوں باتیں لکشمی کے چہرے پر تھیں۔

"کنج بھائی نے بھی مجھے یہی مشورہ دیا تھا"

اس قسم کی باتیں سن سن کر کنج نے بورڈنگ کی رہائش اختیار کر لی۔ کیونکہ اس کا دل کرونا کے کاکل پیچاں میں گرفتار ہو گیا تھا اور اب بہاری سے مشورہ ہو رہا تھا۔

آخر ایک دن لکشمی روتی ہوئی گوری کے پاس آکر کہنے لگی۔

"کنج۔ ناراض ہو گیا ہے۔ اب تم ہی اسے خوش کر سکتی ہو۔"

"تسلی رکھیں اس کا غصہ کچھ نرم ہو لینے دیں۔ پھر سب درست ہو جائے گا۔"

"کیا تم بھول گئی ہو۔ کہ وہ جس چیز کی خواہش کرتا ہے۔ پوری کرکے رہتا ہے۔ لہٰذا جس طرح سے بھی ہو سکے۔ اپنی بہن کی لڑکی کے ساتھ۔ اس کی شادی کا انتظام ضرور جلدی ہی کر دو۔"

"بھلا یہ کیسے ہو سکے گا۔ جبکہ بہاری سے سب بات چیت پختہ ہو چکی ہوئی ہے۔"

"بہو میں کبھی بھی تمہاری مہربانی کو فراموش نہیں کر سکتی۔ تیرے جیسی نیک دل عورت میں نے آج تک دیکھی ہی نہیں۔ تم اب بھی بہاری کو جیسے کہو گی کرے گا۔"

مجبوراً گوری اسی وقت بہاری کے کمرہ میں گئی۔ اور کانوں کانوں میں جا کر کہنے لگی

"اگر تم کرونا سے شادی نہ کرو۔ تو بہتر ہو۔"

"میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں۔ جو تم کہو گی کروں گا لیکن میری عرض ہے۔ کہ آئندہ میری شادی کا کبھی ذکر نہ کرنا" ——— بہاری کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔

اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد کنج اور کرونا کی شادی ہو گئی۔ کرونا بہوؤں کی مانند اپنی ماسی کے پاس رہنے لگی۔ خوشی خوشی چند ماہ گزر گئے۔ کوئی واقعہ ناخوش

گوارا پیش نہ آیا۔ ابتدائی دن ہمیشہ ہی خوش ہوتے ہیں
آخر ایک دن لکشمی نے کنج کو کہا۔
"بیٹا! میں چاہتی ہوں۔ کہ بہو چند یوم میکے چلی جائے
کیونکہ تمہارے امتحان کے دن نزدیک ہیں۔"
"میں کوئی نادان تھوڑا ہی ہوں۔ جو اپنا نفع نقصان
نہ سوچ سکوں۔ اور ساتھ ہی عرض ہے۔ کہ اگر اس بچاری
کے ماں باپ ہوتے۔ تو مجھے بھیجنے میں کوئی عذر نہ
تھا۔ چاچا کے گھر "شادی ہونے پر" ابھی میں اس کا بوجھ
ڈالنا مناسب خیال نہیں کرتا۔ اس کے رہنے سے امتحان
میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔ فکر نہ کریں۔"
"دن ہی کتنے ہیں" (دل ہی دل میں) ابھی سے اس کا یہ حال
ہے۔ آئندہ کیا ہوگا۔
چند یوم کیلئے چلی جائے تو کیا حرج ہے؟

باب ۲

گوری اور لکشمی

اُسی دن ——!

لکشمی نے کرونا کو امور خانہ داری میں اپنے ساتھ شامل کرلیا۔ تاکہ اس کا تمام وقت کام کاج میں صرف ہو جائے۔ اور کرونا کنج کی تعلیم میں حارج نہ ہو۔ غرضیکہ رات کو بھی اکثر اُسے اپنے پاس ہی سلاتی۔ جسکی وجہ سے کنج اور کرونا کو آپس میں ملنے جی بھر کر دیکھنے کا بھی وقت نہ ملتا

گوری کرونا کی ماسی تھی۔ اور کنج کی پھپھی۔ اسے لکشمی کی ان باتوں میں کوئی دخل دینا مناسب خیال نہ کیا۔ حالانکہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہی کرونا جیسی نازک اندام لڑکی صبح سے شام تک کام میں ہی جٹی رہتی۔ جس سے اس کی چستی چالاکی بھی ہرن ہو گئی۔

کنج بھی بھلا یہ کیسے برداشت کرتا۔ کہ اس کی نئی نویلی بیوی شام تک کام میں اس قدر غرق رہے۔ کہ اسے کنگھی چوٹی۔ بناؤ سنگار کا وقت نہ ملے۔ آخر اس نے ایک دن چاچی سے جاکر شکایت کی۔ اُس نے کہا۔

"بیٹا کیا گھر کا کام کرنا زیادتی ہوتی ہے۔ کام کرنے سے بدن میں چستی آتی ہے۔ مجھے تو اس میں خوشی یا رنج کی بات نظر نہیں آتی۔"

گوری کے کمرے میں کنج کی آواز سن کر لکشمی جلدی سے آئی۔ اور کہنے لگی "میرے خلاف کیا مشورہ ہو رہا ہے۔"

"میں کرونا کو نوکرانی کی طرح گھر کے کام کاج میں مشغول نہیں دیکھ سکتا۔" — کنج کی آواز غصے کی وجہ سے کانپ رہی تھی۔

"کیا ہوش سے بات کیا کرو گے۔" — لکشمی نے غصہ کو دباتے ہوئے کہا۔

"میں اُسے پڑھانا چاہتا ہوں۔"

یہ سن کر اس وقت لکشمی چلی گئی۔ اور تھوڑے عرصے بعد آ کر گوری سے ہاتھ جوڑ کر بولی۔ بہو میں آج سے کرونا کو کوئی کام بھی نہیں بتایا کروں گی۔ تم اسے اب بیگم صاحبہ بنا کر کنج کو دے دو۔ میں خدمت گاروں کا کام کیا کروں گی۔ اور اپنے کمرے میں جا کر زور سے دروازہ بند کر لیا۔

گوری بھی فکر و تردد میں غرق رہنے لگی۔ کرونا اس ناراضگی کو نہ سمجھی۔ کیونکہ نئی تھی۔ اس لئے وہ بھی شرم و خوف کی وجہ سے اداس رہنے لگی۔ جس کی وجہ سے اس کا پھول سا چہرہ پژمردہ نظر آنے لگا۔

کنج نے دل میں سوچا کہ میں بیوی بچی سے یہ بے انصافی نہ دیکھ سکوں گا۔ اور آج سے میں خود کرونا کی دیکھ بھال کروں گا۔

ادھر لکشمی نے سوچا۔ بھلا دیکھوں گی۔ کنج کس طرح ماں کو چھوڑ بیوی کے ساتھ رہتا ہے۔

لکشمی کو دروازہ بند کئے دو گھنٹے ختم ہو گئے۔ مگر معافی تو درکنار

دروازہ پر کسی کی آہٹ تک بھی لکشمی نے نہ سنی ہو۔

آخر ماں کا پریم پانی کے اُبال کی طرح اُمنڈ پڑا۔ اس نے سوچا اتنے دنوں تک کنج کے کمرے کی صفائی بھی نہیں ہوئی ہوگی۔ چلو وہ تو کالج گیا ہوگا۔ صفائی کرا آؤں۔ جب آئے گا۔ تو سمجھ جائے گا۔ کہ یہ کام ماں نے ہی کیا ہے تب خود بخود ملنے آجائے گا۔

چنانچہ دبے پاؤں لکشمی نے سیڑھیاں چڑھنی شروع کیں۔ جا کر کیا دیکھتی ہے۔ کہ کنج کے کمرے کا دروازہ نصف کھلا ہے۔ اور کنج چٹائی پر پڑا ہے۔ کرونا اس کو کھجلی سی کر رہی ہے۔ بارہ بجے تک سونے اور کرونا کا مذاق کرنا دیکھ کر الٹے پاؤں واپس آگئی

جس طرح خشک کھیتی کو پانی ملنے پر پھر سے لہرانے لگتی ہے اسی طرح چندر بوم کی ناز برداری سے ہی کرونا پھر نئی نئی اُمنگوں اور جوش جوانی سے پُر خوبصورت پھول کی طرح نظر آنے لگی۔ آج کئی دن کے بعد اس نے بھی بیاہ کی چاشنی کا مزا چکھا۔ نت نئی اشیا کھانے کو آنے لگیں۔ تنتیم اور بے پڑھی لڑکی کی ناز برداری نے اسے یہاں تک آزاد کر دیا۔ کہ اب وہ بالکل شرم محسوس نہ کرتی تھی۔

لکشمی اس دن جو دیکھ آئی تھی۔ برداشت نہ کر سکتی تھی غصہ سے بھرے ہوئے گوری کے پاس گئی" اور کہنے لگی۔ اپنی شہزادی کی کرتوت تو جا کر دیکھ اگر گھر کے ماں باپ ہوتے۔ تو آج اس کا یہ حال نہ ہوتا گوری نے لاپروائی سے جواب دیا" مجھے سمجھاں کچھ کہنی ہے۔ اپنی بہو کو جا کر سمجھا سکھا و تم کو ہر طرح سے اختیار ہے"

لکشمی کے چہرہ سے غصہ ظاہر ہو رہا تھا" تم جیسی صلاح کار کے

ہونے۔ وہ میری کب سننے لگی۔"

تب گوری اپنے پاؤں کی آہٹ سے شوہر اور بیوی کو خبردار کرکے کنج کے کمرے میں داخل ہوئی۔ اور کہنے لگی "کرونا۔ تم نے میرا سر اونچا ہونے کی بجائے۔ نیچا کر دیا۔ حیا اور شرم کو اتار کر بوڑھی ساس کے سپرد سب کام کاج کرکے بارہ بجے تک یہاں پتی کے کمرے میں ہی بیٹھی آرام کر رہی ہے۔ اسی سے میں تجھے یہاں لائی تھی۔ میری قسمت میں بد نامی ہی لکھی ہے۔"

یہ کہہ کر گوری رونے لگی۔ کرونا بھی سر جھکا دوپٹہ سنبھال زمین کھربدنے لگی۔ اب کنج کی باری تھی۔

"چاچی آپ تو خواہ مخواہ ناراض ہو رہے ہیں۔ انہیں تو میں نے ہی روک رکھا تھا۔"

"تم یہ کوئی اچھا کام نہیں کر رہے ہو۔ یہ بچاری تو کمسنی میں ہی یتیم ہو گئی تھی۔ جسکی وجہ سے امور خانہ داری جو عورتوں کا زیور ہے۔ اچھی طرح سے نہ سیکھ سکی۔ بھلا تم اسے کیا سکھاؤ گے؟"

"دیکھو یہ میں سلیٹ قاعدہ اور تختی خرید لایا ہوں تاکہ پڑھنا لکھنا سکھا دوں۔ اس کے لئے خواہ کوئی ناراض ہو۔ مگر میں تو اسے ضرور ہی پڑھنے لائق بناؤں گا۔"

"گھر کے کام کاج کے بعد دو تین گھنٹے پڑھنا لکھنا تھوڑا ہے۔ یہ چوبیس گھنٹے پڑھتے رہنا۔ کیا فائدہ؟"

"پڑھنا لکھنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس کے لئے کافی وقت درکار ہے۔"

گوری۔ مایوس ہو کر کمرے سے نکلی۔ کرونا بھی آہستہ آہستہ پیچھے چل دی۔ کہ کنج دروازہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ بولا ٹھہر جاؤ۔ سوتنے

سونے لگتا دن چڑھ گیا ہے۔ اب پڑھ لو۔"

ان پڑھ یتیم بچی نے خاوند کا کہنا سر پہ دھرا۔ اور جب دیکھو پڑھتی رہتی۔ اس کے پاس ہی کنج بھی ایک کرسی پہ بیٹھا پڑھا کرتا۔ اچانک کنج نے اپنی کتاب بند کر کے آواز دی "کرونا دکھاؤ۔ کہاں سے کیا پڑھ رہی ہو؟"

کرونا گھبرا کر ڈرتے ڈرتے کتاب لے کر کرسی کے پاس گئی۔ مگر امتحان تو درکنار کنج نے اس کی کتاب ہاتھ میں لے کر ایک ہاتھ اس کی کمر میں ڈال کر پیار سے دریافت کیا "کرونا کیا پڑھا ہے؟" کرونا نے سطروں پر انگلی رکھ کر کہا۔ یہاں تک کنج کہنے لگا۔ اتنی جلدی میں تو کچھ بھی نہیں پڑھ سکتا۔

"دیکھوں کافی دیر ہو گئی ہے۔ اتنا عرصہ بیٹھے کیا مکھیاں مار رہے تھے"

• "نہیں جی میں تو شربت دیدار پی کر اور راز عشق الٹ رہا تھا۔ تم تو مجھے اکثر بھلا دیتی ہو۔ جب دیکھو پڑھنے میں محو"

"پھر تو میں آپ کے پڑھنے میں بہت حارج ہوں" کرونا کے چہرے پر حیا کی سرخی تھی۔

مجھے چھیڑ کر خود تو پڑھنے لگتی ہے۔ مگر میرے لئے پڑھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔" پھر پریم میں غرق ہو کر غوطے کھانے لگے۔"

غرضیکہ کنج پڑھنے کو آج کل بلائے طاق رکھے ہوئے تھا۔ اسے ہر وقت کرونا کا خیال تھا۔ اسی طرح اگر کا ہے بگاہے کرونا گھر کا کوئی کام کرنے لگتی۔ تو ساس کہہ دیتی اپنے پڑھنے لکھنے کا وقت کیوں ضائع کر رہی ہو۔ جا کر پڑھ ہو۔

آخر ایک دن گوری نے کرونا کو کہا۔ تم دونوں کے پڑھنے پڑھانے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کنج بھی ڈگری کا امتحان نہیں دے سکے

گا۔" تب کرونا نے کنج سے کہا۔ آپ کے لکھنے پڑھنے میں ہرج ہوتا ہے۔ اس لئے میں آج سے موسی کے پاس رہا کروں گی۔"

"یک دم اتنی بڑی تبدیلی اپنے گھر سے موسی کے گھر یہ سنیاس برت کب تک کرو گی۔" غرضیکہ اس طرح سے پڑھنے پڑھانے کنج نے وقت ضائع کر دیا۔ کیونکہ نہ تو کرونا ہی اپنا نام لکھ سکتی تھی اور نہ ہی کنج اس سال پاس ہوا۔

گاہے بگاہے بہاری بھی کنج کے گھر آ کر خوب اُدھم مچایا کرتا تھا۔ مگر کرونا اکثر اس سے چڑھی رہتی تھی۔ کیونکہ اس کو معلوم تھا۔ کہ پہلے سگائی بہاری سے ہی قرار پائی تھی۔ لیکن کنج اُسے چھیڑ چھاڑ کر خوش ہوا کرتا تھا۔

لکشمی بھی بہاری کو بلوا کر اپنا رونا روتی رہتی تھی۔ جس پر بہاری خوب مرچ مصالحہ لگا کر اور تیز کر دیتا۔ کہتا کس کو معلوم تھا۔ کہ بیٹا اتنی جلدی ماں کی محبت کو فراموش کر کے بیوی کا زرخرید غلام بن جائے گا۔ اور آپ کی پاک محبت کو ایسی بے پروائی سے دم کے دم میں حرف غلط کی طرح مٹا دے گا۔

جوں ہی لکشمی نے کنج کے فیل ہونے کی خبر سنی۔ تو جل بھن کر خاک ہو گئی۔ اور شعلہ جیسی تیزی سے بجلی کی طرح چمکی بادل کی طرح گرجتی ہوئی گوری پہ جا گری

ان سب وجوہات کی وجہ سے گوری اکثر فکر و غم میں ہی ہر وقت غلطاں رہتی۔ اس کا قلعی جیسا خوش نما چہرہ ملے ہوئے پھول کی مانند ماند پڑ گیا تھا۔

برسات کا موسم تھا۔ ہر چہار طرف بادل گھرے ہوتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ کہ کنج عطر میں بسی ہوئی اور

رنگ کی چادر اور گلے میں ہار ڈالے خراماں خراماں مستانہ چال چلتا ہوا اپنے کمرے کے دروازہ پر پہنچا۔ اندر دیکھتے ہی حیرانی سے ٹھٹھکا۔ کیونکہ کرونا فرش زمین پر اوندھے منہ پڑی رو رہی تھی۔
کنج نے نہایت بے قراری سے پاس جا کر پوچھا "کیا ہوا!"
یہ سنتے ہی کرونا اور بھی زیادہ پھوٹ کر رونے لگی۔ آخر کنج کے مجبور کرنے پر کہنے لگی "ماں جی کی آئے دن کی آزردگیوں سے تنگ آ کر ماسی اپنے پھوپھی زاد بھائی کے گھر چلی گئی ہے!"
"ایسی عمدہ سہاونی برسات کو رو رو کر کیوں ضائع کر رہی ہو۔ چلو صبح ہم بھی ماسی کے پاس ہی جا رہیں گے"۔ آخر ماں پر کئی قسم کے الزام لگا کر کرونا کی کچھ تسلی کر دی۔ اور اسی وقت سامان باندھ کر ماسی کے پاس جانے کی تیاری شروع کر دی
سامان کی باندھا باندھی قلیوں کی چیخ و پکار سے لکشمی حیران ہو کر اوپر کنج کے کمرے میں آ کر کہنے لگی۔ بیٹا کہاں کی تیاری کر رہے ہو۔
کنج۔ اوّل تو خاموش ہی رہا۔ مگر جب دو تین دفعہ اصرار کر لکشمی نے پوچھا۔ تو کہنے لگا "چاچی کے پاس جاؤں گا!"
"چاچی کے پاس جانے کے لئے اتنے حیران کیوں ہو رہے ہو۔ میں اُسے ہی یہاں لے آتی ہوں وہ اسی وقت گاڑی پر سوار ہو گوری کے پاس چل دی۔ جا کر ہاتھ جوڑ کر بڑی نمرتا سے کہنے لگی "بہو مجھے معاف کرو۔ اور چلی چلو۔ تیرے آنے کے بعد کنج بھی کرونا کو لے کر تمہارے ہی پاس آ رہا ہے۔"
گوری نے جلدی لکشمی کو گلے لگایا نہایت عاجزی سے کہنے لگی بڑی ہو کر کیوں مجھے کانٹوں پر گھسیٹتی ہو۔ میں ہر حالت میں حاضر

ہوں۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر رکھوں گی " آخر ہر دو دیورانی اور جیٹھانی گھر روانہ ہوئیں۔

گوری نے جاتے ہی کرونا سے کہا "تو مجھے کیوں اس قدر تنگ کرنے لگی ہے۔ کیا مجھے دوسرے گھر بھی آرام سے نہ رہنے دے گی"

کنج اور کرونا دونوں حیران سے چاچی کو دیکھنے لگے " آخر کنج نے کہا "کرونا کا کیا قصور ہے "

کیا ساس کو اس طرح رولانا۔ تم کو جائز ہے۔ یہ مجھ سے نواب دیکھا نہ جائے گا۔ دونوں کو پریشان کر کے گوری چلتی بنی۔

دوسرے دن لکشمی نے بہاری کو بلایا اور کہنے لگی "تم کنج سے جا کر کہہ دو۔ کہ میں چند یوم کے لیئے میکے جانے کی خواہش رکھتی ہوں۔ کیونکہ انہوں نے کئی دفعہ بلایا ہے۔ مگر میں نہیں جا سکی "

بہاری کے کہنے پر کنج نے کہا "اگر ماں کی ہی خواہش ہے۔ تو ان کو کون روک سکتا ہے " مگر میری سمجھ میں نہیں آتا۔ برسات کے دنوں میں اس ویرانے میں دھرا ہی کیا ہے۔

کنج کے جواب کو سن کر بہاری نے پھر کہا "کنج ماں بوڑھی ہو رہی ہیں۔ وہاں تنہا کیسے جائے گی۔ پھر ان کی دیکھ بھال کون کرے گا کرونا کو ہی ساتھ بھیج دو "

" میں شاید ایسا نہ کر سکوں "

لکشمی نے جب سنا۔ کہ کنج نے بالکل بے پرواہی سے جانے کی اجازت دے دی ہے۔ تو وہ حیران رہ گئی۔ اس کا خیال تھا۔ کہ مادر زاد محبت۔ مفت کا نوکر وغیرہ کا خیال کر کے وہ اجازت نہ دے گا۔ مگر وہاں معمہ ہی اور نکلا۔ ماں کا دل پہلے ہی پھٹ چکا تھا۔ اب ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ گوری نے بھی جس وقت سنا

کہ لکشمی میکے جا رہی ہے۔ تو گوری نے کہا۔ میں بھی نہ رہوں گی۔ کیونکہ میں اکیلی اس گھر میں رہنا نہیں چاہتی؛

کنج نے جا کر ماں سے کہا۔ "آپ کے جانے پر چاچی بھی گھر نہ رہے گی۔ تو پھر گھر کا کاروبار کیسے چل سکے گا"؟

لکشمی نے گوری کو بلا کر کہا۔ "چھوٹی بہو ہم دونوں کا یک دم گھر سے چلے جانا ٹھیک نہیں۔ اس لئے تم ضرور یہاں ہی رہو"

آخر مجبور کرنے پر گوری گھر پر ہی رہ گئی۔ لکشمی کا حکم ماننا اس کا فرض تھا۔ لکشمی نے بہت جلدی تیاری مکمل کر لی۔

پہلے تو سب کا خیال تھا۔ کہ کنج ماں کو چھوڑنے جائے گا۔ لیکن جب جانے کا وقت آیا۔ تو ایک نوکر کو ساتھ بھیجا جائے گا۔ تب بہاری نے کنج سے کہا۔ اگر تم نے نہیں جانا۔ تو میں جا کر ماں کو چھوڑ آؤں۔ جس کا جواب کنج نے تو کچھ نہ دیا۔ مگر جل کر کباب ہو گیا۔

کنج نے کرونا سے جا کر کہا۔ "بہاری ماں پر روشن کرنا چاہتا ہے کہ میں تمہارے کام آ سکتا۔ لیکن کنج نہایت ہی بے پرواہ ہو گیا ہے"

گوری کو چونکہ پتہ تھا۔ کہ کنج بہت ہی زود رنج ہے۔ اس لئے اکثر اس سے الگ تھلگ ہی رہ کر دن گزارتی تھی۔ جس کی وجہ سے کنج اور کرونا نے دل ہی دل چڑھ کر اترانا یا اور دونو کچھ تنے ہوئے رہنے لگے۔

بہاری نے سوچا۔ تو یہ تھا۔ کہ لکشمی کو میکے چھوڑ کر کلکتہ آ جاؤں گا۔ لیکن "وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے" وہاں کی حالت دیکھ کر وہ نہ آ سکا۔ میکے میں صرف دو نہایت بوڑھی کمزور بیواؤں کے سوا

کوئی نہ تھا۔ گاؤں بھی بالکل ویران اور گنجان جنگل میں واقع تھا۔ جوہڑ جو گاؤں کے سامنے ہی تھا۔ اس پر بھی کاہی جمی ہوئی تھی۔ غرضیکہ گاؤں کی حالت پر اگر بہاری لکشمی کو چھوڑ کر چلا آتا۔ تو اس کا وہاں رہنا نہایت مشکل تھا۔ اور ساتھ ہی وہ بھی ایسے ویرانے میں ماں کو چھوڑ کر نہ جانا چاہتا تھا۔

لکشمی بھی وہاں کی زندگی سے تنگ آ چکی تھی۔ کہ اتنے میں مایا لکشمی کے بھتیجے کی بیوہ جس کا ذکر پہلے ہی آ چکا ہے نے آ کر لکشمی کو تسلی دینی شروع کر دی۔ اس کے آجانے کی وجہ سے لکشمی کا دل بھی بہل گیا۔ مایا نے لکشمی کی خوب تن دہی سے خدمت کی۔ کہ دیکھنے والے سب حیران تھے۔ گھڑی دو گھڑی کا تو ذکر ہی کیا۔ ایک پل کے لئے بھی اس کے کام کاج سے نہ چوکتی۔ عمدہ عمدہ کھانے کھلاتی۔ جب تک سو نہ جاتی۔ پاس بیٹھی برابر پنکھا کرتی رہتی۔

اگر لکشمی جانے کو کہتی۔ تو مایا مایوسانہ انداز سے التجا کر کے کہتی۔ مجھے بھی بزرگوں کی کچھ سیوا کر لینے دو۔ میں تو جنم جلی دکھیا ہوں میرے پاس سوائے خدمت کے رکھا ہی کیا ہے۔ جو تمہاری نذر کروں۔ ان تھوڑے سے دنوں میں بہاری گاؤں کا چوہدری بن گیا جدھر دیکھو بہاری کا ہی ذکر اذکار۔ کسی وقت منشی اور کبھی حکیم کہیں افسر بن کر سفارش کیا کرتا۔ غرضیکہ ہر چھوٹے بڑے کام کو سرانجام دینے کے لئے بہاری کا وجود ہی جزوی اقرار دیا جاتا۔ سب اس کی عزت کرتے۔ ہر ایک اس کی حلیم طبیعت کے گیت گاتا پھرتا۔

مایا بھی اسی طرح گاؤں کی ایک باشندہ تھی۔ ایک تو بہاری پہلے ہی اس کا مہمان تھا۔ دوسرے عزت کے قابل اس لئے اس

نے بھی ہر طرح سے سیوا کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ صبح جب بہاری سیر کرنے جاتا۔ تو دیوان خانے کو خوب جھاڑ کر صفائی سے ہر ایک چیز لگاتی۔ پھر رامائن اور مہابھارت جیسی مقدس کتابیں میز پر رکھ دیتی۔ جن پر مایا کے ہاتھ سے جلد پر نہایت خوبصورت لفظوں میں مایا دوتی لکھا ہوا تھا۔

بہاری لکشمی سے مایا کی تعریف کرتا رہتا۔ تو لکشمی جواب دیتی ایسی با سلیقہ حسن پسند لڑکی سے تم نے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ تب بہاری کہتا میری غلطی تھی۔ اصل میں میں دھوکے میں تھا لکشمی بھی اس کی سیوا سے بہت خوش تھی۔ اکثر دل میں کہتی یہی لڑکی میری بہو بننے کے لائق تھی۔

لکشمی جب بھی کلکتہ جانے کا ذکر کرتی۔ تو مایا آنسو بھر کر کہتی "پھوا! اب پھر آپ کے جانے کے بعد کیسے دل لگے گا۔ میں اداس ہو جاوں گی۔ اگر دو چار دن کے لئے آنا تھا۔ تو کیوں اتنی تکلیف کی۔ میں تو اب تمہیں چھوڑنے کی نہیں"۔ تب لکشمی جوش میں کہہ دیتی "بیٹی تو میری ہی بہو کیوں نہ بنی۔ میں تجھے ہمیشہ کلیجے سے لگا کر رکھتی"۔ یہ سن کر مایا شرما جاتی۔ اور کسی کام کے بہانے سر جھکائے چلی جاتی۔

لکشمی کو بھی خیال تھا۔ کہ شاید کنج کا محبت بھرا خط بلاوے کے لئے آجاوے۔ کیونکہ وہ کبھی ماں سے الگ نہیں ہوا تھا۔ مگر امید کے برخلاف ایک دن بہاری کو کنج کا خط ملا۔ جس میں لکھا تھا "ماں بہت مدت کے بعد میکے گئی ہے۔ اب تو اس کا دل وہاں بہل گیا ہوگا"۔ بس آنے کا کوئی ذکر ہی نہ تھا۔

لکشمی نے جب سنا۔ کہ کلکتہ سے خط آیا ہے۔ فوراً بہاری سے

آکر پوچھا۔ کنج نے کیا لکھا۔ آخر اس نے خط کا...... بہاری نے کہہ دیا۔"ماں کچھ نہیں لکھا۔" اور خط پھاڑ کر دور پھینک دیا۔

لکشمی کے دل کو بھی ٹھیس لگی۔ سوچنے لگی۔ ضرور کنج نے ماں سے چڑھ کر کوئی دل شکن الفاظ لکھے ہیں۔ جسے بہاری چھپا رہا ہے۔ آہا! آہا! ماں کی محبت کا سوتہ ابل پڑا۔ جس میں سب رنجشیں بہ گئیں کہنے لگی۔ کنج کا روٹھنا بجا ہے۔ جو ماں سے کبھی الگ نہیں ہوا تھا ماں اُسے چھوڑ کر اتنی دور جنگل میں آگئی ہے۔ اچھا آئندہ میں اُسے بہو کے لئے کبھی کوئی تکلیف نہ دوں گی۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ خوش رہیے۔

اُس دن لکشمی کے بار بار اصرار کرنے پر مجبوراً بہاری کو نہانے کے لئے جانا پڑا۔ حالانکہ اس کی نہانے کی خواہش ہی نہ تھی۔ جب بہاری نہانے جاچکا۔ تو لکشمی نے خط کے پھٹے ہوئے ٹکڑے اٹھاکر ملائے۔ اور مایا کو بلا کر کہنے لگی "بیٹی پڑھ کر سناؤ۔ کیا لکھا ہے"

مایا نے پڑھ کر وہ ہی سنا دیا۔ جو کہ مختصر بہاری ماں کو پہلے سنا چکا تھا۔ اس کے بعد کرونا کا رس بھرا نشہ محبت سے لبریز کرونا کا تذکرہ تھا۔ جس کی دو چار سطریں ہی پڑھ کر مایا کہنے لگی "پھوپھی سن کر کیا کرو گی"

مایا وہ خط لے کر اپنے سونے کے کمرے میں چلی گئی۔ اور خط کے ایک ایک لفظ کو کئی دفعہ پریم میں ڈوبے ہوئے آخیر تک پڑھا۔ چونکہ وہ اوائل شادی میں ہی بیوہ ہو گئی تھی۔ جس کی وجہ سے اس نے یہ محبت کی چاشنی نہ چکھی تھی۔ لیکن آج پھر کئی دن کے بعد خط کے بار بار پڑھنے سے اس کا سویا ہوا پریم جاگ اٹھا۔ اور وہ چادر میں منہ لپیٹ رونے لگی۔ سوچنے کرونا اور کنج میں کیا اتھاہ پریم ہے۔

بہاری جب نہا کر آیا۔ تو اس نے بھی خط کے ٹکڑے ہر چہار طرف دیکھے۔ مگر نہ ملے۔

اسی دن دوپہر کو یکایک گوری بھی اسی گاؤں میں پہنچ گئی۔ جس کو دیکھتے ہی لکشمی کا دل ڈر گیا۔ حیرانی سے پوچھنے لگی "گوری تم یہاں کیسے؟"

"کلکتہ میں سب خیریت ہے۔ فکر نہ کریں۔ لیکن اب آپ اپنا گھر جا کر۔ دیکھو بھالو۔ کیونکہ میں اب دنیا کی دلچسپی سے گھبرا چکی ہوں۔ آئندہ زندگی کاشی میں جا کر گزاروں گی۔ جس کی تیاری میں کر آئی ہوں۔ صرف آپ کے درشنوں کی ابھلاشا مجھے یہاں کھینچ لائی ہے۔ لہٰذا اگر اس زندگی میں مجھ سے کوئی قصور ہو گیا ہو۔ تو معافی دیں کروناایئی الہڑ نادان ہے۔ قصوروار یا بے قصور جو بھی ہے۔ اب آپ کی ہے۔ اسے جیسے بھی بنے نبھا لو"

اس کے آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ رقت سے گلہ بند ہو گیا۔ لکشمی نے اسی وقت پانی منگوانے نہانے کا انتظام کرنے چلی گئی۔

بہاری نے جب سنا چاچی آئی ہیں۔ فوراً دوڑا ہوا آیا۔ اور پاؤں چھو کر بولا "چاچی کیا تم ہم سب کو رلاتے ہوئے چھوڑ کر کاشی چل دو گی؟"

گوری نے آنسو پی کر کہا "بہاری اب تم میرے راستے میں روڑا نہ اٹکاؤ۔ میرے جانے سے آپ کا کوئی ہرج نہ ہوگا"

"اُف کنج کی قسمت پھوٹ گئی۔ جس نے آپ جیسا ہمدرد کچھ بھر میں کھو دیا"

"نہ بیٹا نہ یہ نہ کہو۔ کنج نے مجھے کچھ بھی نہیں کہا"

گوری نے آنچل سے سونے کا موٹا سا جڑاؤ کنگن نکال کر بہاری کو دیتے ہوئے کہا۔ بیٹا یہ کنگن تم نے اپنی شادی پر بہو کو دینا۔ تاکہ

میری یاد ہمیشہ آپ کے دل میں بنی رہے۔ کرونا اور کنج کو ہمیشہ یاد رکھنا۔ بہاری نے کنگن آنکھوں پر رکھا۔ تب اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھارا بہ نکلی۔

پھر لکشمی کے ہاتھ میں ایک کاغذ دے کر کہا۔ یہ وصیت نامہ ہے میرے تمام حصے کا واحد مالک کنج ہوگا۔ جب تک میں زندہ ہوں پندرہ روپے ماہوار بھیج دیا کرے۔ اتنا کہ کر لکشمی کو گوری نے پرنام کیا۔ اور چل دی۔

باب ۳

بابا اور کرونا

ماسی اور ساس کے چلے جانے کے بعد کرونا عام طور پر اداس ہی رہا کرتی۔ وہ سوچا کرتی۔ ہم دونوں کی بے فائدہ محبت کا ہی یہ نتیجہ ہے۔ کہ بڑے بزرگوں کو اپنے ہاتھوں آپ گنوا رہے ہیں۔ پتی دیو کو یہ ہرگز واجب نہیں۔ انہیں چاہیئے۔ کہ دونوں کو جا کر منت سماجت سے گھر میں لے آئیں۔ اسی سوچ میں رہ کر رات کو خواب دیکھتی رہتی۔ کہ ہم دونوں کی محبت بھی کم ہو رہی ہے۔ شاید یہ پریم ہم کو رساتل میں پہنچا کر چھوڑے۔ یا کسی روز ماسی، ماں کی طرح مجھے بھی اس گھر کو چھوڑنا پڑے۔

کنج۔ آزادی۔ بے فکری نوجوانی میں مست ہوئی ہوا کرونا سے کہا۔ کرونا ماسی کے چلے جانے سے تم کبھی خوش نظر نہیں آتی

جہاں میں ہوں - وہاں مجھے کس چیز کی کمی نظر آتی ہے - ہر وقت کا رنجیدہ پن تو تیری صحت کو سخت نقصان دہ ہو گا - میں تیرے شمع حسن کا پروانہ ہر وقت تیرے حسن و محبت پر قربان ہونے کو تیار ہوں - میرے آئینہ دل میں تیری تصویر نقش ہو چکی ہوئی ہے -
کرونا سوچتی پتہ نہیں لگتا - ماں ماسی کے چلے جانے کے بعد میرا دل کیوں نہیں لگتا - ہر چند خوش رہنے کی کوشش کرتی ہوں مگر پھر بھی ان کے چلے جانے کا خیال آ کر ساری خوشی کرکری کر دیتا ہے اب دونوں کے چلے جانے پر گھر کے کام کاج میں الجھن سی نظر آنے لگی - کوئی بھی کام حسب خواہش سرانجام نہ پاتا - نوکر چاکر بھی کسی نہ کسی بہانے سے چلتے بنے - کیونکہ کرونا اور کنج کی آزادی اور غیر سلیقہ مندی سے تنگ آ آ کر گھر کی ہر ایک چیز نے ان کو چھوڑنا شروع کر دیا -
غرضیکہ کوئل جو ہمیشہ اپنی رسیلی آواز سے گھر کی فضا کو دوبالا کیا کرتی تھی - دانہ پانی نہ ملنے کی وجہ سے چند یوم میں تڑپ تڑپ کر چل بسی - اب کنج کے کالج چلے جانے کے بعد گھر سنسان نظر آتا - اور خیالات کا ہجوم کرونا کو تنگ کر کے گزرے ہوئے واقعات کی یاد دلاتا رہتا - جس کی وجہ سے وہ بڑی ندامت اور خجالت محسوس کرتی - ہمسایہ کے ہاں بھی جانے آنے سے گریز کرتی رہتی - نہ ہی کنج نے آج تک بازار سے کوئی سودا خرید کیا تھا - اور نہ ہی کرونا نے گھر کی دیکھ بھال کی تھی - جن دونوں چیزوں کی اس وقت سخت ضرورت محسوس ہوئی - چنانچہ ایک دن کنج بازار سے سبزی خریدنے چلے - تو اس قدر خرید کر لی - کہ اگر مہینہ بھر بھی کھاتے رہتے تو ختم نہ ہوتی - آخر وہ بھی گل سڑ جانے کے بعد پھینکی گئی -

کرونا بھی جس چیز کو ایک دفعہ رکھتی پھر نظر نہ آتی۔ آخر دوسرے تیسرے دن کوڑے کے ڈھیر پر پڑی ملتی۔

غرضیکہ ان سب واقعات سے تنگ آکر کرونا کا چہرہ ندامت سے کملا گیا۔ ادھر کنج بھی کرونا کے چہرے کو دیکھ دیکھ کر اپنی کرتوں سے شرمندہ رہتا تھا۔

اسی طرح کنج نے غم غلط کرنے کی خاطر کرونا کو دونوں ہاتھوں سے گود میں لینا چاہا۔ مگر کرونا نے ہاتھ چھڑا کر کہا۔ اب۔ اب یہ لیلا رہنے دو۔ اور جلد جا کر ماں کو لے آؤ۔

جس وقت کنج اور کرونا ہنس کھیل رہے تھے۔ اسی وقت نیچے سے بہاری نے کنج کو آواز دی۔ جس کے جواب میں کنج نے بھی بہاری کو بڑی آؤ بھگت سے مکان میں داخل کیا۔ حالانکہ کنج آج سے پہلے بہاری کے آنے کی وجہ سے برا محسوس کیا کرتا تھا۔ مگر آج بہاری کے داخل ہوتے ہی کنج میں نئی روح دوڑ گئی۔ اس کی مخل اندازی بہت ہی بھلی معلوم ہوتی۔ کرونا بھی خوشی خوشی بہاری کے لئے ناشتہ لینے چلی گئی۔ اور گھونگھٹ نکال پاس ہی ساس کا حال معلوم کرنے کے لئے کھڑی ہوگئی۔

بہاری نے طعن آمیز لہجہ میں کہا ”میں نے آکر آپ کا مزہ کرکرا کر دیا۔ ماں اور چاچی کا حال تم کیا پوچھتی ہو۔ تم دونوں آزادی کی ہوا اچھی طرح کھالو۔ تمہیں ماں کی ضرورت ہی کیا ہے۔“

کرونا نے اس کا جواب نہ دیا۔ کنج آہستہ سے کہنے لگا ”ہم تو ان کے آنے کا راستہ دیکھ رہے ہیں“

واہ گھر کی کیسی حالت بنا رکھی ہے۔ اگر یہی بات لکھ کر ڈال دیتے تو کیا حرج تھا۔ تمہارے لکھنے سے ماں بھی خوش ہو جاتی۔ مگر شاید یہ ہو

جی تمہیں خط لکھنے کا بھی وقت نہ دیتی ہوں۔
کرونا۔ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہ نکلا۔ اور دوسرے کمرے
میں چلی گئی۔
اسی وقت بہاری نے اپنے سامنے کنج سے خط لکھوایا جس کو
دیکھتے ہی لکشمی آنے کو تیار ہو گئی۔ مایا کو لکشمی کے ساتھ رہتے ہوئے
کافی انس ہو گئی تھی۔ اس لئے وہ بھی لکشمی کے ہمراہ ہی کلکتہ چلی آئی
لکشمی نے گھر آکر عجیب ہی حالت دیکھی۔ ہر ایک چیز بے ترتیبی سے
رکھی ہوئی مکان کوڑا کرکٹ کی وجہ سے گندہ۔ سب طرف دیکھ بھال
کر لکشمی حیران رہ گئی اور بہو سے اور زیادہ بدگمان ہو گئی۔
مگر بہو کے اطوار ہی بالکل بدلے ہوئے نظر آئے۔ بغیر کہے ہی اُس
نے ساس کی مدد سب کام کاج میں کی۔
لکشمی نے خیال کیا۔ ماسی کے چلے جانے کی وجہ سے بہو کی حالت
تبدیل ہوئی ہے۔ کنج ضرور دل میں کہے گا۔ کہ جب چاچی تھیں۔ تو
آرام تھا۔ مگر جب چاچی چلی گئی۔ تو کوئی خیر خواہ نہیں۔ تب وہ اکثر
بہو سے کام کاج کروانے سے گریز کرتی۔
ان دنوں اگر دن کے وقت کبھی کنج بہو کو بلاتا۔ تو وہ کوئی نہ کوئی
بہانہ کر کے ٹال دیتی۔ آخیر لکشمی زور دے کر بھیجتی۔
دونوں پھر بڑے پریم سے ہندی پڑھنے پڑھانے ساتھ ساتھ
خوش گوار ہلکی ہلکی چٹکیاں بھی لیتے رہتے۔
ان دنوں میں ہی ایک دن مایا نے کرونا کے گلے میں باہیں ڈال
کر کہا۔ بہن مجھ دکھیاری کی طرف بھی کبھی کبھی نظر عنایت کر دیا کرو
کیونکہ آپ کے سہارے پر ہی میں یہاں پڑی ہوئی ہوں۔ یہ باتیں
کرونا کے ساتھ مایا نے کچھ ایسے انداز سے کہیں۔ کہ کرونا نے سرنیچا کر کے

محبت بھری نظر سے مایا کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

کرونا کا بھی اس معاملے میں کوئی دوش نہ تھا۔ کیونکہ وہ غریب بھی والدین کے موت آنے کے بعد چاچے کے ہاں پرورش پاتی رہی تھی۔ اس لئے وہ بھی اکثر میل ملاپ سے گریز کرتی تھی

مایا کا بھولا بھالا چہرہ کمان نما سیڈول سر پر جوانی کا عالم کچھ بیوگی کی وجہ سے پرہیز پر نیج اس کے حسن کو اور بھی دوبالا کئے ہوئے تھا۔ اس لئے بھی کرونا کی ہمت اس سے بات چیت کرنے کی نہ پڑتی تھی۔ کرونا نے دیکھا کہ میری نو ساس کی نظریں کچھ بھی عزت نہیں۔ مگر مایا کی لکشمی بہت عزت کرتی ہے۔

لکشمی بھی بھلا کیا کرتی۔ مایا اُس سے ہر طرح سے قابل ہوشیار سلیقہ شعار۔ کام کاج میں چست۔ حکومت کرنا۔ نوکروں سے کام لینا۔ مناسب تنبیہ اور ڈانٹ ڈپٹ بھی کر دینا۔ غرضیکہ ہر طرح سے پورے سولاں آنے تھی۔

کرونا۔ بالکل الڑ بے سمجھ۔ کام کاج میں نہایت ہی سست سامان کی دیکھ بھال بھی نہ کرنے والی۔ ان ہی سب وجوہات کے باعث کرونا خود بخود مایا سے اپنے آپ کو حقیر سمجھتی۔ مایا نے نہایت ہی عقلمندی سے جب کرونا سے رابطہ اتحاد پیدا کرنے کی خود ہی پیش قدمی کی۔ تو کرونا کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔

کرونا نے بھی دو چار باتوں سے ہی اس کا سب لحاظ و حجاب دور کر دیا۔ دونوں ہی آپس میں ایسی واقف بنیں۔ کہ جیسے مدتوں سے اکٹھی رہتی آئیں ہیں۔

کرونا نے کہا۔ اچھا بہن تم ہم دونوں کوئی اپنا نام رکھ لیں۔ جس سے ایک دوسرے کو بلایا کریں۔

مایا نے ہنس کر کہا "اچھا کیا نام رکھو گی!"

کرونا بچاری بھلا کیا جانے۔ کہنے لگی "گنگا۔ چمپا وغیرہ کئی نام ہیں۔ جو نسا تم پسند کرو"

مایا نے ہنس کر کہا۔ یہ سب نام پرانے ہو چکے ہیں۔ ان کا اب رواج نہیں رہا۔

"پھر تم ہی بتاؤ۔ کونسا پسند ہے"

مایا نے کرونا کے گلے میں باہیں ڈال کر جھٹ سے کہا "آنکھ کی کر کری" اور پھر دونوں ہنستی ہنستی لوٹ پوٹ ہو گئیں۔

کرونا بچاری کی آج تک کوئی سکھی نہ تھی۔ جس سے وہ بھی گا ہے بگا ہے گھڑی دو گھڑی بیٹھ کر دل کی لے دے لیتی

مایا عمر کے لحاظ سے ایک کھلتی ہوئی کلی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نشہ شباب کے سرخ ڈورے ڈور رہتے تھے۔ مایا بھی محبت کے رس کی پیاسی تھی۔ وہ بھی نئی بہو کے نئے پریم کے واقعات کو بڑی دلچسپی سے سنا کرتی جیسے متوالا شرابی شراب پی کر خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح مایا کا دماغ بھی اس کے حالات سننے کے لئے ہر وقت بے قرار رہتا۔

گویا کرونا جادوگر کی طرح منتر پھونکتی رہتی۔ جس کے اثر سے اُس کی بھوک پیاس بھی ماری جاتی۔ کرونا بھی ان محبت کے افسانوں کو کچھ عجیب پیرائے میں بیان کرتی۔ کہ مایا کو سننے میں خاص لطف حاصل ہوتا۔ جس طرح گنجا جوں جوں کھجلاتا ہے۔ اُسے زیادہ سے زیادہ حظ ملتا رہتا ہے۔ مایا اس سے بھی زیادہ محظوظ ہوتی تھی۔

کبھی مایا کہ دیتی "اگر تمہارے ساتھ ہماری بابو کی شادی ہوتی تو کیسے کٹتی"؟

کرونا شرم سے سر جھکا کر کہتی۔ رام رام ایسی باتیں نہ کیا کریں۔ ہاں

اگر تمہارے ساتھ تمہاری بابو بیاہنے جاتے۔ تو نہایت ہی اچھا ہوتا۔"
"میرے لئے تو پہلے کئی لوگوں سے بات چیت ہوئی تھی۔" جس کا اشارہ کنج کی طرف بھی تھا۔ "مگر اچھا ہوا جو ہوگیا۔ میں ہر حال میں خوش ہوں۔"

مایا اکثر سوچا کرتی۔ اگر کنج سے میری بات چیت پکی ہو جاتی۔ تو آج اس گھر میں میں رانی ہوتی۔ جس گھر میں میری اس وقت کوئی قدر نہیں یہ پلنگ اور کنج کی میٹھی میٹھی باتیں میں ہی سنا کرتی۔ مگر اب تو چند یوم رہ کر آخر یہ تذکرے سننے سے بھی جاؤں گی۔

شام سے پہلے ہی کرونا کا سنگار مایا بڑے چاؤ سے کرتی۔ اُسے کئی طرح سے چونچلے بناتی۔ جس سے کنج بھی لطف اندوز ہوتا۔

کبھی کبھی باتوں ہی باتوں میں کرونا کو اپنے پاس اتنی دیر روکے رکھتی۔ کہ آخر کرونا تنگ آکر کہتی۔ "مجھے جانے دیں۔ پتی جی راہ دیکھ رہے ہوں گے۔"

"تمہارے شوہر کہیں بھاگے تھوڑا ہی جاتے ہیں۔ جو اتنی تلملا رہی ہو وہ کوئی باغی طوطا تھوڑا ہے۔ گھر میں پالا ہوا ہے۔ آپ کے بغیر کہیں نہ جائے گا۔" جس سے کرونا شرمندہ ہو جاتی

ایک دن کنج نے کرونا سے چڑھ کر کہہ دیا۔ "یہ تمہاری نئی سکھی تو ہلنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ وہ کب اپنے گھر جائے گی۔"

کرونا نے بھویں سکیڑ کر کہا۔ "دیکھو جی آپ میری سکھی کو کچھ نہ کہا کریں۔ تم نہیں جانتے۔ وہ تم سے کتنا پریم کرتی ہے۔ روز شام کو بڑے شوق محبت سے مجھے بنا کر تمہارے پاس بھیجتی ہے۔ پھر دوسرے دن نہایت دلچسپی سے آپ کی باتیں سنتی ہے۔"

لکشمی نے دل میں بہو کو کام نہ بنانے کی ٹھانی ہوئی تھی۔ جس کی

وجہ سے اس نے کبھی بھی بہو کو گھر کے کام دھندے میں ہاتھ بٹانے نہیں دیا تھا۔ مگر آج کل مایا کے کہنے سننے سے لکشمی مجبور ہو کر کرونا کو بھی کام کاج میں لگا لیا۔ اکثر دن کے وقت مایا کام کرتی اور اپنے ساتھ کرونا کو بھی لگائے رکھتی۔ جس کی وجہ سے کنج اور کرونا آپس میں مل نہ سکتے تھے۔ اور کنج بے قرار رہتا۔ اور مایا ہونٹوں میں مسکرایا کرتی۔

کرونا کہتی بہن اب جانے دو۔ وہ ناراض ہوں گے۔ مگر مایا ٹال مٹول کرتی رہتی۔ کبھی کہتی اگر روٹھ جائیں گے۔ تو کیا ہو گا۔ ساگ کا مزا جس طرح بغیر مرچ مصالحے کے نہیں آتا۔ اسی طرح محبت کی چاشنی چکھنے کے لئے گاہے بگاہے۔ مچل جانا پریم کی آگ کو اور بھی زیادہ شعلہ زن کرتا ہے۔

پھر مایا نے کرونا کے گلے میں باہیں ڈال کر پوچھا۔ اچھا ذرا ٹھہرو کل کنج اور تم میں کیا پریم کی باتیں ہو رہی تھیں۔ سب بیان کرو۔ تمہاری محبت بھری باتیں ایسی اچھی لگتی ہیں۔ کہ مجھے کھانے پینے کی بھی سُدھ بُدھ نہیں رہتی۔

آخر تنگ آ کر کنج نے ایک دن بگڑ کر ماں کو کہا۔ کیا یہ طریقہ اچھا ہے۔ کہ غیر نوجوان بیوہ اتنا عرصہ ہمارے گھر رہے۔ کم از کم میں تو یہ پسند نہیں کرتا۔ نہ معلوم کب کیا ہو۔ نہ دودھ اور عقل چھٹتے پتہ نہیں لگتا"؟

"وہ کوئی غیر تھوڑی ہی ہے۔ آخر میرے مفتی بھتیجے کی بیوی ہے۔ میں تو اسے غیر نہیں سمجھتی"

"نہیں ماں سے اپنے گھر ہی بھیج دینا مناسب ہے"

لکشمی بھی اچھی طرح کنج کے مزاج سے واقف تھی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ اپنی بات سے ٹلنے والا نہیں۔ اس لئے اس نے بہاری کو

بلا کر کہا۔ تم ذرا کنج کو سمجھاؤ۔ کہ بہو کو اور کچھ عرصہ رہنے دے۔ کیونکہ مایا سب کام کاج کرنے میں مدد دیتی ہے۔ میری بھی بہت عزت و خدمت کرتی ہے۔

بہاری نے لکشمی کو کوئی جواب نہ دیا۔ اور کنج کے کمرے میں چلا گیا

"کیا کچھ مایا کے متعلق سوچ رہے ہو۔؟"

"میں تو تمام رات دن سوچتا ہی رہتا ہوں۔ اسی غور و فکر میں رات کو بھی چین نہیں ملتا۔ اپنی بھاوج سے ہی پوچھو۔ آج کل مایا کے خیال میں میرے تمام منصوبے کافور ہوئے ہیں۔

کرونا۔ اب اسے وداع کرنے کی تدبیر سوچتی رہتی ہے۔ کہ کس طرح سے اسے اپنے گھر بھیجا جائے۔"

"وداع کر دینے سے کیا ہوگا۔ وہ کیا پھر نہ آ سکے گی۔ اس کے لئے تو صرف ایک ہی راستہ ہے۔ کہ شادی کرو۔ ہمیشہ کی کل کل ختم ہو جائے گی۔ میں اکثر اس کی بابت سوچتا رہتا ہوں۔ کہ تمہارے گھر میں تو وہ ہمیشہ نہیں رہ سکتی۔ لیکن اسے اس ویران خوفناک جنگل میں بھی بھیج دینا بڑی بے انصافی ہے۔"

کنج نے بہاری کی اس بات کو ہنسی میں اڑا دیا۔ بہاری کو پورا یقین تھا۔ کہ یہ عورت کھیلنے والی گڑیا نہیں۔ بلکہ خوب صورت ملکہ ہے۔

ایک دن لکشمی نے مایا کو بڑے پریم سے کہا "بیٹی کرونا کے ساتھ ہر وقت نہ رہا کرو۔ تم تو گاؤں کی سیدھی سادی دیوی ہو۔ یہ شہری لڑکے لڑکیاں کچھ عجیب ہی ڈھنگ کے ہوتے ہیں۔ تم بہت عقلمند ہو۔ خوب سوچ کر چلنا۔"

اس دن سے مایا نے کرونا سے میل جول میں کچھ کمی کر دی۔ اس نے کرونا سے کہ دیا۔ کہ میں اپنی عزت و آبرو دیکھ کر چلوں گی

تو نے معلوم کیا ہوگا۔

کرونا چونکہ گذری ہوئی رام کہانی یعنی رات دن میں جو کچھ بات چیت کنج سے کی ہوئی۔ خوب مصالحہ لگا کر بیان کرتی۔ مگر اب مایا نے سننے سے انکار کر دیا۔ اب کس سے کہے چسکا یا عمل کسی بات کا بھی ہو بہت برا ہوتا ہے۔ جب تک انسان خود عیب نہیں کرتا۔ دوسروں کو عیب کرتے حیران ہوتا ہے۔ مگر جب وہ بھی عیبی ہو جاتا ہے۔ تو بغیر اس کے کئے رہا نہیں جاتا۔ کرونا لاکھ کوشش کرتی۔ مگر مایا اس کی کوئی بات سننے کے لئے تیار نہ تھی۔

ادھر مایا کے ہر روز باتوں میں وقت ضائع کرکے کنج کی عادت ہی تبدیل کر دی تھی۔ اس کو ہر وقت پاس بیٹھے رہنے کی عادت اب نہ رہی تھی۔ اب کرونا کی ہر ایک غلطی یا قصور کو کنج بڑی سختی سے نوٹ کرتا۔ یعنی وہ اکثر طرح دیا کرتا تھا۔

کنج کا دل بھی اداس سا رہتا تھا۔ کیوں کہ اس سے بھی اب محبت کا نشہ اتر چکا تھا۔ آخر اس نے اپنے دل کو پڑھنے لکھنے میں لگانے کی خواہش کی۔ اور ڈاکٹری کی کتابیں پھر صندوق سے میز پہ آگئیں۔ کپڑے دھوپ میں ڈالے گئے

جب کرونا نے دیکھا۔ کہ مایا کسی طرح بھی اب میرے ساتھ اتنا ملنا جلنا نہیں چاہتی۔ تب اس نے ایک نئی تدبیر سوچی۔ اُس نے مایا سے کہا "تم ان کے آگے کیوں نہیں نکلتی۔ دور ہی دور کیوں بھاگی پھرتی ہو۔ ماں تو کہتی تھی۔ تم کوئی غیر بھی نہیں ہو"؟

دنیا میں اپنا پرایا کوئی بھی نہیں۔ جسے اپنا سمجھو۔ بیگانہ ہوتے ہوئے بھی بیگانہ ہے۔

کرونا نے اپنے دل میں کہا۔ ٹھیک تو کہتی ہے۔ پنی جی بھی تو

اس سے مناسب سلوک نہیں کرتے۔

پھر اس نے کنج سے کہا۔ "مہاراج تمہیں ضرور میری سکھی سے آج بات چیت کرنی ہوگی۔ آخر وہ کوئی غیر مخلوق ہی ہے"؟

کنج نے کہا۔ تم جس قدر اپنی سہیلی کی تعریف کرتی ہو۔ اسی قدر میں حیرانی سے سوچتا ہوں۔ کہ یہ پھول کانٹے کے بغیر نہیں ہے۔"

"مجھے تو ایسا کوئی خوبصورت سے خوبصورت پھول بھی بغیر کانٹے کے نظر نہیں آتا۔ شہد حاصل کرتے وقت بھی مکھی کے ڈنگ کا خطرہ لگا رہتا ہے۔ مگر عقل مند اس خوبی سے ہر دو چیزوں کا استعمال کرتے ہیں۔ کہ انہیں کوئی خطرہ ہی نہیں رہتا۔"

کنج کا خیال تھا۔ کرونا کے سوا کسی دوسرے سے آزادانہ طور پر میل ملاپ رکھنا۔ خطرے سے خالی نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ وہ بہاری کے سوا دوسرے آدمی کو بھی اپنا دوست بنانا نہیں چاہتا تھا یہی وجہ تھی۔ کہ اس کا دائرۂ حباب نہایت ہی تنگ تھا۔ اسے اس بات کا غرور تھا۔ کہ میں محبت کے معاملہ میں پہاڑ کی طرح اٹل اور مضبوط قوت والا ہوں۔ وہ اکثر بہاری سے کہتا "تم جہاں جاتے ہو۔ وہاں ہی پریم و محبت کا رشتہ پیدا کر لیتے ہو۔ مگر میں ہر شخص کو دوست بنانے میں عار سمجھتا ہوں۔"

مگر جب سے مایا آئی تھی۔ کرونا سے محبت کرنے ہنسنے بولنے کا وقت کم ملنے لگا تھا۔ نیز جب کرونا اور کنج اکٹھے بیٹھتے تو کرونا مایا کی خوبصورتی حسن سلوک وغیرہ کا ہی ذکر کرتی رہتی۔ جس کو سن سن کر کنج کو خواہش دیدار تنگ کرتی۔ یہی وجہ تھی۔ کہ ایک دن تنگ آکر کنج نے ماں کو مایا کے گاؤں بھیجنے کی بابت کہہ دیا تھا کنج نے کہا۔ کرونا! رہنے دو۔ تمہاری سکھی کے ساتھ گفتگو کرنے کی

مجھے فرصت ہی نہیں۔ جب پڑھنے سے فرصت سمجھتا ہوں۔ تب تمہارے ساتھ بات چیت کرتا ہوں۔ تو پھر بھلا میں مایا سے ہنسنے بولنے کے لئے وقت کہاں سے لاؤں"؟

"اچھا آپ کے پڑھنے کا وقت نہ سہی میں اپنے وقت سے اپنی سکھی کو حصہ دے دوں گی۔ تو کیا پھر بھی آپ کو بات چیت کرنے سے انکار رہیگا۔"

"تم تو دو گی۔ مگر جب میں منظور کروں۔ تو پھر۔ اصل میں کنج اور کرونا کے درمیان مایا کو سوئی بھر جگہ دینا نہ چاہتا تھا۔ کنج نے کرونا سے کہہ بھی دیا۔ کہ تم میں پتی پریم ہی نہیں۔ جو تم اپنی سکھی سے اس قدر پریم کرتی ہو"

"میرے جیسا آپ کا پریم ہرگز نہیں ہو سکتا۔" آخر تنگ آ کر کرونا نے کہا۔ کہ اچھا میری خاطر ہی تم میری سکھی سے بات چیت کر لیا کرو۔ کرونا کے دل میں اپنے پریم کی عزت و عظمت کا ثبوت پاکر کنج بااصرار مایا کے ساتھ بات چیت کرنی منظور کر لی۔ لیکن یہ کہہ دیا۔ کہ میں ہر وقت اس سے بات چیت نہ کر سکوں گا۔ ایک دو مرتبہ کا کوئی حرج نہیں۔

دوسرے دن بہت سویرے کرونا جاگی۔ اور مایا کے پاس گئی مایا نے کہا "واہ یہ کیسی بات ہے۔ کہ چکوری چاند کو چھوڑ کر بادل کے پاس دوڑی آئی ہے"؟

"تمہاری شاعری کا کون جواب دے۔ یہاں تو اندھے آگے رونا آنکھیں کھونا والا معاملہ ہے۔ تم اپنے انمول بول کوڑے میں نہ پھینکا کرو۔ ان کے پاس نہیں چلی جاتی۔ جو آپ کی حاضر جوابی کا ٹھیک ٹھیک جواب دے سکتے ہیں"

"مایا نے انجان بن کر کہا۔ وہ کون ایسا ہے؟"

"تمہارے دیور۔ وہ تو کئی دنوں سے تیری سابقہ بات چیت کرنے کی بابت مجھے بھی کہ چکے ہیں۔"

مایا بڑی ہوشیار چلاک تھی۔ فوراً سمجھ گئی۔ کرونا کے ہر روز مجبور کرنے اور میری سفارش کرنے کی وجہ سے میری رسائی وہاں تک منظور ہوئی ہے۔ مگر میں پکارتے ہی چلی جاؤں یہ کہاں کی عقلمندی ہے۔ چنانچہ مایا اس روز کسی طریقہ سے بھی کنج کو ملنے کے لئے راضی نہ ہوئی۔ جس کی وجہ سے کرونا کو اپنے شوہر سے شرمندہ ہونا پڑا۔

کنج بھی دل ہی دل میں کڑھ گیا۔ کہ میرے ہی گھر میں رہنا۔ اور مجھ سے ہی ملنے میں اتنا گریز۔ بھلا میں اس کے حسن کی کیا پرواہ کرتا ہوں۔ وہ سمجھتی ہے۔ کہ ایک ہی ٹیڑھی نظر سے کنج جیسے نوجوان کو بس میں کر لوں گی۔ مگر میں اگر اس خیال کا ہوتا۔ تو آج تک کئی دفعہ مایا کو مل چکا ہوتا۔ میری بے پرواہی سے بھی کیا اس نے میرے خیال کا اندازہ نہیں کیا۔ کہ عام مردوں کی نسبت مجھ میں کوئی خاص بات ضرور ہے۔ میں با اصول شخص ہوں۔ میرے آہنی استقلال کو مایا جیسی نازک کمزور دل عورت ہرگز نہیں توڑ سکتی۔

کرونا نے کنج سے زور دے کر کہا "کہ آپ جب کالج جاویں گے۔ تب میں مایا کو کمرے میں لے آؤں گی۔ اور تم نے کالج نہ جانا۔ راستہ ہی سے لوٹ کر آجانا۔ پھر تو مایا آپ کے قابو میں آجائے گی۔"

"اس نے کونسا ایسا قصور کیا ہے۔ جس کی سزا کا تم ایسا انتظام کر رہی ہو۔"

مجھے تو اس پر صرف اتنا ہی غصہ ہے۔ کہ اسے میرے پتی سے ملنے میں کیوں تامل ہے۔ جب میں اسے اچھی طرح تنگ کر لوں گی۔ پھر اسے

عہد شکن بنا کر دم لوں گی۔

"میں تمہاری سکھی کے دیکھے بغیر مر نہیں رہا۔ اس طرح چھپ کر چوروں کی طرح دیکھنا مجھے ہرگز پسند نہیں"

"(عاجزانہ انداز سے بولی۔ میرے سر کی قسم تمہیں ایک بار ضرور میری خاطر یہ کام کرنا ہوگا ایک مرتبہ جس طرح ہو سکے۔ غرور کو توڑنا چاہیئے۔ پھر تمہارے جو جی میں آئے کرنا"

کنج نے کوئی جواب نہ دیا۔

کرونا۔ ہاتھ جوڑ کر۔ پران ناتھ! میں تم سے منت کرتی ہوں۔ جس طرح بھی ہو۔ میری یہ درخواست رد نہ کریں۔

کنج بھی مایا کو دیکھنے کے لئے بے قرار رہا کرتا تھا۔ مگر اس وقت اپنا پلڑا بھاری رکھنے کی خاطر سب بیت و لعل کر رہا تھا۔

دوسرے دن دوپہر کے سناٹے میں جس وقت ہرچاندرا اپنی ایجنسی کمین گاہ میں آرام کر رہے تھے۔ مایا کنج کے کمرے میں بیٹھی کرونا کو بننا سکھا رہی تھی۔ کرونا عدم توجہ دل کی دھڑکن کو بند کر کے بننے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر پھر بھی خیالات کی لہریں اس کو آرام نہ کرنے دیتی تھیں جس کی وجہ سے باوجود سکھانے کے کرونا بار بار غلط بن رہی تھی۔ آخر تنگ آکر مایا نے سوئٹر پکڑ کر پھینک دیا۔ کہنے لگی۔ "یہ کام تم سرانجام نہ پا سکو گی۔ مجھے اور کام بھی ہے۔ اس لئے میں جاتی ہوں"

"ونہ بہن ذرا تھوڑی دیر اور ٹھہرو اب کے ہرگز غلطی نہ کروں گی"

اتنا کہہ کر پھر بننے لگی۔ کہ اتنے عرصے میں کنج بھی دوبارہ لوٹ آیا۔ اور چپ چاپ مایا کے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا۔ جس کو مایا نے تو نہ دیکھا۔ مگر کرونا دیکھ کر ہنسنے لگی۔

"کیا مل گیا ہے۔ بے تحاشہ۔ بے موقع کیوں ہنس رہی ہو"

کرونا ہنسی کو روک نہ سکی۔ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ سویٹر پھینک کر بولی "بہن آپ ٹھیک کہتی ہو۔ مجھے بننا ہرگز نہ آئے گا" اتنا کہہ کر مایا کے گلے میں باہیں ڈال کر اور بھی زور زور سے ہنسنے لگی

مایا پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ یہ سب جال میرے پریشان کرنے کو بچھایا گیا ہے۔ کنج کا پیچھے کھڑا ہوا بھی اُس سے مخفی نہ تھا۔ لیکن وہ نہایت ہی ہوشیاری عقلمندی سے جان بوجھ کر اس بوسیدہ جال میں پھنس رہی تھی۔ کنج نے کمرے میں داخل ہو کر پوچھا۔ کیا مجھے بتا سکتی ہو۔ کہ یکایک اس ہنسی کی کیا وجہ ہے۔ تم کو کیا مل گیا ہے۔ کہ پھولا نہیں سماتی ہو۔

مایا نے چونک کر دوپٹہ سر پر کھینچا۔ اور چلنے لگی۔

کنج نے ہنس کر کہا "آپ بیٹھے رہیں میں ہی چلا جاتا ہوں"

کرونا "نہیں جی آپ بھی آرام کریں"

مایا کی بھی خواہش بیٹھنے کی تھی۔ اس لئے اس نے بھی عام عورتوں کی طرح جانے کا زیادہ اصرار نہ کیا۔ جس طرح بیٹھی تھی۔ بیٹھ گئی۔

کرونا "بھلا ان سے اس قدر شرمانے کی کیا ضرورت ہے؟"

مایا نے کنج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اگر آپ کی ایسی ہی خواہش ہے۔ تو میں نہیں جاتی۔ مگر دل میں مجھے کوسنے نہیں۔ تنگ آکر سراپ نہ دے دینا"

"اب سراپ تو دونگا۔ کہ آپ کے پیروں سے جانے کی طاقت ہی مفقود ہو جائے"

"میں اس سے نہیں گھبراتی۔ زیادہ دیر کا مطلب آپ کا شاید پانچ دس منٹ سے ہی ہوگا"

اتنا کہہ کر پھر اُٹھنے لگی۔ کرونا نے ہاتھ پکڑ لیا "تمہیں میرے سر کی قسم ہے ہرگز نہ جانے دوں گی"

باب ۴

مایا اور کنج

شام کا وقت تھا۔ آسمان پر پرندے محوِ پرواز تھے۔ کرونا نے پوچھا "سچ کہنا۔ میری سکھی کیسی ہے؟"

کنج نے جان بوجھ کر لاپرواہی سے کہا "کوئی اتنی اچھی بھی نہیں"

کرونا بھی طعن آمیز انداز سے بولی "نہیں تو کوئی اچھا ہی نہیں لگتا"

"ہاں صرف ایک شخص کو چھوڑ کر"

"اچھا اس کے ساتھ ذرا اچھی طرح بات ہونے دو۔ پھر پوچھوں گی"

"معلوم تو مجھے کچھ ایسا ہی پڑتا ہے۔ کہ گفت و شنید کا سلسلہ جاری ہی رہے گا"

"کیوں نہیں انسانیت کے خیال سے بھی آدمی کو آدمی سے بات چیت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور کوئی ہوتا۔ تو بھنورے کی طرح اس پھول کے گرد منڈلاتا رہتا۔ مگر تم تو اب تک اس سے بات چیت کرنا آفت سمجھ رہے ہو"

وہ اپنی تعریف سن کر بہت ہی خوش ہوا۔ ہنس کر کہنے لگا۔ اس کے لئے تم اس قدر کیوں گھبرائی جا رہی ہو۔ سوچنے سمجھنے کی بات ہے۔ کہ میں اپنا گھر چھوڑ کر کہیں نہیں چلا جاؤں گا۔ اور مایا کے جانے کے آثار بھی کوئی نظر نہیں آتے۔ اس لئے کبھی نہ کبھی تو ضرور سامنا ہوتا ہی رہے گا"

کنج کو پوری اُمید نہیں - بلکہ یقیناً کلی تھا - کہ اب مایا کسی نہ کسی بہانے سے ضرور ملے گی - تو بات چیت ہو جائے گی - مگر یہ خیال غلط تھا - مایا اتفاقیہ بھی نظر نہ آتی -

کنج اپنی بے چینی کو ہر ممکن طریقے سے ناحال دبائے جا رہا تھا - اسے خوف تھا - کہ کرونا کے سامنے مایا کا ذکر کرنا بالکل ناواجب ہے - ادھر مایا بالکل لاپرواہ تھی -

کنج نے آخر سہتے سہتے کرونا سے دریافت کیا - کیوں جی اُن کا خیال میرے بارے میں کیسا ہے -

کرونا نے کہا - صبر کریں - دو چار روز بات چیت ہونے کے بعد آپ کے بارے میں رائے تو معلوم ہو گی - ابھی تو کوئی بہت بات چیت ہی نہیں ہوئی -

اصل میں کنج سوچے ہوئے تھا - کہ کسی طرح کرونا سے مایا کا ذکر چھیڑ کر کچھ دل کی بے چینی دور کی جائے - اور اس کے اندرونی حالات معلوم ہو جائیں - مگر کرونا کا جواب سن کر کنج بڑا حیران ہوا

اتنے میں بہاری بابو کہیں سے آدھمکے - انہوں نے آتے ہی پوچھا - کیوں کنج بابو کس مسئلے پر ایسی گرما گرم بحث ہو رہی تھی -

سنو بھائی صاحب - مایا یا ممتا ایشور جانے کچھ ایسا ساہی نام ہے - اس سے تمہاری بھاوج نے دوستی پیدا کی ہے - اور اب مجھے بھی یہ مجبور کر رہی ہے - کہ تم کو بھی اس سے ضرور دوستی پیدا کرنی ہو گی

بہاری - ایک نظر کنج پر ڈالتے ہوئے بولے - بھوجی کی یہ سب باتیں تمہیں بہلانے کی ہیں - تمہاری بڑھی نظر والی مایا کو میں نے دیکھا ہوا ہے - اور میں قسمیہ کہتا ہوں - اگر میں اسے یاد بھی

دیکھوں۔ تو نئی سے نئی ہی پاؤں۔ اگر کنج کو اس سے ملنے میں کچھ تامل ہو۔ تو بڑا تعجب ہے۔

کنج مدت سے فوٹوگرافی کا کام جانتا تھا۔ مگر کالج اور نئی بہو کی مشغولیت کی وجہ سے کافی عرصہ اس کام کو نہ کرنے سے کیمرہ بھی خراب ہو رہا تھا۔ تو ہاتھ کی صفائی بھی جاتی رہی تھی۔ اب پھر یکایک فوٹوگرافی کا شوق پیدا ہوا۔ نئے سرے سے کیمرہ مرمت ہوگیا۔ اور کنج نے مشقیہ تصویریں لینی شروع کردیں۔ گھر کے ہر ایک نوکر چاکر کی تصویر لی گئی۔

کرونا نے بھی ایک دن بضد ہو کر کہا "آپکو میری سکھی کا بھی ضرور فوٹو لینا ہوگا۔"

"اچھا۔"

پھر کرونا اور کنج میں مشورہ پاس ہوا۔ کہ کرونا مایا کو بہانے سے لاکر کسی روز اپنے کمرے میں پلنگ پر سلا دے گی۔ تب پھر کنج فوٹو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

مگر مایا کو بھی اس پوشیدہ راز کا علم ہوگیا۔ مگر دیدہ و دانستہ ظاہر نہ ہونے دیا۔

حالانکہ مایا دن کو کبھی نہ سوتی تھی۔ مگر اس دن کرونا کے کمرے میں آتے ہی سرخ دوشالہ اوڑھ کر کھلی کھڑکی کی طرف منہ کر کے بائیں ہاتھ کا تکیہ بنا پلنگ پر سوگئی

کنج نے دیکھتے ہی کہ دیا۔ یہ جان بوجھ کر تصویر کھنچوانے کے لئے ہی تو اس طرح سے لیٹی ہے۔

عمدہ اور دلفریب اچھا فوٹو لینے کی خاطر کنج پلنگ کے چاروں طرف پھرا۔ اور اس نے مایا کے انگ انگ کو بڑے پریم اور غور سے

دیکھا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے مایا کے بال اِدھر اُدھر کئی دفعہ ہلانے کے بعد پسندیدہ پوزیشن میں کر دیا۔ پھر کنج نے کرونا کو آہستہ سے کہا۔ اِن کے پاؤں سے شال کو ذرا بائیں طرف ہٹا دینا۔

ناواقف کرونا نے آہستہ سے جواب دیا وہ مجھ سے شاید ٹھیک نہ ہو۔ جاگ پڑے گی۔ آپ ہی ہٹا لیں۔"

پھر کنج نے اسے ٹھیک کیا۔

آخر تصویر لینے کے لئے کیمرہ گلاس لگایا۔ ویسے ہی نیم خفتہ مایا انگڑائی لیتی ہوئی لمبی سانس لے کر اُٹھ بیٹھی۔

کرونا۔ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔ جس پر مایا بہت حیران اور اپنی ٹیڑھی بھوؤں سے عجیب قسم کی شرر انگار نظریں کنج پر ڈال کر کہنے لگی "یہ بڑی بے انصافی ہے۔"

کنج۔ غلطی کو محسوس کرتے ہوئے بولا "اس میں شک نہیں۔ چور بھی کہلائے۔ چوری بھی کی۔ مگر ہاتھ کچھ نہ آیا۔ ہنسائی مفت میں کروائی اچھا اب اچھی طرح سے پوری کرنے کی اجازت دیں۔"

کرونا۔ نے بھی بہت اصرار کیا۔

آخر مایا بھی انجان بن کر راضی ہو گئی۔ اور نہایت عمدہ ادا سے تصویر لی گئی۔ اس کے بعد رائے ہوئی۔ کہ دونوں سکھیوں کی ایک ساتھ ہی تصویر ہونی ضروری ہے۔ جس سے ان کے پیار و محبت کی یادگار ہمیشہ قائم رہے۔

مایا بھی رضامند ہو گئی۔ اور کہنے لگی "اچھی بات مگر اس کے بعد کبھی میری اور کوئی تصویر نہ لی جائے۔"

کنج نے جان بوجھ کر دو تین مرتبہ تصویر خراب کر ڈالی۔ تاکہ فوٹو

گرانی کے بہانے سے ہی آپس میں کچھ بات چیت کرنے کا موقع مل جائے۔

جس طرح آگ گھی کو پاس آتے ہی پگھلا کر پانی کر دیتی ہے۔ اسی طرح بیوہ مایا کی محبت کا گھی جو ایک مدت سے ٹھنڈا ہو کر منجمد ہو گیا تھا۔ تھوڑی سی گرمی سے پگھلنے لگا۔

کنج کے دل میں کرونا کی کھلی چھٹی۔ خود ہی پارٹ محبت کی ادائیگی میں مدد دینے اور مایا کی خاطر و مدارات سے خود بخود جذبات کی امنگیں موجزن ہونے لگی۔

کرونا بچاری میں تو ہنسی دل لگی مذاق کرنے کا ذرا بھی شعور نہ تھا۔ مگر مایا اس کے بالکل ہی برعکس۔ بات بات پر ادا۔ ہنسی میٹھی میٹھی چھیڑ چھاڑ۔ جان بخش نغموں کا اثر رکھتی تھی۔ جس کی وجہ سے کنج اکثر بے تاب اور ہر وقت خوش رہتا تھا بتی میں تیل کی طرح۔ اس کی خواہش دیدار دم بدم بھڑکتی رہتی تھی۔ مایا کو بھی کنج کے خوش کرنے میں کوئی نہ کوئی بات کرنی پڑتی تھی۔ کیونکہ کرونا بچاری ان اداؤں کو بالکل نہ جانتی تھی۔

کنج۔ مایا کی ہر ایک ادا جادو اثر تھی۔ مایا کا لب لہجہ اس قدر دل کش اور رسیلی گفتگو سرور انگیز معلوم ہوتی تھی۔ کنج اکثر اپنے آپ کو اس طرح کھو دیتا۔ کہ اسے اب کرونا کی کوئی ادا بھی نہ بھاتی۔ اس کا پریم اب کچھ کچھ کڑوی چاشنی والا کنج کو معلوم دیتا۔ جس طرح سچے موتی کی چمک جھوٹے موتی کی عارضی چمک دمک کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح کنج کے خیال میں تغیر و تبدل واقع ہو چکا تھا۔ غرضیکہ آج سے چند یوم پیشتر وہ ہی کنج جو اپنے آپ کو سب مردوں سے بالاتر خیال کر کے مغروری کے ساتھ بھاری

کو طعن و تشنیع کیا کرتا تھا۔ آج اپنی بیوی کی موجودگی میں بھی دوسری بیوہ سے دل بہلا کر خوشی محسوس کرنے لگا۔ جس کے واسطے اکثر وہ سر نیچا کیئے سوچا کرتا۔

ادھر مایا بھی بے قرار رہنے لگی۔ کیونکہ آج تک تو اس کی ادا پر کوئی بھی مرنے والا نہ تھا۔ مگر جب کنج کی نظر عنایت اس کی طرف پھر گئی۔ تو پھر اسے بھی نت نئے نئے طریقے چلانے کے ایجاد کرنے پڑے کسی نے خوب کہا ہے۔ خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے۔ یہ ہی حال مایا کا تھا۔ بے کس بھولی بھالی کروتا بھلا ان اداؤں کو کیا سمجھے۔ بلکہ کنج اور مایا دونوں جب آپس میں ہنسی مذاق دل لگی کرتے۔ تب وہ صرف جی کھول کر ہنسنے میں ان کا ساتھ دیتی۔ کنج جب سخت کلامی سے پیش آتا۔ تو کروتا اس امید پر مایا کی طرف دیکھتی کہ مایا میری طرف سے جواب دے گی۔ اسی طرح تینوں کا وقت بڑے شغل سے گزرتا تھا۔

ان سب باتوں کے باوجود مایا نے گھر کے کام کاج سے ذرا بھی غفلت نہ کی۔ وہ گھر کا تمام متعلقہ کام بڑی خوش اسلوبی سے انجام دے کر اس ہنسی خوشی کے کھیل میں شریک ہوتی

کنج نے کہا "مایا آؤ نہ ایک دو بازی تاش ہی کھیل لیں"

"آپ کالج جائیں وقت ہو گیا ہے۔"

"آج برسات کا رخ ہے شاید ابھی بارش شروع ہو جائے"

"نہیں ایسا نہ ہونا چاہیئے۔ کالج ضرور جانا ہوگا۔ گاڑی تیار ہے"

"میں نے تو سائیس کو گاڑی لانے سے منع کر دیا تھا"

"مگر میں نے تو لانے کو کہہ دیا تھا"

"حکومت کرنی کوئی تجھ سے سیکھے۔ با سلیقہ رعب ڈال سکتی ہو

میں نے کوئی کام نہ کرنا ہو۔ اسے بھی کروا کر چھوڑتی ہو۔
مایا کے سخت انتظام کی وجہ سے کنج کو کھیل وغیرہ بند کرنے پڑے پہلے جب کبھی ہنسی کھیل کی خواہش پیدا ہوتی۔ تو کنج اکثر کالج سے بھی غیر حاضر ہو جایا کرتا تھا۔ مگر اب دوپہر کا کھیل تفریح قطعی طور پر بند ہو گیا۔ تھا۔
البتہ شام کے وقت تھوڑی دیر کے لئے ہنسی کھیل کی محفل گرم ہوتی۔ جس کی وجہ سے کنج ایک سرور اور خوشی محسوس کرتا۔ دن بھر کی مصروفیت سے فارغ ہو کر شام کی یہ تفریح کنج کے لئے کچھ عجیب ہی آنند دائک ہوتی۔
پہلے جب مایا اس گھر میں نہ آئی تھی تو جب کبھی ٹھیک وقت پر کھانا تیار نہ ہوتا تھا۔ تو کنج اسی حیلہ سے کالج نہ جاتا۔ مگر اب مایا خود ہی وقت معینہ پر کھانا تیار کرتی۔ اور کھلا پلا کر فوراً ہی کنج کو خبر دی جاتی۔ کہ کالج کے لئے گاڑی تیار ہے۔
پہلے جب کبھی کنج کو کپڑوں کی ضرورت بھی پڑی۔ تو کوئی چیز بھی باآرام میسر نہ ہو سکتی تھی۔ مگر اب الماری میں قرینہ وار ہر ایک چیز بڑے پریم سے مایا لگا دیا کرتی تھی۔ جس کی وجہ سے اب وہ اتنا پریشان نہ ہوا کرتا تھا۔
پہلے کرونا کو اگر کنج کبھی قمیض کو بٹن لگانے کے لئے بھی کہ دیتا تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے۔ مگر اب اگر ایسی ضرورت پڑتی۔ تو مایا فوراً قمیض چھین لیتی۔ اور بغیر بٹن ڈھونڈھنے کے اپنی قمیض سے اتار کر فوراً لگا دیتی۔ کون ایسا سخت دل ہے جو ایسی بھی خدمت کے احسان سے پگھل نہ جائے۔ کنج بھی مایا کی رس بھری محبت سے بہت خوش ہوتا۔ کرونا یہ دیکھ کر

حیران رہ جاتی۔ سچ ہے ہمدردی محبت کو اور بھی مضبوط کر دیتی ہے
ان دنوں کرونا جب شام کو اپنے کمرے میں جاتی۔ تو بڑی دل فریب
نظر آتی۔ اس کے چہرے کی نمائش پھولوں کو بھی شرمندہ کر دیتی۔
عموماً کرونا آج کل لباس بھی نہایت پر تکلف پہنا کرتی۔ جس سے
رسیلی آنکھیں فرط محبت جو شیلی متوالی نظر آتیں۔ اس بناو سنگار
میں مایا کے دل کی خوبصورتی کا عکس ہوتا۔ دودھ پانی کی طرح
دونوں مل چکی تھیں۔ اسی روپ میں وہ بلا ناغہ رات کو نئے نئے
لباس پہن کر آتی۔

آج کل بہاری کی وہ قدر نہ تھی۔ جس سے اس کی تعظیم و تکریم
ہوا کرتی تھی۔ اس کو بلایا تک نہ جاتا۔ آخر ایک دن بہاری نے
خود ہی سندیسہ بھیجا۔ کہ کل اتوار کو میں بھی آپ کے ہاں ماں کے
ہاتھوں کا بنا ہوا کھانا کھاؤں گا۔

کنج نے خیال کیا کہیں لے دے کر آٹھ یوم کے بعد ایک اتوار
آتا۔ جس روز ہم کو محفل یاراں جمانے کے لیئے کافی وقت مل سکتا
ہے۔ مگر بہاری کے آنے سے یہ اتوار بھی خالی جائے گا۔ اس نے
اسی وقت کہلا بھیجا۔ مجھے اس روز ضروری کام کے لیئے باہر جانا
ہے۔ کنج تو خیال کئے ہوئے تھا۔ کہ بس بلا ٹل گئی۔ مگر ایسا نہ ہوا
بہاری آہی دھمکا۔ اور زینہ سے ہی آواز دی۔ کنج کو چونکہ اس
جلدی میں کوئی بہانہ نظر نہ آیا۔ فوراً پلنگ پر لیٹ کر درد سر کا
بہانہ کر لیا۔ مگر درد کا نام سن کر کرونا کی بےچینی کی کوئی حد نہ رہی
اور مایا کی طرف رحمانہ نگاہ ڈالی۔

مایا۔ بالکل نہ گھبراؤ۔ کہنے لگی۔ بہت دیر سے بیٹھے رہنے کی
وجہ سے ہے۔ ذرا سو رہو۔ ٹھیک ہو جائے گا۔ نہیں تو میں

اسپرین کی ٹکیہ کھالو۔ یا امرت دھارا ماتھے پر ملو۔ میں ابھی لائی ہوں۔"

"کنج۔ نہیں نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ابھی ٹھیک ہو جاوے گی۔"

مگر مایا کب ماننے والی تھی۔ وہ جلد تر امرت دھارا کا پھاہا تر کر کے لے آئی۔ اور آتے ہی کنج کی پیشانی پر مل دیا۔ اوپر سے رومال باندھ دیا۔

کرونا گھونگٹ نکالے سرہانے بیٹھی پنکھا کرنے لگی۔

مایا۔ کچھ عرصے کے بعد "کیوں کنج بابو اب کچھ افاقہ ہوا ہے"

یہ کہہ کر بہاری پر ایک ہمدردانہ نظر ڈالی۔ اس کی آنکھوں میں شوخی کی ہنسی جھلک رہی تھی۔ وہ جانتا تھا۔ کہ یہ سب تماشا ہو رہا ہے۔

مایا فوراً تاڑ گئی۔ کہ بہاری کو بنانا آسان نہیں۔ کوئی راز اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔

بہاری نے ہنس کر کہا "مایا ایسی خدمتوں سے یہ درد کم نہ ہوگا۔ بلکہ بڑھے گا۔"

"ہم جاہل عورتیں بھلا علاج ولاج کیا جانیں۔ اپنے ڈاکٹری کی کتابوں میں اگر کچھ پڑھا ہے۔ تو بتا دیں۔"

"پڑھا لکھا تو کچا ہیں خود ایسی خدمت دیکھ کر سر درد میں مبتلا ہوتا نظر آتا ہوں۔

مگر ہم جیسے بدنصیبوں کا درد بلا دوا ہی ٹھیک ہو جاتا ہے۔ ہمارے کنج بابو بڑے خوش نصیب ہیں۔ جن کی معمولی سر درد پر اتنی خدمت ہو رہی ہے۔"

مایا نے فوراً سر کا رومال کھول دیا۔ اور کہنے لگی۔ دوست کی دوا دوست اچھی کر سکتا ہے۔ آج پہلا موقع تھا کہ بہاری نے نہایت غور سے مایا کو دیکھا تھا۔ اور مایا نے بھی بہاری پر نہایت گہری نظریں ڈالیں،،

بہاری نے طعن آمیز لہجے میں کہا" ٹھیک ہے۔ میں ہی یہ درد لایا ہوں۔ میں ہی اسے ساتھ لے جاؤں گا۔ اس کے بعد کرونا سے کہا۔ بہوجی درد دوا سے دور کرنے کی نسبت پیدا ہونے کے اسباب پر غور کر کے اُن کا علاج کرنا عقلمندی ہوا کرتا ہے یہ کہہ کر چلا گیا۔

گھر جا کر بہاری سوچنے لگا۔ اب ان سے دور دور رہنے سے کام نہ بنے گا۔ مجھے بھی ان کے درمیان جگہ خالی کروانی چاہیئے۔ خواہ یہ لوگ مجھے پوچھیں یا نہ۔ مگر میرا ان کے ساتھ رہنا ضروری ہے۔

بہاری نے بلانے اور خاطر کروانے کا خیال اب اپنے دل سے نکال کر کنج کرونا اور مایا کی محفلوں میں شامل ہونا شروع کر دیا بہاری نے مایا سے ایک دن کہا" بڑی بہو کنج کو پہلے ماں کے لاڈ پیار نے بگاڑ دیا۔ دوستوں نے بھی اسے راہ راست نہ دکھائی۔ بیوی نے بھی ان ہی سب کا ساتھ دیا۔ رہا سہا اب تم اس کو مٹی میں ملا رہی ہو۔ لہذا میں تم سے التجا کرتا ہوں۔ کہ اس کے کسی اچھے رستے پر لگا دو،،

کنج فوراً بول اٹھا" یعنی ؟ ،،

" یعنی مجھ جیسے شخص کا جس کا کوئی بھی پرسان حال نہیں،، بہاری مجھ جیسے آدمی کے لیے آپ کا خیال خام کبھی پختہ

نہیں ہو سکتا۔ کہ اپنے سے ہی کام نہیں ہو گا۔"
"فضول پتھر کو بھی سنگ تراش حسب خواہش مورتی تراش سکتا ہے۔ کہ دیکھنے والے انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ تم ایک بار آزمائش تو ہو لینے دو۔"
مایا نے کرونا سے کہا "اب آج سے تم اس دیور کو سمجھا لو۔"
کرونا نے مایا کو آہستہ سے دھکا دیا۔ بہاری نے بھی یہ مذاق دیکھا مایا سے یہ بات چھپی نہ تھی۔ کہ بہاری تو صرف اسی سے ہنسی دل لگی کرنا چاہتا ہے۔ اس کی کبھی خواہش پیدا نہیں ہوئی۔ کہ کوئی ہنسی کی بات بھی کرونا سے کروں۔
مایا نے پھر طعن آمیز لہجہ میں کرونا کو کہا "تمہارا یہ بھکاری دیور صرف تم سے خاطر مدارت کروانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ کچھ دان کر دو۔"
کرونا۔ اس مذاق سے جل بھن کر بڑبڑاتی ہوئی چل دی۔ مگر بہاری کا چہرہ غصے کے مارے سرخ ہو گیا۔ مگر پھر جذبات کو روک کر ہنستے ہوئے بولا "واہ میری باری دوسرے پر ٹالتی ہو۔ اور کنج دادا سے کوئی ادھار بھی نہیں کرتی۔"
کنج اور مایا کے خیال میں بیٹھ گیا تھا۔ کہ بہاری یہاں رنگ میں بھنگ ڈالنے آتا ہے۔ دونوں نے اپنے دل میں وچار کیا۔ کہ اب ہم بہاری کے سامنے محتاط رہا کریں گے۔
کنج نے جل کر غصے سے کہا "بہاری بابو کو بھی کاروبار کرنے کے لیئے تمہاری طرح دوسری جگہ جانا نہیں پڑتا۔ محبت کے بازار میں سب یہاں ہی آ کر ناز دکھاتے ہیں۔"
مایا بھی کرونا کی طرح اٹھ کر چل دی۔ جس کے جاتے ہی محفل

کا رنگ بالکل پھیکا پڑ گیا۔ تب بہاری نے تنہائی دیکھ کر کنج بابو سے کہا "آپ کا یہ رویہ اچھا نہیں۔ بھولی بھالی کردنا پر رحم کھانا اس سے وشواس گھات نہ کرنا" یہ کہتے کہتے اس کی آنکھیں بھر آئیں

"بہاری بابو آپ کی پہلیوں کو کون ہر وقت بوجھتا رہے صاف صاف کہہ دیا کرو"

بہاری "تو کان کھول کر سن لو۔ مایا دیدہ دانستہ تمہیں کانٹوں میں پھنسا رہی ہے۔ اور تم سمجھ دار ہوتے ہوئے ایک نادان مرد کی طرح بے تحاشہ چلے جا رہے ہو"

کنج نے غضبناک ہو کر کہا "جھوٹ بات ہے۔ تم شریفوں کی بہو بیٹی پر فضول شک کرتے ہو۔ اپنے خیال برے رکھتے ہوئے دوسروں پر بری نظریں ڈالتے ہو۔ اس لئے تمہارا عورتوں میں بے تکلف بیٹھنا مناسب نہیں"

"ٹھیک کہتے ہو۔ بیمار کو جب نشتر دیا جاتا ہے۔ تو وہ بہت چیختا چلاتا ہے۔ حالانکہ اسی کے فائدے کے لئے ڈاکٹر سب کچھ کرتا ہے"

عین اسی وقت مایا چھوٹی سی طشتری میں مٹھائی لئے ہوئے داخل ہوئی۔ بہاری سے کہا "کھا لو"

"مجھے تو بالکل بھوک —— نہیں ہے"

مایا با اصرار کہنے لگی "میں ضرور آپ کا منہ آج میٹھا کروا دوں گی"

"بہاری نے ہنس کر کہا۔ میں امید کر سکتا ہوں۔ کہ میری درخواست منظور ہوگی۔ اور خاطر شروع ہو گئی"

مایا زیر لب مسکراتے ہوئے "آپ تو دیور ہیں۔ آپ دعوے سے کہ سکتے ہیں۔ ایسے بھیک مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیوں کنج بابو

ٹھیک ہے نا"

کنج بابو اس وقت غصہ میں بھرے بیٹھے تھے کوئی جواب نہ دیا

بہاری بابو! کھانے میں شرم محسوس کرتے ہو یا کچھ ناراض ہو یا کچھ اور لاؤں

"نہیں جی کوئی ضرورت نہیں جو مل گیا وہ ہی کافی ہے"

"مسکرا کر آپ سے جیتنا تو بہت مشکل ہے۔ مگر مٹھائی سے آپ کا منہ بھی بند نہ ہوگا"

رات کو کرونا نے بھی کنج سے بہاری کی ہنسی کے متعلق شکایت کی پہلے کی طرح اس نے کرونا کی بات کو ہنس کر ٹال ہی نہ دیا۔ بلکہ اچھی طرح ساتھ دیتے ہوئے غصے کا اظہار کیا۔

علی الصبح کنج بابو اٹھ کر بہاری کے گھر پہنچا۔ اور کہا۔

"بہاری بابو۔ آپ بے شک میرے دلی دوست ہیں۔ میرے گھر میں آپ کے آنے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔ مگر مایا بیچاری گھر کی عورت نہیں۔ اس لئے وہ تمہارے سامنے آنے میں ہچکچاتی اور برا محسوس کرتی ہے"

"اچھا یہ بات ہے۔ تو میں آئندہ اس کے سامنے نہ جاؤں گا"

کنج کا کچھ کچھ غم و فکر دور ہوا۔ اسے بالکل ہی امید نہ تھی۔ کہ بہاری بلا حیل و حجت راہ راست پر آجائے گا۔

اسی روز بہاری کنج کے گھر پہنچا۔ اور مایا سے کہا "میں معافی چاہتا ہوں"

"حیران ہو کر کیوں۔ بہاری بابو۔ معافی کی بھلا کیا بات ہے"

آج مجھے کنج بابو سے معلوم ہوا ہے۔ کہ آپ مجھ سے پردہ کرنا چاہتی ہیں۔ مگر میں بے دھڑک اس دن چلا آیا۔ جس کی وجہ سے آپ

بہت ناراض ہیں۔ جس کی معافی مانگنے خبر ہونے پر میں حاضر ہوئی ہوں
"آپ میری وجہ سے کیوں یہاں کا آنا جانا چھوڑنے لگے۔ میں
تو چند یوم کی مہمان ہوں۔ اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا۔ کہ میرے آنے
سے آپ لوگوں کو دکھ پہنچے گا۔ تو کبھی نہ آتی" یہ کہتی، آہیں بھرتی ہوئی
دوسرے کمرے میں چلی گئی
بہاری نے سوچا۔ میں نے جو نہی شک کر کے مایا کے دل کو دکھایا
ہے۔ یہ میری بڑی بھاری غلطی ہے۔
اسی دن شام کو لکشمی نے کنج سے کہا "بیٹا! مایا اپنے گھر جانا
چاہتی ہے"
"کیوں ماں! یہاں اسے کوئی تکلیف ہے"؟
"نہیں کنج تکلیف کیا ہوتی ہے۔ مگر اس کا خیال ہے۔ کہ بیوہ اگر
بہت عرصہ کسی غیر کے گھر رہے۔ تو لوگ واہیات الزام لگانے شروع
کر دیتے ہیں۔"
کنج۔ حیرت انگیز لہجے میں "ماں یہ بھی اس کے لئے غیر کا گھر
ہے۔ بہاری بھی اس وقت بیٹھا تھا۔ یہ کہ کر اس نے بہاری کو
نفرت آمیز نگاہوں سے دیکھا۔
لکشمی کی سنائی ہوئی خبر مایا کے جانے کی سن کر بہاری کو بھی صدمہ
پہنچا۔ سوچنے لگا۔ شاید میری کل کی بات چیت میں کچھ نفسانیت کی
جھلک نظر آتی تھی۔ جس کی وجہ سے مایا کے دل کو چوٹ لگی۔ کہ آج جانے
کو بھی تیار نظر آنے لگی۔
کنج اور گردنا تو یہ سن کر ناراض ہی ہو گئے۔
گردنا "بہن تو ہمیں غیر خیال کرتی ہے"؟
کنج "کیا اتنے عرصے میں ہم لوگ اب غیر ہو گئے"

مایا نے کہا ہمیشہ تم لوگ مجھے یہاں ہی رکھو گے"؟
کنج۔ "وہ ہماری اتنی مجال کہاں"
کرونا "پھر تم ہمارے دل کیوں اتنی جلدی مٹھی میں کر رہی ہو"
اس دن کچھ فیصلہ نہ ہو سکا۔ مگر مایا نے کہہ دیا۔ نہیں بہن میں اب نہ رہوں گی
اتنا کہہ کر مایا نے بڑی بے صبری سے کنج کو دیکھا
دوسرے دن بہاری نے آکر مایا سے کہا "آپ جانے کو کیوں تیار بیٹھی ہیں۔ کیا مجھ سے کوئی قصور ہو گیا ہے۔ جس کی یہ سزا دے رہی ہو"
مایا۔ دوسری طرف منہ پھیر کر "آپ کا اس میں کیا قصور ہے جب میری ہی قسمت اچھی نہیں"
"اگر اب تم دو چار یوم میں چلی گئی۔ تو میں سمجھوں گا۔ کہ آپ مجھ سے ناراض ہو کر گئیں ہیں۔"
التجا آمیز سے نگاہوں سے دیکھتے ہوئے "آپ ہی بتائیں۔ میرا اب یہاں رہنا مناسب ہے۔"
بہاری جواب سن کر نہایت پریشان ہوا۔ آخر کہنے لگا "آپ کو جانا تو ضرور ہے۔ کچھ دن بعد چلے جائیں۔ تو کچھ ہرج بھی نہیں"
مایا۔ زمین کھریدتے ہوئے "آپ سب لوگ اب مجھے رہنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ مگر یہ اچھا نہیں کرتے۔ اور آپ کی بات رد کرنا میرے لیئے نامناسب ہے" یہ کہہ کر ٹپ ٹپ آنسو گرانے لگی۔
بہاری۔ ان آنسوؤں کی جھڑی سے گھبرا کر کہنے لگا "اتنی جلدی سب کے دلوں میں جگہ پیدا کر لینے کی وجہ سے ہی آپ جیسی لکشمی کو ہمارا سب کا چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا"
کرونا بھی ایک کونے میں بیٹھی رو رہی تھی۔

اس کے بعد مایا نے کبھی جانے کا ذکر تک بھی نہ کیا۔

باب ۵

مایا اور بہاری

اس ناراضگی کو دور کرنے کے لیے کنج نے آئندہ اتوار کو باغ میں تفریح طبع کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہاں بھی کھانے پینے کی صلاح ٹھہری کرونا اس ارادہ کو سن کر خوشی سے پھولے نہ سماتی تھی مگر مایا کسی طرح بھی راضی نہ ہوئی۔ جس کی وجہ سے کرونا اور کنج دونو ناراض ہو گئے۔ وہ سمجھنے لگے۔ مایا ہم سے کچھ الگ الگ رہنا چاہتی ہے۔

شام کے وقت جب بہاری بابو کنج کے ہاں آئے۔ تو مایا نے بہاری بابو سے کہا۔ کہ اتوار کو ان کی خواہش باغ میں جا کر سیر کرنے اور کھانے پینے کی تھی۔ مگر میں ساتھ جانا نہیں چاہتی۔ اس لیے دونوں میاں بیوی آج صبح سے ہی ناراض ہیں۔

"ان کا منہ پھیلانا بیجا نہیں ہے۔ آپ اگر نہ جائیں گی۔ تو ان کی سیر کرکری ہو جائے گی!"

"اچھا اگر آپ کی خواہش جانے کی ہے۔ تو میں بھی چلی چلوں گی"۔

"مگر مالک کی مرضی سے کام ہونا ضروری ہے"۔

کنج دل میں بہاری کو ساتھ لے جانے کی تجویز سے کنج کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ بہاری کو اپنی سوسائٹی میں آنے سے روکنا اب غیر ممکن ہے۔

کنج "جانے میں حرج تو کوئی نہیں۔ مگر تم جہاں جاتے ہو کوئی نہ کوئی خرابی ضرور ظہور پذیر ہوتی ہے"۔

بہاری "پہلے ہی اس کی نسبت کچھ کہا نہیں جاتا۔ اچھا بڑی بہو میں جاتا ہوں۔ مقررہ وقت پر پہنچ جاؤں گا"۔

اتوار صبح ہی ضروری سامان اور نوکروں کے لئے تھرڈ کلاس مالکوں کے لئے سیکنڈ کلاس گاڑی کرایہ پر منگوائی گئی۔ بہاری بھی اپنا سفری بکس لئے آ پہنچا۔

"یہ کیا اوہو۔ نوکروں کی گاڑی میں تو آگے ہی جگہ نہیں ہے۔ یہ کہاں رکھا جائے گا۔"

"ٹھہر جائیں میں سب ٹھیک کر لوں گا"۔

مایا اور کرونا کو گاڑی میں بٹھلا کر کنج سوچنے لگا۔ کہ بہاری کہاں بیٹھے گا۔

مگر بہاری نے پہلے اپنا بکس گاڑی کی چھت پر باندھا پھر لپک کر خود بھی اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا۔

مایا۔ نے گھبرا کر پوچھا "بہاری بابو گر نہ پڑیں"۔

"گرتا اور بے ہوش ہونا میرے جیسوں کا کام نہیں ہے"۔

"کنج۔ طعن سے کہو تو میں چھت پر جا بیٹھوں۔ بہاری کو یہاں بھیج دوں"۔

کرونا کنج کا پلڑا پکڑتے ہوئے "نہیں آپ یہاں ہی بیٹھو"۔

کنج بابو آپ کو شانتی نہیں ہے۔ کہیں گر پڑنے تو اور بھی مصیبت

آنی۔" مایا نے مسکرا کر کہا
"اچھا میں ایک اور گاڑی منگوا کر اس پر جاؤں گا۔ ہماری بابو یہاں آ بیٹھیں۔"
"تو میں بھی پھر آپ کے ساتھ اسی گاڑی میں بیٹھوں گی" کرونا نے کہا۔
"تو میں بھی اس گاڑی پر نہ جاؤں گی" مایا نے کہا۔
باتوں ہی باتوں میں گاڑی مقررہ باغ میں پہنچ گئی۔
صبح کا سمے بڑا سہاونا تھا۔ شبنم کے موتی دھوپ میں ہری ہری گھاس پر چمک رہے تھے۔ جن کی دمک سے جواہرات کی دوکان بھی مات پڑتی تھی۔ چمن کے پھول کسی معشوقہ کے گورے گورے ہاتھوں سے توڑے جانے کا انتظار کر رہے تھے۔ پھولوں کی سرخ و سفید پتیوں پر شبنم کی کچھ عجب ہی بہار تھی۔
کرونا کلکتہ کے محصور اور بند مکانوں کی قید سے نکل کر آزادی کی ہوا میں مست ہرنی کی طرح مسرور و خوشی ہر چہار طرف فراٹے بھرنے لگی۔ اس نے اور مایا نے تلملاہٹ سے پھل پھول توڑ کر اکٹھے کئے پھر دونوں سہیلیاں تالاب میں نہانے لگیں۔ وہاں دیر تک آپس میں آنند پورو ک اشنان کرتی رہیں۔
نہانے کے بعد دونوں سکھیاں آ گئیں۔ کنج بابو بارہ دری میں آرام کرسی پر بیٹھے ہوئے پڑھ رہے تھے۔ ان کا چہرہ اترا ہوا لب خشک ہو رہے تھے۔
کنج۔ چائے پینے کے بعد کچھ ہشاش بشاش نظر آنے لگے۔ تب کہنے لگے "ہماری بابو تو یہاں بھی گھر کا سب بکھیڑا اٹھا کر لے آئے ہیں۔ اس سے تو باہر آ کر کھانے کا مزا بھی جاتا رہتا ہے۔"

بھائی میری چائے تو واپس کر دو نہ کھاؤ نہ پیو۔''

دوپہر تک نوکروں کی گاڑی نہ آئی۔ مگر بھوک سے سب کی آنتیں باہر نکلنے لگیں۔ آخر ہماری بابو کے بکس سے ہی سب سامان دال چاول۔ ترکاری اور مختلف قسم کے مصالحے شیشیوں میں نکالے گئے۔ جن کو دیکھ کر مایا نے کہا۔ ''آپ نے اس سے عورتوں کو بھی مات کر دیا ہے۔ یہ اصول رسوئی خانہ کہاں سے سیکھا ہے؟''

''پاپی پیٹ کے لئے کیا کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ اس دوزخ کی آگ کو مٹانے کے لئے تو سب بکھیڑے کرنے پڑتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ہم سب دربدر مارے مارے پھرتے ہیں۔''

مایا نے سنجیدگی کے ساتھ اس کے چہرہ پر التفات کی نظریں ڈالیں۔

جب سب سامان نکال چکے۔ تو پھر مایا اور ہماری مل کر کھانا تیار کرنے لگے۔ کرونا نے بھی شرماتے ہوئے آگے قدم بڑھا کر ان کی کچھ امداد کرنی چاہی۔ مگر ہماری بابو نے کہا۔ ''تم بیٹھو'' کنج گٹھڑی پر سر رکھ کر سو گیا۔

کھانا تیار ہو چکنے پر مایا نے کہا۔ کنج بابو کو جا کر جگا دو۔ وہ حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ تب مایا نے کہا۔ جاؤ اب اشنان کر آؤ۔ کھانا وغیرہ تو تیار ہے۔

ابھی کھانا کھانے بیٹھے ہی تھے۔ کہ نوکر سامان سروں پر اٹھائے آ پہنچے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ ان کی گاڑی رستے میں ہی ٹوٹ گئی تھی۔ خیر دوپہر کے بعد تک کھانا پینا ختم ہوا۔ پھر سب کی صلاح تاش کھیلنے کی ہوئی۔ مگر کنج بوجہ غصہ کے اندر ہی اندر ہی جو فکر کر رہا تھا۔ اس لئے وہ بغیر جواب دئے جا کر لیٹ

گیا۔ کرونا بھی بارہ دری کا دروازہ اندر سے بند کر کے سونے چلی گئی۔

مایا بھی دوپٹہ سنبھالتی ہوئی کہنے لگی "اچھا اب میں بھی سونے جاتی ہوں"

بہاری "کہاں جا کر سوؤ گی۔ آؤ ذرا بات چیت کریں۔ کچھ اپنے گاؤں کی باتیں تو سناؤ"

دوپہر ہونے کی وجہ سے گرم لو چل رہی تھی۔ اس لئے ہر ذی روح گوشہ نشینی چاہتا تھا۔ اس تنہائی کے سمے میں مایا اپنے بچپن کی باتیں سنا سنا کر بہاری بابو کو مست کئے جاتی تھی جس طرح سارنگی کی آواز مست کرتی جاتی ہے۔ اسی طرح بہاری بابو کو مایا کے مکھ سے نکلے ہوئے الفاظ امرت رس پلا کر سلا رہے تھے والدین کا مایا سے سلوک۔ سکھی سہیلیوں کی دلچسپ باتیں کچھ عجیب قسم کے مصالحے لگا لگا کر سنا رہی تھی۔ کہ اس کے سر سے آنچل سرک گیا۔ بہاری بابو نے دیکھا۔ چہرے پر جوبن و شباب کا ہالہ آب و تاب چمک رہا تھا۔ اس وقت بچپن کے واقعات کی یاد میں اس کا نور اور بھی شان کے ساتھ چمکنے لگا۔ مایا کی ٹیڑھی نظر نے بہاری کے دل میں جو شکوک پیدا ہوئے تھے اب انہیں آنکھوں کے سفید اور سرخ ڈوروں کے درمیان ہمدردی کے پانی کی دھارا عجیب انداز سے بہ گئی۔ اور بہاری کو ایک دوسری ہی ہستی نظر آتی۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ نرم مزاج ہمدرد دل سیدوا بھاؤ اور حسن کے سانچے میں سرتا پا ڈھلی ہوئی ہوتی ہے۔ مایا نے شرمیلی ستی عورت کی طرح لافانی بھگتی اور اپدیش کے خیال کو اپنے دل میں جما رکھا ہے۔ اس پاک صورت کا عکس بھی

بھارتی کے دل پر پہلے نہیں پڑا تھا۔ آج یکایک یہ رنگ سینما کے پردوں کی طرح اس کی آنکھوں سے ہٹ گیا۔ سوچنے لگا۔ مایا بظاہر ایک شوقین مزاج عورت نظر آتی ہے۔ مگر اس کے اندر ایک سادہ پن پنہا ہے۔
بھارتی نے ٹھنڈی سانس کھینچ کر کہا۔ واقعہ ہی کسی کو سمجھنے میں انسان بہت ہی غلطی کر جاتا ہے۔ جبکہ اپنی ذات کا بھی سمجھنا سخت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اگر کسی کو یہ علم ہے۔ تو اس سروشکینتان پر ماننا کو بیرونی اطوار سے ہی انسان اکثر اندازہ لگالیتا ہے۔ لیکن یہ سراسر غلطی ہے۔
بھارتی نے سوالات کا سلسلہ بدستور جاری رکھا۔ مایا بچاری کو بھی آج تک دردِ دل کے کھولنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ خصوصاً کسی ہمدرد شخص کے سامنے تو اس نے بھول کر بھی یہ باتیں نہ کی تھیں۔ مگر آج متواتر کئی گھنٹے دل لگا کر سننے والے مرد بھارتی بابو کے روبرو اپنے دل کی باتیں کہنے سے مایا کا دل ایک صاف شفاف پانی سے دھل کر آئینہ کی طرح مصفا ہو گیا تھا۔
آج باغ کی سیر کے پروگرام کی وجہ سے کنج کو صبح پانچ بجے جاگنا پڑا تھا۔ جو اس کے خلاف معمول تھا۔ اس لئے تین چار گھنٹے سونے کے بعد جب پانچ بجے ان کی آنکھ کھلی۔ تو اٹھتے ہی کہا۔ "چلو چلیں"
"مایا۔ اگر ذرا ٹھہر کر چلیں تو کیا ہرج ہے۔"
کنج "شام کو گورے وغیرہ اکثر شراب پی کر ادھر گھومنے چلے آتے ہیں۔ اگر ان کا سامنا ہو گیا تو مشکل ہوگی۔"
تمام سامان اکٹھا کرنے میں اندھیرا ہو گیا۔ ادھر نوکر نے آکر کہا۔ گاڑی کا کچھ پتہ ہی نہیں۔ کہاں چلی گئی ہے۔ کیونکہ اس کو دو گورے اسٹیشن کی طرف لے جا رہے تھے۔ چنانچہ نوکر کو دوسری گاڑی لانے کا حکم دیا گیا۔

کنج بابو دل میں سوچنے لگے۔ ناحق تمام دن برباد کیا ہے جس کی وجہ سے کافی پریشانی بھی اٹھانی پڑی۔

کرتے کراتے پورن ماشی کا چاند اپنے پورے جوبن پر آگیا۔ جس سے باغ پھر سے ایک دفعہ بقعہ نور بن گیا۔ باغ کے بیچ دار راستوں سے گزرتے ہوئے مایا کرونا سے لپٹ کر پریم کے آنسو بہانے لگی۔

کرونا "کیوں بہن رو کیوں رہی ہو۔

مایا "کچھ نہیں سکھی کوئی خاص بات تو نہیں۔ البتہ آج کا دن مجھے بہت اچھا معلوم دے رہا ہے۔"

کرونا۔ کیوں بہن نہیں آج کا دن خاص طور پر کیوں اچھا لگا۔"

مایا "مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ میں جیسے مر کر عدم آباد چلی گئی ہوں۔ اور وہاں میری ہر ایک خواہش بدستور سابق پوری ہو رہی ہے۔"

کرونا "حیران ہو گئی اور نہ ہی مایا کے الفاظ کا مطلب سمجھ سکی صرف مرنے کی بابت اس نے کہا "نہ بہن مرنے کا نام نہ لیا کرو ایسی باتیں نہ کرنی چاہئیں"۔

جب تک یہ لوگ سڑک پر آئے نوکر دوسری گاڑی لے کر آگیا بہاری بدستور سابق پھر کوزح بکس پر جا بیٹھا۔ اور مایا چپ چاپ کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی۔ چاندنی میں نہائے ہوئے درختوں کی قطاریں بہتے ہوئے پانی کی تیز دھار کی طرح آنکھوں سے نکلے جاتے تھے۔

کرونا۔ گاڑی میں بیٹھی بیٹھی محو خواب ہو گئی۔

کنج۔ تمام راستہ مردہ دل غمگین اور رنجیدہ شکل بنائے بیٹھا رہا۔

جب سیر کر کے گھر واپس آئے۔ تو کنج بابو نہایت ہی مغموم ملول اور متفکر ہو کر محسوس کرنے لگے۔ کہ مایا میرے ہاتھ سے اب نکل گئی ہے۔ جس کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے کنج بڑا بے قرار تھا۔ اور اس کے وسائل سوچنے لگا۔ مگر دوسرے دن لکشمی کو بخار ہو گیا۔ مایا رات دن خدمت گزاری میں ایک کر دیا۔

کنج بابو۔ مایا رات دن کی مصروفیت سے کہیں تم بھی نہ بیمار پڑ جانا۔ اس لئے میں ماں کی خدمت کے لئے دوسرا آدمی لا دوں گا۔

بہاری۔ " کنج بابو! کیوں گھبراتے ہو۔ مایا تو ہی خدمت کرنے دو یہ تن دہی اور سرگرمی سے اس ڈیوٹی کو سر انجام دے رہی ہے۔ دوسرا کوئی اس قدر ہمدردی دل سوزی سے خدمت نہیں کر سکتا۔"

کنج نے بیمار ماں کے پاس منٹ منٹ بعد جانا شروع کر دیا۔ ہمدردی محبتی مایا کو یہ برا لگا۔ آخر تنگ آکر مایا نے کہہ دیا۔ کنج بابو یہاں رہ کر آپ کام دام تو کچھ نہیں کرتے۔ مگر اپنے پڑھنے کا بے فائدہ نقصان کرتے ہو۔

کنج۔ اس طرح مایا کے ہر وقت پیچھے رہتا۔ جس طرح بلی چوہے کے۔ جس کو مایا ہرگز نہ چاہتی۔ خواہ اس کے دل میں یہ بڑی خواہش تھی۔ کہ میں کنج بابو کے دل میں جگہ حاصل کر دوں۔ وہ آنکھ دل ہی دل میں کہتی۔ یہ بیمار ماں کے پاس بھی میری ہی تاک جھانک میں لگا رہتا ہے۔ بدایں صورت وہ اس سے نفرت کرتی۔

کنج نے اپنے دل میں عہد کر لیا۔ خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو کالج ہر روز جایا کروں گا۔ ان دنوں اس کا مزاج کسی حد تک رد کھا اور چڑچڑا ہو گیا تھا۔ معمولی معمولی باتوں پر بھی وہ کر دنا سے بگڑ جاتا تھا مگر بھولی بھالی کر دنا۔ جس نے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی قبر کھودی تھی

سر نیچا کر کے سب کچھ برداشت کرنی
اچانک دوپہر کے بعد کنج بابو باغ میں ٹہل رہا تھا۔ کہ بیمار ماں کے کمرے سے کہار نکلا۔ کنج نے اس کے ہاتھ میں لفافہ دیکھ کر پوچھا "یہ خط کس کا ہے؟"
"بہاری بابو کا ہے"
"کس نے دیا ہے"؟
"بڑی بہو نے حضور!"
"دکھاؤ تو۔ یہ کہہ کر کنج نے خط لے لیا۔ خواہش ہوئی۔ کھول کر پڑھ لوں۔ مگر ضمیر نے ایسا کرنے کی اجازت نہ دی۔ مجبوراً دو چار بار چاروں طرف الٹ پلٹ کر کنج بابو نے لفافہ کو واپس کر دیا۔ کھول کر نہ پڑا۔ اگر کھول کر پڑھ لیتے۔ تو بہت حیران ہوتے۔ کیونکہ مایا نے بہاری سے ماں کے کھانے پر مشورہ لیا تھا۔ کیونکہ بوا یعنی کلشمی ساگودانہ کھانا نہیں چاہتی تھی۔ اس لئے مایا نے لکھا تھا۔ کہ کیا ان کو دال کا پانی دے دوں۔
ماں کی بیماری پر مایا بطور تیمارداری کے دوا خوراک یا کسی قسم کے پرہیز کے بارے میں کنج سے کچھ نہ پوچھتی تھی۔ مگر بیماری کے ہر اشارے پر ماں کا پورا خیال رکھتی
کنج سوچتے سوچتے حیران ہو گیا۔ آخر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ آرام کرسی پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب چاروں طرف دیکھا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک دیواری تصویر کا دھاگا ٹوٹ چکا ہے۔ اور تصویر گرنے ہی والی ہے۔ بس اس کی ساری پریشانی غصہ میں تبدیل ہو گئی۔ فوراً کرونا کو سخت ڈانٹ بتا کر کہا۔ تمہیں کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ اشارہ کر کے اس طرح ہی چیزیں خراب ہوتی جاتی ہیں"

بعد میں میز پر جو دیکھا۔ پھولدان میں پھول بالکل خشک ہو رہے تھے۔ کیونکہ کئی دن ہوئے جب مایا کچھ پھول باغ سے توڑ کر لائی تھی۔ اور اسے پھولدان میں چن کر کنج بابو کی میز پر رکھ دیا تھا۔ اس پر دھیان جاتے ہی غصے سے سر ابھار کر کہنے لگا۔ یہ خشک گلدستہ جب تک مایا ہی نہ آ کر پھینکے گی تب تک ایسے ہی رکھا رہے گا۔ اتنا کہہ کر غصے میں پھولدانی معہ گلدستہ کے اٹھا کر زور سے پھینک دی۔ وہ زینے پر ٹھکراتی ہوئی نیچے چلی گئی

کنج پھر بحالت پریشانی سوچنے لگا۔ کرونا میری خواہش کے مطابق کیوں کام نہیں کرتی۔ وہ کیوں دن بدن لاپرواہ اور بدسلیقہ ہوتی جاتی ہے۔ اب وہ مجھے خوش نہیں رکھ سکتی۔ ان خیالات کے سوچتے سوچتے کنج کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔ اس نے نفرت آمیز نگاہوں سے کرونا کو دیکھا۔ جس سے کرونا بچاری سہم گئی۔ اس کا رنگ زرد ہو گیا۔ اور پلنگ کا پایہ پکڑ کر کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ ہونٹ کانپنے لگے آخر خوف کے مارے وہاں سے چلی گئی۔

کنج آہستہ آہستہ جا کر پھولدان اٹھا لایا۔ کمرے کے ایک کونے میں جو میز تھی۔ جس پر وہ پڑھا کرتے تھے۔ اس کے پاس ہی کرسی پر بیٹھ سر میز پر رکھ بہت دیر سوچتے رہے۔

شام کو نوکر ہی لیمپ جلا کر کمرے میں رکھ گیا۔ مگر کرونا نہ آئی کنج بے تاب ہو کر باہر برآمدے میں ٹہلنے لگا۔ نو بج گئے رات کی مہیب سیاہی ہر چہار طرف پھیل گئی۔ تو بھی کرونا نہ آئی۔ آخر کنج نے اسے بلا بھیجا۔ کرونا ڈرتی ڈرتی آ کر دروازے کے باہر کھڑی ہو گئی۔ کنج نے آہستہ سے آ کر چھاتی سے لگا لیا۔ کرونا نے بھی ہچکیاں بھر بھر کر رونا شروع کر دیا۔ تب کنج نے بڑے پریم سے اس کے آنسو پونچھے۔ ہنسنے

لگا۔ پیار کیا۔ تب وہ چپ ہو کر پھر اس کے پریم میں مست ہو گئی
کنج نے بستر پر جاتے ہوئے کہا۔ اس ماہ میری نائٹ ڈیوٹی زیادہ ہو گئی۔ اور گھر سے کالج جانے میں سخت تکلیف ہوگی۔ اس لئے میرا خیال ہے۔ ہوسٹل میں ہی کچھ دن رہوں۔
کرونا نے سمجھا ابھی تک غصہ رفع نہیں ہوا۔ مجھ سے ہی ناراض ہو کر بورڈنگ میں رہنا چاہتے ہیں۔ مجھ سے ان کو تکلیف ہوئی ہے۔ اس جینے سے مرنا ہی بہتر ہے۔ نہ مجھے کوئی سلیقہ ہے۔ نہ سمجھ میں ان کو کس طرح سے کہوں کہ آگے کبھی تو نائٹ ڈیوٹی یہاں سے ہو ہی جایا کرتی تھی۔
لیکن کنج کی بات چیت اور سلوک سے ناراضگی کے کوئی آثار نظر نہ آتے تھے۔ وہ اسی طرح کرونا کو سینے سے لگائے بالوں کو بکھیرنے لگے۔ جس سے کرونا کا جوڑا ڈھیلا ہو گیا۔ اور وہ اسی طرح پتی کی گود میں پڑی سوچتی رہی
یکایک کرونا کے منہ پر گرم گرم آنسو کی بوند پڑی۔ کرونا نے نہایت برائی اور تعجب سے کنج کو دیکھا۔ کنج نے رقت آمیز لہجہ میں کہا۔ "مجھ سے قصور ہوا ہے۔ معاف کر دو۔"
کرونا نے جواب نہ دے کر اپنے نازک نازک بازو اس کے گرد لپٹا لئے۔ پھر اپنی ملائم انگلیوں سے کنج کا منہ بند کر کے کہا۔ "ناجی ایسی باتیں نہ کیا کرو۔ آپ نے تو کوئی قصور نہیں کیا۔ قصور تو سب میرا ہی ہے۔ اس داسی کو جو بھی سزا تجویز کریں دیں۔ اور مجھے اپنے چرنوں سے الگ نہ کریں۔"
اسی دن صبح اٹھتے ہی کنج نے کہا۔ کرونا میری زندگی بغیر تمہارے کسی کام کی نہیں ہے۔ تو تو میری روح رواں ہے۔ میرا پسند تمہاری

محبت کا آرام گاہ ہے۔ تیری تصویر نقش حجر ہو چکی ہوئی ہے۔ اب تم کو میرے دل سے کوئی نہیں ہٹا سکتا۔

کرونا۔ جی کڑا کر کے "آپ نے مجھے روز ایک خط لکھنے رہنا"

"تم نے بھی اس کا جواب دینے رہنا"

"مجھے تو لکھنا نہیں آتا"

کنج۔ پیار سے بالوں کو سنوارتے ہوئے "تم تو پریم یوگنی سے بھی اچھا لکھ سکتی ہو"

"آپ مجھے مذاق کر رہے ہیں"

غرضیکہ اسباب باندھا گیا۔ اور نوکر نے آکر کہا۔ بابو جی گاڑی تیار ہے۔ مگر کنج نے کوئی جواب ہی نہ دیا۔ دوبارہ کہنے سے آخر اس نے کہا۔ ابھی گاڑی کھول دو

رفتہ رفتہ تیسرا پہر ہوا شام ہوئی۔ تب تک کنج سے کرونا نے خط کا جواب لکھنے کا وعدہ لے ہی لیا۔ اس کے بعد دونوں طبیعت پر ضبط کر کے ایک دوسرے سے الگ ہوئے۔

دو دن کے بعد لکشمی اٹھ کر بیٹھی ہوئی مایا کے ساتھ تاش کھیل رہی تھی۔ کہ کنج نے آکر کہا۔ ماں آج کل کالج میں مجھے رات کو بھی کام کرنا پڑتا ہے۔ اسی لئے میں نے بورڈنگ میں رہنے کا انتظام کیا ہے۔

تو جاؤ۔ دل میں ناراض ہو کر "یہاں رہ کر پڑھنے میں ہرج کیوں کرتے ہو۔ اور رنج سے تکیہ پر سر رکھ کر لیٹ گئی مایا سے کسی قسم کی بات بھی نہ کی۔ اور کنج چلا گیا

مایا اپنے دل میں کہنے لگی۔ معاملہ کیا ہے۔ غرور اور غصہ ہے یا خوف۔ شاید مجھے دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ مجھے تیری پروا نہیں۔ ...اس

دور چلا جاتا ہوں ۔ وغیرہ وغیرہ

کنج کے چلے جانے سے مایا کا چت بھی اداس رہنے لگا ۔ ہر وقت بے چین رہتی ۔ کنج کو وہ روز اپنے نخروں کے جال میں عجب ہنر مندی سے جکڑتی ۔ اور اپنے نظر ہی تیر و کمان سے اس کے دل کو چھیدتی رہتی ۔ جس سے مایا کا دل کچھ سکھ شانتی اور خوشی محسوس کرتا کنج کے چلے جانے سے مایا کی دلی مسرت کبھی رخصت ہو گئی ۔ وہ ہی گھر جو پہلے جنت نظیر تھا ۔ کاٹنے کو آنے لگا ۔ اسے سارا گھر ہی سونا سونا معلوم ہونے لگا جس طرح شرابی نشہ کے اتر جانے کے بعد تھکاوٹ محسوس کرتا ہے ۔ اسی طرح مایا کا دل بھی سب اداس ہو گیا جس کنج نے مایا جیسا رتن بے بہا لینے سے انکار کر کے اس کی زندگی خراب کر دی تھی ۔ اسی کنج کو مایا آج کل نہایت پیار و محبت سے دیکھتی ۔ جس سے اس کے خون کی حرارت تیز ہو جاتی ۔ غرض یہ کہ مایا کنج سے پیار کرتی ہے ۔ یا دشمن سمجھتی ۔ اس کو اپنا دل نذر کرے گی یا سزا دے گی ۔ یا خود یہ نہ سمجھتی تھی ۔ کنج کرونا جیسی عقل سے خالی لڑکی کو قبول کر کے ۔ جب پیار کرتا ۔ تو مایا کے دل کو آگ سی لگ جاتی ۔ وہ آگ پریم اور حسد دونوں سے پیدا ہوتی تھی ۔ اس کو مایا خود بھی نہ سمجھ سکتی تھی ۔ مایا اکثر ہنس کر دل سے کہتی ۔ اگر میرے جیسی کسی دوسری عورت کی حالت ہو ۔ تو کبھی کی زندہ درگور ہو جاتی ۔ مگر میں نہیں جانتی ۔ کہ انہیں ماروں یا خود مروں

مایا خود جلتی اور جلاتی بھی تھی ۔ مگر پھر بھی وہ کنج کی بڑی ضرورت سمجھتی تھی ۔ کیونکہ اسے آج تک جب سے بیوہ ہوئی تھی ۔ اپنے آتشی زہر میں بجھے ہوئے بان چلانے کا موقع ہی نہ ملا تھا ۔ اب وہ سمجھتی کس کو ناز کر کے آنکھیں مٹکا ٹیڑھی چال چل کر دکھاؤں گی ۔ یہ ہی

سوچتے سوچتے من کو دھیرج دینے کی خاطر کہنے لگی۔ کہاں چلے جائیں گے۔ آخر یہاں ہی آئیں گے۔ وہ آخر میں میرے ہیں اور میرے ہی رہیں گے۔

تیسرے دن کنج کو ایک خط ڈاکیہ دے گیا۔ لفافہ ہاتھ میں لے کر کنج نے دیکھا۔ اس کی نظر نے فوراً ان حروفوں کو شناخت کر لیا دن کے وقت اس نے اس پریم پتر کو کھولنا مناسب خیال نہ کیا اس لیے اسے اپنے کوٹ کے اندر کی جیب میں بڑی احتیاط سے رکھ لیا۔ کالج میں لیکچر سنتے۔ ہسپتال میں مریضوں کو دیکھتے ہوئے کنج محسوس کرتا۔ کہ کہیں سے محبت کی شیریں بھینی بھینی خوشبو آرہی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی خواہش لفافہ چاک کرنے کی دم بدم تیز ہوتی جاتی۔ لیکن یار دوستوں کے ڈر کے مارے رات کے وقت کھولنے کو ٹال دیتا۔ اور دل کو تسلی دے لیتا

خدا خدا کر کے شام ہوئی۔ تو کنج نے اپنے کمرے میں داخل ہو کر اندر سے زنجیر چڑھا دی۔ اور لیمپ روشن کر کے آرام کرسی پر آرام سے بیٹھ گیا۔ اور جلدی سے بے تاب ہو کر سینے سے لگے ہوئے پریم پتر کو نکال کر ہاتھوں میں لیکر کافی دیر اپنا ایڈریس ہی دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا رہا۔

کنج سمجھنے لگا۔ کہ خط میں دس بیس الفاظ سے اور کچھ زیادہ تو نہ ہوں گے۔ نہ ہی اسے اتنی امید تھی۔ کہ کرونا اپنے دلی خیالات کو لفظی جامہ پہنا سکے گی۔ غرض کہ وہ اپنے خیال میں ہی سمجھنے لگا۔ کہ چند ٹیڑھے ترچھے الفاظوں سے اپنے دلی محبت کا اظہار کیا ہوگا۔

کنج نے آہستہ آہستہ پریم میں مگن ہو کر سلیقہ سے لفافہ کھولا جس سے ایسنس کی خوشبو بھڑک کر نکلی اور کنج کے ناک میں داخل

ہو گئی۔ کنج کو یاد آ گیا۔ کہ یہ شیشی اس نے بطور تحفہ کرونا کو اس
دن پیش کی تھی۔ جس دن وہ ناراض ہو گئی تھی۔ وہ ہی خوشبو کنج
کے دل و دماغ میں بس گئی۔

لفافہ کھول کر اس نے اسے سینہ سے لگا لیا۔ پھر کئی دفعہ چوما
تب بھی جوشِ محبت کم نہ ہوا۔ تو آنکھیں بند کر کے کتنا ہی عرصہ
لیٹے رہا۔ آخر کافی عرصہ کے بعد ہوش آنے پر خط کو کھولا
جسے دیکھ کر کنج حیران رہ گیا۔ کیوں کہ موٹے بھاری ڈھنگے ٹیڑھے
الفاظوں میں تین سطریں بھی سیدھی نہیں۔ سوچنے لگا۔ خط تو
کرونا کا ہی لکھا ہوا ہے۔ مگر الفاظ کی بندش اس کی اپنی نہیں
خیال کسی اور کے ہی نقل کئے ہوئے ہیں۔

نفس مضمون خط کا اس طرح سے تھا۔

پریتم
جب سے بھولنے کی خاطر آپ گھر سے چلے گئے ہیں۔ اس کی یاد میں
اس مختصر سے کاغذ کے ٹکڑے پر کیا لکھوں۔ جس سے آپ کی یاد
محبت پھر سے تر و تازہ ہو جائے۔ جس بیل کو جڑ سے اکھیڑ کر آپ
نے زمین پر پھینک دیا۔ وہ اب کون سامنے لے کر آپ کی محبت کی

ڈوری کا سہارا لے کر اوپر چڑھنے کی خواہش کرے۔ وہ مٹی میں کیوں نہ مل گئی۔ اس پتر سے آپ کی یاد کیا تازہ ہوتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک منٹ کے لئے میں یاد آ گئی۔ تو اس سے دل میں کس قدر چوٹ لگ سکتی ہے۔ مگر آپ یہ بھول جانا۔ مجھے تو کانٹے کی طرح چبھتا جا رہا ہے۔ دن رات میں کسی وقت بھی چین میسر نہیں ہوتا۔ کام دھندا کرتے وقت بھی وہ ہی کانٹا کھٹکتا رہتا ہے۔ کاش! اپنی طرح بھول لینے کی ترکیب مجھے بھی بتا جاتے۔ اچھا اب بذریعہ خط اس درد کی دوا بھیج دیجیں۔ ے تم ہی نے درد دیا۔ تم ہی دوا دینا۔

پربھو! آپ کی میں ایک ادنےٰ سیوک ہوں۔ جس کا دنیا میں اور کوئی نہیں۔ کبھی وہ بھی وقت تھا۔ کہ ما اور سکھی سہیلیوں میں رہا کرتی تھی۔ اور اب آ کی داسی آپ کے گھر میں عیش و عشرت کی ز اگر آپ مجھ پر پیار و محبت کی نظریں نہ ڈا بے دام داسی بن کر رہنا پڑتا۔ تو بھی سکتی تھی۔

ناتھ! مجھے تو خود ہی معل ہیں۔ جس کی وجہ سے آپ میں ایک دفعہ تو آسمان پر سے آپ گئے ہیں۔ میر طرح مٹا دی ہے۔ جانتے۔

سوامی جی! جب سے مجھے چین نہیں

میں نہیں آتی۔ کہ آپ مجھے کیوں اکیلے چھوڑ گئے۔ کیا گھر میں رہ کر آپ
مجھے نہ چھوڑ سکتے تھے۔ اتنی دور رہنے سے تو میرا دل اکثر آپ کی یاد
میں رہ رہ کر گھبراتا رہتا ہے۔ مہاراج کیا گھر بھر میں آپ کے پیچھے
بچھڑے کی طرح تھوڑے ہی لگی پھرتی تھی۔ اگر آپ چاہتے۔ تو مجھے
نہ سکتے تھے۔ کہ میں ایک کوٹھڑی میں ہی پڑی رہوں۔ تو کبھی میں
آپ کے حکم کے بغیر درشن کو حاضر نہ ہوتی۔
اگر مجھ سے نفرت ہی تھی۔ تو بھی جانے کی ضرورت نہ تھی۔ مجھے
ہ آنکھوں سے دور کہیں بھیج دیتے جس سے آپ کے دل کو تسلی
۔ آپ کو میرے لئے جانے کی ضرورت نہ تھی۔ جس طرح آئی تھی
ے جاتی۔ اتنی گھبراہٹ کی تو چنداں ضرورت ہی نہ تھی۔
ہے۔ یا گورکھ دھندا کچھ سمجھ نہیں آتی۔ یہ کیسی ترجمانی

نے دوبارہ سہ بارہ جب اس خط کو پڑھا۔
ا۔ یہ سب مایا کی مایا رچی ہوئی ہے۔ اس
ہوئے سانپ کی طرح غش کھا کر ہکا
کی طرح گرا۔ چند سکنڈ کے بعد ہوش
پر ایک رنگ آتا اور ایک جاتا
بشش و پنج میں تھی۔
۔ مگر پھر بھی میسر نہ ہوا
نیا لطف آتا ہے۔ اسی طرح

ط مایا کے دل کا عکس
ے آئینہ دل پر نقش

ہو رہے ہیں۔

یہ خط مایا نے لکھا تھا۔ کرونا نے اپنا سمجھ کر حرف بحرف ویسے ہی لکھ دیا۔ پہلے جن باتوں کا خیال بھی کبھی کرونا کو نہ آیا تھا۔ وہ بھی باتیں مایا کے لکھانے کے مطابق خط لکھتے وقت اسے سوجھنے لگیں۔

غرضیکہ نقل اصل ہوگئی۔ کنج کی جدائی سے جو نیا دور اس کے دل میں اٹھا تھا۔ اسے کرونا اتنی خوش اسلوبی اور دردناک پیرایہ میں ہرگز ہرگز ادا نہ کر سکتی تھی۔ وہ سمجھنے لگی۔ میری سکھی نے میرے دل کا حال کیسے معلوم کر لیا۔ کیسے اس نے میری سب باتیں پورے طور سے سمجھ کر خط نہایت خوب صورت ڈھنگ سے لکھا دیا۔

ان باتوں کو سوچ کر کرونا کے دل میں مایا کی عزت و توقیر کے لیے ایک نئی جگہ پیدا ہوگئی۔ کیونکہ جو درد اس کے دل میں تھا۔ اس کے ادا کرنے کا ڈھنگ کرونا تو نہ جانتی تھی۔ مگر مایا کے پاس اس کے اظہار کے لیے پورے پورے خوبصورت الفاظ تھے۔ جن کا اثر کنج اور کرونا پر بھی مایا کے لیے نہایت تسلی بخش تھا۔

کنج کرسی سے اٹھتے ہوئے بھویں چڑھا کر بڑی نفرت کے ساتھ مایا کے اوپر غصہ کرنے کی بڑی کوشش کی۔ مگر غصہ کرونا پر ہی آیا مایا کو نظر انداز کر کے کنج نے خیال کیا۔ کہ یہ خط کرونا کی بجائے کسی اور ہی کی یاد دلاتا ہے۔ جس سے دل کی خلش بجائے کم ہونے کے کچھ بڑھ جاتی ہے۔ یہ کہ کر پھر خط کو پڑھنے لگا۔ فرض کیا یہ خیالات کرونا ہی کے ہوں۔ مگر اسے اس کے ادا کرنے کا بالکل ہی شعور نہیں ہے۔ مگر اس خط میں دل کی محبت کا رونا کچھ ایسے پریم بس ہوکر لکھا ہے۔ کہ جس کو پڑھ کر عجب نشہ سا محسوس ہوتا ہے جس کی لے میں میں اپنے ہوش و حواس بھی گم کر چکا ہوں۔ پتہ نہیں یہ

مستی کس طرح سے اترے گی۔ فقرے کچھ ایسے ڈھنگ سے تراشے گئے ہیں۔ کہ جن کو اتنی بار پڑھ لینے کے بعد بھی بار بار پڑھنے کی خواہش دم بدم تیز ہو رہی ہے۔ اب اس خط کو جلا کر مخلصی حاصل کرنی چاہیئے اور دل کو سنبھال کر کالج کے کام میں لگاؤں

کنج یہ سوچ کر کرسی سے اٹھا میز کے پاس ٹیبل لیمپ پڑا ہوا تھا خط لیمپ کے پاس لے گیا۔ مگر جلا یا نہیں۔ بلکہ ایک دفعہ پھر پڑھا دوسرے دن نوکر جب کمرے کی صفائی کرنے گیا۔ تو اسے میز پر کاغذ کی راکھ ملی۔ مگر وہ راکھ کرونا کے محبت بھرے خط کی نہ تھی بلکہ کنج نے اس خط کا جواب لکھتے ہوئے کئی کاغذ خراب کر کر کے جلائے تھے۔ وہ راکھ ان ہی کی تھی۔

چند دن بعد ایک اور خط ملا

سوامی جی! آپ نے میرے خط کا جواب کیوں نہیں دیا اچھا آپ کی مرضی۔ مگر باوجود آپ کے خط نہ لکھنے کے بھی میں نے آپ کا جواب اپنے ہی دل سے پا لیا ہے۔ کیونکہ بھگت جب پریم کے بس ہو کر ایشور کی یاد میں مگن ہو جاتا ہے۔ تو پربھو اس کے چت کی جوالا یہ چندرمہ کرکے لو کو اور بھی تیز کر دیتے ہیں۔ جس طرح پریمی پریم کے بس ہو کر نا پرکار سے ایشور کی استت کرتا ہے۔ چڑھاوے کے لئے مختلف اقسام کی اشیا بہم پہنچاتا ہے۔ جس سے اس کی لگنی کی خواہش ہوا کرتی ہے۔ ایسے آپ میری بار بار پکار تھا سن کر کانوں میں تیل نہ ڈال لیں بلکہ شوجی کی مانند ساکھشات درشن دے کر بردان دیں۔ معلوم ہوتا ہے میرے ٹوٹے پھوٹے الفاظوں سے نامکمل مجموعے کو آپ کے چرنوں میں جگہ مل

گئی۔ مگر بھگت کی پوجا لینے میں اگر ایشور کا بت بھنگ بھی ہوتا ہو تو اس سے میرے دل کے مالک روٹھنا نہیں۔ خواہ بردان دیں یا نہ دیں۔ آنکھ اٹھا کر دیکھو یا نہ دیکھو۔ تو بھی پوجا چڑھائے بغیر بھگت کی گتی نہ ہوگی۔ اس لیئے آج بھی چند حروف لکھ رہی ہوں۔ امید ہے۔ میرے پتھر کے ٹھاکر پریشان نہ ہوں گے۔

آج پھر پنج نے خط کو کئی دفعہ پڑھا۔ تو بھی جواب نہ سوجھ سکا۔ آخر تنگ آکر قلم دوات لے کر جواب لکھنے کو بیٹھا

مگر کرونا کو خط لکھنے میں مایا کی باتوں کا جواب خود بخود قلم سے نکلتا تھا ہرچند ایسے طریقہ سے چھپا چھپا کر اس نے مایا کی باتوں کا لکھا۔ تو پھر بھی اس نے راز کو فاش ہونے کا خیال کر کے خط کو پھاڑ دیا۔ غرضیکہ اسی طرح بارہ بجے رات تک خط لکھا اور پھاڑا۔ یہی عمل جاری رہا بارہ بجے کے بعد آخر تنگ آکر ایک خط لکھا اور لفافے میں بند کر کے کرونا کے نام لکھنا چاہا۔ کہ اتنے میں جیسے کسی نے پیچھے سے ہاتھوں کو پکڑ لیا ہو یا کوئی فرشتہ خصلت خیال دل پر اس قدر قابض ہوا کہ اس نے وہ خط بھی پھاڑ کر لیمپ پر جلا دیا۔ اور بڑبڑانے لگا۔ او دغاباز۔ وشواس کرنے والی لڑکی سے ایسا چھل کپٹ اچھا نہیں۔ اس سے وشواس گھات ہوتا ہے

ان ہی خیالات میں تمام رات ہی میز پر کہنیاں ٹکا منہ کو پنسل سے کھود کھدا کرتے ہوئے سوچتا رہا۔

پھر تیسرا خط آیا

میرے پرکھو!

شاید میں آپ کے من کی گتی کو اچھی طرح نہ سمجھ سکی۔ اس لئے میں اس قدر جرأت کرتی ہوں۔ آپ کے چلے جانے کے بعد

بہاری - (چڑکر) "تم ہمیشہ اپنی خوش خلقی اور نرم مزاجی کے ہی راگ گایا کرتے تھے۔ لیکن آج وہ نرم دلی کہاں ہرن ہو گئی تم تو یہاں میرے ساتھ گپ شپ کر رہے ہو۔ مگر وہاں تمہاری یاد میں کرونا جو بیس گھنٹے کمرے میں بیٹھی رویا کرتی ہے"

کنج کرونا کا رونا سن کر دل تھام کر رہ گیا۔ لفظ رونے کے تیر کی طرح اس کے کلیجے پر لگے اور وہ سوچنے لگا۔ کیا گھر میں اور کسی کے دکھ سکھ کا بھی انحصار میرے اوپر ہے۔ لیکن وہ اس نئے نشے میں بابا کو بالکل ہی نظر انداز کر گیا۔

کنج۔ چونک کر "کرونا روتی کیوں رہتی ہے"

بہاری - بڑی تیزی سے "یہ تمہیں نہیں معلوم ہو سکتا۔ میں ہی جانتا ہوں۔"

"بہاری بابو! میں کوئی انتریامی نہیں ہوں۔ کہ ہر ایک بات کو معلوم کر لیا کرو۔ اگر ایشور نے مجھے سروگیہ نہیں بنایا۔ تو اس میں میرا کیا دوش ہو سکتا ہے۔ یہ تو بنانے والے کا قصور ہے"

بہاری کے اس جوش کو دیکھ کر کنج حیران رہ گیا۔ کنج جانتا تھا کہ بہاری نہایت ہی خشک مزاج آدمی ہے۔ مگر وہ بھی سوچے گا یہ نیا عشق کا سودا اس نے کب خریدا۔

شاید جس دن کرونا کو دیکھنے گئے تھے۔ اسی دن سے اس سبق کو پڑھ لیا ہو۔ افسوس بیچارہ بہاری بڑا ہی بدنصیب ہے۔ دل میں یہ سب کہہ دیا۔ مگر اس سے کنج کو دکھ نہیں ہوا۔ بلکہ ایک قسم کا لطف محسوس کیا۔

کنج اس بات کو اچھی طرح سے جانتا تھا۔ کہ کرونا کے دل میں کسی کی مورتی برجمان ہے۔ اس بات کو کنج اچھی طرح سے جانتا تھا کہ

آدمی کے لئے جو پیار کی چیز ہو۔ اسے وہ نہیں مل سکتی۔ اور میرے پاس ہمیشہ کے لئے ہے۔ اس لئے میری وہ خاص ملکیت ہے۔

یہ خیال آتے ہی اس کا دل سانویں سامان پر جا پڑا۔ اور کہنے لگا کنج "اچھا اگر آپ کی خواہش جانے کی ہے۔ تو چلو گاڑی بلا لیں"

جس دفت کنج گھر پہنچا۔ اس کا منہ دیکھتے ہی کرونا کے تمام شکوک حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔ بجائے گلہ کے اپنے خطوط کی یاد آوری سے اسے ایسی ندامت دامنگیر ہوئی۔ کہ وہ کنج سے آنکھ تک نہ ملا سکی۔

کنج (آخر کچھ عرصہ انتظار کے بعد) میٹھی چھیڑ کے ساتھ کہا "چھوڑ جانے۔ اور بھول جانے کا الزام لگا کر تم سے ایسے خطوط کس نے لکھوائے تھے اتنا کہہ کر کئی بار کے پڑھے ہوئے خط کنج جیب سے نکال کر ہاتھ میں پکڑ لئے۔

کرونا (کانپتی ہوئی بیتاب ہو کر "میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں ان خطوں کو پھاڑ کر پھینک دو۔ یہ کہہ کر کنج کے ہاتھ سے خط چھیننے کی کوشش کرنے لگی"۔

کنج (خطوط احتیاط سے جیب میں رکھ کر) "میں کام سے بورڈنگ گیا تھا۔ مگر تم نے اور ہی خیال کر لیا۔ اور فضول مجھ پر الزام تھوپ دیا"

کرونا (آنسو بھر کر رقت آمیز لہجہ میں "اب کے معاف کر دو آئندہ ایسا نہ کروں گی۔"

"کبھی نہیں"

تب کنج نے کرونا کو بڑے پریم سے گلے لگا لیا۔

کرونا (مٹھوڑی کو کھجلاتے ہوئے) "خط واپس کر دو۔ پھاڑ کر پھینک دوں۔"

"وہ نہیں رہنے دو۔ ان الفاظ میں اصرار تھا۔"

"ان خطوط کو بطور یادگار رکھنے کا ادھار ہے کیا؟"

ان خطوط کے واقعہ سے کرونا کا دل مایا کی طرف سے پھر گیا۔ وہ شوہر کے آنے کی خوشخبری دے کر اپنی سہیلی کو خوش کرنے کے لیئے نہیں گئی۔ بلکہ مایا کا سامنا ہونے پر بھی نظر بچا کر دوسری طرف نکل گئی۔ مایا جیسی عقل مند عورت سے بھلا کوئی کیوں کر چھپا سکے گا وہ سب کچھ سمجھ گئی۔ اور کام کاج میں لگ کر دور ہی دور رہنے لگی

کنج۔ یہ عجیب بات ہے۔ میں نے تو سوچا تھا۔ کہ اب مایا آزادی سے ملے گی۔ مگر یہاں رنگ ہی دگرگوں پایا۔ اب مجھے ان تحریر شدہ خطوں کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔

گھر آنے سے پیشتر کنج نے عورتوں کے دل کا اسرار جاننے کی خواہش کرنے کا ارادہ پختہ کر لیا تھا۔ من ہی من میں اکثر کہا کرتا تھا۔ کہ مایا اگر پاس آنے کی خواہش بھی کرے گی۔ تو میں دور ہی دور رہوں گا۔ لیکن آج اسے رہ رہ کر یہ ہی خیال ستانے لگا۔ کہ یہ تو ٹھیک نہیں۔ مایا کے ساتھ بات چیت ترک کر دینی کہاں کا انصاف ہے۔

کنج "کرونا آج کل تو میں تمہاری سکھی کی نظروں میں خار کی طرح ہر وقت کھٹکتا رہتا ہوں۔ نہ اس کے کبھی درشن ہی ہوتے ہیں"

کرونا (مایوسانہ انداز سے) "نہ معلوم اسے کیا ہو گیا ہے۔؟"

اتنے میں لکشمی نے گھبرائی ہوئی آواز سے کہا۔ مایا کسی صورت میں اب یہاں رہنا نہیں چاہتی۔ گھر جانے کے لیئے کہہ رہی ہے۔

کنج۔ (چونک کر) مگر سنبھل کر بولا۔ "کیوں ماں؟"

"نہ جانے بیٹا اس کا کیا خیال ہے۔ اس مرتبہ تو وہ کسی طرح بھی رضامند نہیں ہوتی۔ اور ایک تم ہو کہ کسی کی خاطر وغیرہ کرنا ہی نہیں جانتے۔ بھلے آدمی کی لڑکی دام محبت میں مبتلا ہوئی پڑی ہے۔ اگر آپنے آدمی کی طرح اس سے سلوک نہ ہوگا۔ تو وہ کیسے رہ سکے گی"

"اچھا میں جاکر پوچھتا ہوں"

مایا اپنے سونے کے کمرے میں بیٹھی بستر کی چادر سی رہی تھی۔ کہ کنج۔ نے جاتے ہی پکارا "آنکھ کی کرکری"، جو کچھ

مایا۔ (سنبھلتے ہوئے باقاعدہ بیٹھ کر) "کنج بابو ہیں!"

کنج۔ (قہقہہ لگاکر) "واہ کنج بابو کب سے آ گئے ہیں۔"

مایا پھر چادر سینے کے بہانے آنکھیں چادر پہ لگاتے ہوئے بولی "تو پھر کیا کہا کروں"

"جو اپنی سکھی کو کہا کرتی ہو"

"کیا؟"

"آنکھ کی کرکری"

مایا نے پہلے کی طرح ہنس کر جواب نہیں دیا۔ بلکہ چپ چاپ چادر کی سلائی کرنے لگی۔

"معلوم ہوتا ہے۔ میرا تمہارا ٹھیک وہ ہی رشتہ ہو گیا"

مایا۔ (کچھ ٹھہر کر) سلائی کے تاگے کا سرا دانتوں سے کترتے ہوئے بولی۔ یہ میں کیا جانوں۔ اس کو تو آپ ہی جانیں۔ اتنا کہہ کر اپنے خیالات کو دباتے ہوئے سنجیدگی سے کہنے لگی۔ بورڈنگ سے چلے آئے؟"

"وہاں صرف لاشوں کو کاٹ کر کب تک رہ سکتا تھا"

مایا (گنگناتے ہوئے) "آج معلوم ہوتا ہے۔ زندوں کی ضرورت ہے۔"

کنج تو ارادہ کرکے آیا تھا۔ کہ آج مایا سے ساتھ خوب ہنسی مذاق کرکے دل کا غبار نکال لوں گا۔ مگر مایا کی بات چیت سن کر رنگ ڈھنگ سے اس کی خواہشوں کا خون ہوگیا۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا۔ کہ مایا آج پہلے کی مانند خوش اسلوبی سے بات چیت بھی نہیں کرتی۔

کنج اس کے پاس بیٹھتے ہوئے۔ آخری بات کا جواب نہ دیتے ہوئے بولا " تم ہم لوگوں کو چھوڑ کر چلی جانا کیوں چاہتی ہوں۔ کیا مجھ سے کوئی قصور ہوگیا ہے۔؟"

مایا۔ (تھوڑا سا الگ ہٹ کر سر کو اوپر اٹھاتے ہوئے۔ اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو کنج سے ملا کر بولی " ضروری کام تو ہر ایک ہوتا ہے۔ آپ کس سے ناراض ہوکر گھر چھوڑ بورڈنگ میں چلے گئے تھے۔ ایسے ہی میرا جانا ضروری ہے۔ مجھے ضروری کام درپیش ہے"

کنج (کچھ دیر ٹھہر کر " نہیں کونسا ایسا ضروری کام ہے۔ جو بغیر تمہارے گئے سرانجام نہیں ہو سکتا؟"

مایا۔ (سوئی میں دھاگا ڈالتے ہوئے " بولی ضروری کام ہے یا نہیں یہ تو میں ہی اچھی طرح سمجھ سکتی ہوں۔ آپ کو اس کا اسرار کیا بتادوں"

تحمل کی صورت بنائے کنج دروازہ کے باہر ایک پیپل کے درخت پر دیکھتے ہوئے چند منٹ بالکل خاموش بیٹھا رہا۔ اور مایا بھی چپ چاپ چادر سینے کی سوئی چلاتی رہی۔ دونوں کی چپ چاپ سے ایسا سناٹا چھایا تھا۔ کہ سوئی بھی گزرتی تو آواز سنائی دیتی تھی۔

کنج۔ (بہت دیر بعد) "کسی طرح بھی نہ رہو گی۔ منت وسماجت کارگر نہ ہوگی؟"

اچانک کنج کے بولنے سے مایا چونک پڑی خیالات کی پریشانی کی وجہ

سے اس کی انگلی میں سوئی چبھ گئی۔

مایا۔ انگلی دبا کر خون نکالے ہوئے۔ بولی "اس قدر منت و سماجت کرنے کی بھلا ضرورت ہی کیا ہے۔ میرے رہنے نہ رہنے سے آپ کا تو کچھ بھی بنے اور بگڑے گا نہیں۔"

یہ کہتے ہوئے مایا کا گلا بھر آیا۔ اس کی جھکی ہوئی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ جن کو وہ چھپا گئی۔ اور سر جھکا کر بڑے پریم سے سلائی کرنے لگی۔ واقعی سمجھے ہی ۔۔۔!!

کنج۔ تیزی سے مایا کا ہاتھ پکڑ کر مسرت آمیز لہجہ میں بولا "اگر آپ کے رہنے سے میرا کچھ بنتا بگڑتا ہوگا۔ تو تم رہو گی۔؟"

مایا۔ جلدی سے ہاتھ چھڑا کر الگ ہو گئی۔ جس سے کنج کا سب نشہ ہرن ہو گیا۔ کنج نے اپنی قصور کرنے والی زبان کو دانتوں تلے دبا لیا۔ اس کی زبان سے پھر کوئی بات تک نہ نکلی۔

اسی وقت اندھیرے کے مہیب سناٹے میں کرونا اندر داخل ہوئی۔ تو مایا یوں گویا ہوئی۔

مایا نے فوراً پہلے کی بات چیت کے سلسلہ میں ہنس کر کنج سے کہا "آپ لوگ اگر اس قدر اصرار کر رہے ہیں۔ تو میں بھی آپ سب کو ناراض کر کے نہ جاؤں گی۔ جب تک آپ لوگ ہنسی خوشی اجازت نہ دیں گے۔"

کرونا۔ شوہر کی کامیابی دیکھ کر مایا سے لپٹ گئی۔ اور کہنے لگی۔ تو پھر یہی بات تین بار کہہ کر اقرار کرو۔ کہ جب تک ہم لوگ نہ کہیں گے۔ تم نہ جاؤ گی"

مایا نے حسب ارشاد ایسے ہی کیا۔ تب کرونا بولی "بہن جب رہنا ہی تھا۔ تو خوشامد کیوں کرواتی ہو۔ آخر میرے شوہر سے تم رہی

گئی ہو"

مایا " بہن سچ کہتی ہوں۔ مجھے ہار ماننی پڑی ہے"

گنج۔ تاحال سنائے میں ہی چپ چاپ کھڑا تھا۔ اس کے دل میں اپنے نامناسب سلوک پر ہی شرمندگی آنے لگی۔ سوچنے لگا میں کرونا کے سامنے کس طرح پہلے کی مانند ہنسی خوشی بات چیت کروں گا۔ آخر مہر سکوت توڑتے ہوئے کہنے لگا۔ اچھا میں ہار مانتا ہوں۔ اتنا کہہ کر جھٹ باہر چلا گیا۔

تھوڑے عرصے کے بعد جب کرونا چلی گئی۔ تو مایا کو گنج نے آکر کہا " مجھے آج کی گستاخی کی معافی دے دیں"

تم نے قصور ہی کونسا کیا ہے۔ جو میں معاف کروں —— ہاں۔ تمہیں جبراً یہاں رکھنے کا ہمیں کوئی استحقاق نہیں۔"

"میں کوئی آپ لوگوں کی زبردستی سے تھوڑے ہی رہی ہوں" (اتنے میں کرونا پھر آگئی) بہن تم ہی بتاؤ جبر اور محبت کہیں ایک ہی چیز تو نہیں"

"کبھی نہیں"

"گنج بابو اگر آپ لوگ چاہتے ہی ہیں۔ کہ میں رہوں۔ میرے جانے سے آپ کو رنج ہوگا۔ اسے تو میں اپنی خوش نصیبی سمجھتی ہوں۔

کیوں بہن کرونا دنیا میں ایسے ہمدرد کتنی مشکل سے ملتے ہیں۔ جو دوسرے کے سکھ دکھ کو اپنا خیال کرتے ہوں اُن کو بھی کبھی کسی کا چھوڑنے کو دل چاہتا ہے"؟

کرونا (مایوسانہ انداز سے) بہن تم نے باتوں میں کون جیت سکتا ہے۔؟

کنج پھر جلدی سے نکل کر چل دیا۔

اس وقت بہاری بھی کشتی سے بات چیت کرکے واپس آرہا تھا۔ کہ کنج اسے دیکھ کر بولا "بہاری بابو! مجھ سا مکار گیا گزرا انسان آپ کو چراغ لے کر ڈھونڈھنے سے نہ مل سکے گا۔ یہ بات کنج نے کچھ اس زور سے کہی۔ کہ مایا نے بھی سن لی۔

مایا۔ فوراً کوٹھڑی سے اسی وقت یوں اٹھی "بہاری بابو!"

"بڑی بہو! ذرا ٹھہرو ابھی آیا"

"ذرا سنتے جانا؟"

بہاری جوں ہی اندر داخل ہوا۔ تو پہلے کرونا دو چار ہوئی جس نے نصف گھونگھٹ نکالا ہوا تھا۔ جس سے باقی چہرہ جو نظر آتا تھا۔ اس سے مغائرت یا نفرت کے کوئی آثار ظاہر نہ ہوتے تھے۔ بہاری کے داخلے کے بعد کرونا اٹھ کر جانے لگی۔

مایا۔ کرونا کو پکڑتے ہوئے بولی "بہاری بابو میری سکھی کے ساتھ تمہارا کیا سوکن کا رشتہ ہے۔ تم کو یہ دیکھتے ہی بھاگنے لگتی ہے۔"

کرونا نے شرمندہ ہو کر دونوں ہاتھ مایا کی پیٹھ پر دے مارے "چونکہ مجھے ایشور نے خوبصورت نہیں بنایا ہے۔ اس لئے شاید یہ" "سندبہن بہاری بابو کیسے لگاکر بات کہنا جانتے ہیں۔ تمہاری نگاہ انتخاب کو عیب نہ لگا کر ایشور کو ہی برا بتایا۔ ایسے نیک دل دیور کو پاکر بھی تم نے اس کی عزت نہ کی تو تمہیں کیا کہوں۔"

بڑی بہو! اگر تم مجھ پر نظرِ عنایت رکھو تو مجھے کوئی گلہ نہیں سمندر تو بھرا پڑا ہے۔ مگر پھر بھی سوانتی کی بوند کے بغیر پپیہا کی پیاس نہیں بجھ سکتی۔"

اب کرونا نہ رُک سکی۔ فوراً ہاتھ چھڑا کر بھاگ گئی
"بہاری بابو! تمہارے دوست کو آج کل کیا ہو گیا ہے۔ بتا سکتے ہو۔"

بہاری۔ حیرت انگیز لہجے میں بولا "نہیں میں تو نہیں جانتا۔ کہ کیا ہو گیا ہے!"

"کیا کہوں مجھے تو آثار اچھے نظر نہیں آتے"

بہاری گھبرا کر بیٹھ گیا۔ اور اپنی بے تابانہ نظریں مایا کے چہرے پر ڈالیں۔

مایا۔ نیچی نظر کر کے چپ سینے لگی۔

بہاری کچھ دیر انتظار کے بعد "کیا بابو کے متعلق تم نے کوئی خاص بات دیکھی؟"

"بہاری بابو کیا جانیں مجھے تو آثار کچھ اچھے نظر نہیں آتے۔ اس لئے مجھے صرف اپنی سکھی کا فکر ہے۔ اتنا کہہ کر مایا نے ایک لمبی سانس لی۔ اور چادر رکھ کر جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی

بہاری۔ بیتابانہ لہجہ میں بولا "بڑی بہو ذرا بیٹھو ——"

مایا نے کمرے کے دروازے کھول کر لیمپ کی روشنی اور تیز کر دی۔ اور سینے کی چادر لے کر دور جا بیٹھی۔ بولی بہاری بابو میں ہمیشہ تو یہاں نہ رہوں گی۔ اس لئے میرے جانے کے بعد بہن کرونا کا ذرا خیال رکھنا۔ اسے دکھ نہ ہو۔"

یہ کہتے ہوئے مایا نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ اس کا دل بیتاب ہو گیا تھا۔

بہاری جوش کے ساتھ کہ اٹھا "بڑی بہو تمہیں ضرور رہنا ہی پڑے گا۔ تمہارا وہاں بھی تو کوئی نہیں اس لئے یہاں رہ کر تم بآسانی

اپنی بھولی بھالی سکھی کی دیکھ بھال اور حفاظت کی ذمہ داری کو نبھا سکو گی۔ اگر تم اسے چھوڑ کر چلی گئی۔ تو مجھے کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا"
"وہ کیا کہے گی۔ میں یہاں اتنا زیادہ عرصہ رہ سکتی ہوں"
"تم دیوی ہو۔ لوگ خواہ کچھ کہیں۔ تمہیں دنیا کی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ اس بھولی بھالی لڑکی کو دنیا کی چوٹوں سے صرف تم ہی بچا سکتی ہو۔ بڑی بہو پہلے میں نے تمہیں نہیں پہچانا تھا۔ اس لیے معافی چاہتا ہوں۔ ایک بار میں نے بھی خیال کیا تھا کہ تم کرونا کا سکھ نہیں دیکھ سکتی۔ حسد کرتی ہو۔ مگر اب ان باتوں کا زبان پر لانا ہی گناہ ہے۔ اس دن مجھے آپ کے دل کا پتہ لگ گیا۔ مجھے تم سے خلوص عقیدت ہے۔ اس لیئے تمہارے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کئے بغیر رہا نہیں جاتا"

مایا۔ سنجیدہ صورت بناکر۔ حالانکہ وہ بہاری سے چھل کپٹ کر رہی تھی۔ مگر بھی اس کی آنکھوں سے آنسو بھر آئے۔ تھوڑی دیر کے لیے وہ محسوس کرنے لگتی۔ کہ واقعی ہی وہ نیک پاک اور درد رس دل کی دیوی ہے۔ اسے کرونا پر ایک بار تو رحم آگیا۔ جس کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

مایا کو روتے دیکھ کر بہاری بابو بھی آنسوؤں کے سیلاب کو روکتے ہوئے اٹھ کر کنج کی بیٹھک میں چلا گیا۔ کنج نے آتے ہی جو کچھ بہاری کو کہا تھا۔ اس کی تہ تک ابھی بہاری نہ پہنچ سکا تھا۔ کنج بیٹھک میں نہ تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہیں باہر گھومنے گئے ہیں۔

بہاری بھی سوچتا ہوا آہستہ آہستہ گھر کو چل دیا۔

مایا نے کرونا کو اپنے کمرے میں بلاکر بڑے پریم سے سینے کے ساتھ لگا لیا۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا "بہن میں بڑی ابھاگن ہوں

بڑی راکھشنی ہوں
کرونا - متحیر اور بیتاب ہو کر بڑے زور سے لپٹ گئی - اور محبت آمیز لہجہ میں کہا "ایسی باتیں نہ کیا کرو"
مایا - بچے کی طرح کرونا کی گود میں گر پڑی - اور کہنے لگی "بہن میں یہاں بھی رہوں گی وہاں برے کے سوا بھلا نہ ہو گا - اس لئے اب مجھے جانے ہی دو - بس جنگل میں ہی رہنے کے لائق ہوں"
کرونا "سکھی ایسی باتیں نہ کیا کرو - نہیں چھوڑ کر میں نہ رہ سکوں گی" ادہر بہاری نے سوچا - چلو مایا سے جا کر کرونا اور کنج کے بارے میں دریافت کروں - اس لئے اس نے بہانہ یہ سوچا - کہ مایا سے کہ دوں گا - کہ کل میرے ہاں کنج کی دعوت ہے -
مایا کے دروازے پر پہنچتے ہی بہاری نے آواز دی "بڑی بہو!"
اتنے میں بہاری بابو نے اندر جھانک کر دیکھا - کہ دونوں سہیلیاں آپس میں لپٹی ہوئی کھڑی ہیں - اور دونوں کی آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے - یکایک کرونا کو بھی خیال آیا - کہ ضرور آج بہاری بابو نے میری سکھی کو کوئی نامناسب بات کہی ہو گی - یہی وجہ ہے کہ مایا آج پھر جانے کا ذکر کیا ہے - بہاری بابو کی نیت صاف نظر نہیں آتی - کرونا یہی باتیں سوچتی ہوئی چلی گئی - تو بہاری خوشی خوشی مایا کے پاس گیا -
اسی رات کو کنج نے کرونا سے کہا - "میں کل صبح کی گاڑی کا شی جاؤں گا"
کرونا - کی چھاتی دھک دھک کرنے لگی - (گھبرا کر کہا "کیوں؟"
"و کئی دنوں سے چاچی کو نہیں دیکھا خواہش ہے دیکھ آؤں (؟)
کرونا ... چپ میں تو سخت شرمندہ ہوئی - کہ میں نے کیوں نہ پہلے

چاچی کو ملنا چاہا۔

بھولی بھالی کرونا اس راز کو نہ سمجھ سکی۔ کہ آج ہی مایا نے اس قدر جوش و خروش دیکھایا ہے۔ ادھر سوامی جی بے خلوص سے پیش آرہے ہیں۔ ایشور جانے یہ انقلاب میری زندگی کے واسطے سکھ کیوجہ ہو گا۔ یا دکھ کی۔ یہ خیال کر کرونا حیران تھی

کنج (تسلی آمیز لہجہ سے) "تمہیں کسی قسم کا خوف نہ کرنا چاہیئے۔ وہ تمہاری اپنا سب کچھ چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ تمہارا برا کسی حالت میں بھی نہیں ہو سکتا"

کرونا۔ نے اپنے دل سے سب مشکوک نکال دیئے۔ اور دل ہی دل میں ماسی کی تصویر کو دھارن کر کے کہا۔ موسی آپ کے ہی آشیرباد دیں میرے سوامی کا کلیان ہو۔

دوسرے دن کنج بلا اطلاع کانشی چلا گیا

مایا نے دل میں کہا۔ خود ہی بے انصافی کرتے ہیں۔ اور خود ہی روٹھ جاتے ہیں۔ ایسا شخص آج تک نہیں دیکھا

ایک دن گوری نے دیکھا۔ کہ کنج خود سامان اٹھائے آرہا ہے جسے وہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ مگر لمحہ بعد اس خوف سے گھبرا گئی کہیں

کرونا کی خاطر ماں سے ہی نہ لڑ آیا ہو۔ دل ہی دل میں کہنے لگی اتنی دور تیرتھ میں رہنے کرم دھرم اور مالک کا بھجن بندگی میں لگ گئی تھی۔ تاکہ گھر کے جھگڑوں کو بھول جاؤں۔ آج شاید کنج پھر مجھے اسی جھگڑے میں ڈال دے میرے بھرے ہوئے زخم کو نشتر لگائے۔ لیکن گوری کا سوچنا فضول ہوا۔ کنج نے چاچی سے کرونا کے متعلق کوئی بات چیت بھی نہ کی

تب گوری کو دوسرا کھٹکا ہوا۔ جو کنج کرونا کو چھوڑ کر بھی کالج جانا پسند نہ کرتا تھا۔ وہ ہی آج چاچی کی خبر لینے اتنی دور اکیلا ہی آگیا ہے۔ کیا کرونا اور کنج میں کوئی کھٹ پٹ تو نہیں رہتی

"کنج سچ بتاؤ کرونا کیسی ہے؟"

"آپ کی کرونا اب بہت اچھی طرح سے رہتی ہے۔"

"تم لوگ ابھی لڑکپن میں ہی ہو یا گھر کا کام کاج دیکھتے ہو۔"

"چاچی اب لڑکپن گیا۔ سب جھگڑے پڑھائی کے تھے ہندی سکنشاولی کو بند کرنے کے بعد سب سکھ ہوگیا ہے۔"

"بہاری بابو کیا کرتا ہے۔؟"

"اپنا کام چھوڑ کر اور سب کچھ کرتا ہے۔ اس کا کام کاج نوکر چاکر کرتے ہیں۔ اور وہ دوسروں کا کام کرتا ہے۔"

"کیا اس کی شادی کرنے کی مرضی نہیں۔"

"کہیں کوئی وسیلہ تو نظر نہیں آتا۔"

یہ سن کر گوری کے دل کو بڑی چوٹ لگی۔ کرونا کی شادی کی بے انصافی سے اس کا حوصلہ پست ہوگیا تھا۔ چنانچہ بہاری نے اسی وقت کہہ دیا تھا۔ چاچی مجھے اب شادی کے لئے نہ کہنا۔ گوری اپنا چہرہ اداس بنائے ہوئے سوچنے لگی۔ کیا بہاری ابھی تک

کرونا کو نہیں بھول سکا

کنج نے ہنستے ہوئے کرونا کی سب باتیں کہ ڈالیں۔ اور مایا کا کوئی ذکر نہ کیا۔

یہاں آکر چاچی سے گیان دھیان کی باتیں سن سن کر کنج کے گوشۂ دل سے بھی مایا کی تصویر مٹ گئی۔ وہ ہنسنے لگا۔ میرے آئینہ دل سے کرونا کا عکس کوئی بھی دور نہیں کر سکتا

چند دن بعد کنج نے چاچی سے واپسی کی خواہش ظاہر کی جو بلا بحث مل گئی

گھر آکر کنج نے موسی کا تحفہ محبت کرونا کو دیا۔ جس میں سندر کا ڈبہ چوڑیوں کا جوڑا تھا۔ جن کو پاکر کرونا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ کہنے لگی۔ میری طرف سے کس قدر ناواجب سلوک ماسی سے کیا گیا تھا۔ جس کے یاد آنے ہی بے تاب ہو گئی "کیا یہ کسی طرح ہو سکتا ہے۔ کہ میں بھی ماسی کو جاکر دیکھ آوں" کنج راضی ہو گیا۔ مگر اپنے ساتھ جانے کی معذرت کر دی۔

"میری چاچی چند دنوں کے لئے کاشی جانا چاہتی ہے۔ ان کے ساتھ جانے میں کیا کوئی ہرج ہے"

کنج نے ماں کو جاکر کہا "ماں کرونا کاشی چاچی کو دیکھنے جانا چاہتی ہے"

لکشمی۔ (طعن آمیز لہجہ میں) "جانا چاہتی ہے۔ تو لے جاؤ"

اسے یہ بات ہرگز پسند نہ آئی۔ کہ کنج یا کرونا گوری کے پاس جائیں

کنج "مجھے تو کالج جانا ہے۔ اس لئے میں نہ لے جا سکوں گا۔ البتہ اس کا چچا جانے والا ہے۔ اس کے ساتھ بھیج دوں گا"

"یہ بات بہت اچھی ہے۔ وہ بڑے آدمی ہیں ان کے ساتھ

جانے میں اور بھی عزت افزائی ہو جائے گی

لکشمی کی طعن آمیز گفتگو سے کنج کا دل ماں سے اور بھی پھر گیا۔ اور کوئی جواب نہ دیتے ہوئے اپنے دل میں پختہ ارادہ کر بیٹھا کہ میں ضرور کرونا کو کانشی بھیجوں گا۔

کنج کے جانے کے بعد جب بہاری لکشمی کو ملنے آیا۔ تو وہ کہنے لگی۔ بہاری بیٹا! بہو نے کانشی جانے کی خواہش کی ہے۔ وہ اپنے چاچا کے ساتھ جائے گی"

بہاری۔ گھبرا اٹھا۔ کہ معاملہ کیا ہے۔ کنج جب کانشی گیا تھا۔ تو کرونا یہاں رہی۔ اور اب کرونا جائے گی۔ اور کنج یہاں رہیگا اس لئے ان کے درمیان ضرور کوئی نہ کوئی راز ہے۔

یہ سوچتے ہوئے بہاری بابو کنج کے پاس گئے۔ تاکہ اس راز کو کچھ حل کر سکیں۔

بہاری"۔ بہو کا کانشی جانا ٹھیک نہیں ہے"۔

"اس میں ہرج ہی کیا ہے"

"سوال یہ ہے۔ کہ آپ کو یکایک یہ خیال کیوں سوجھا"

"موسی کو دیکھنے جانا کوئی عیب ہے"

"تم ساتھ جاتے تو بہتر تھا" کنج خاموش رہا

"با بابا ہی کرونا کے ساتھ چلی جائے تو کیا ہرج ہے"

"بہاری بابو تم اپنے دل کی بات صاف صاف کہو۔ میرے ساتھ چھل کپٹ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں جانتا ہوں تمہیں شک ہوا ہے۔ کہ میں بابا کو چاہتا ہوں۔ مگر یہ بات سراسر غلط ہے۔ میرا یہ خیال ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میری حفاظت کے لئے آپ کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم پہلے اپنے آپ

آپ کو سمجھا لو۔ اگر تمہارا دل صاف ہوتا۔ تو تم پہلے ہی سب کچھ کہ دیتے۔ مگر میں تمہارے مُنہ پر کہنے کو تیار ہوں۔ کہ تم کرونا کو چاہتے ہو"۔
بہاری کنج کے الفاظ سن کر گھبرا گیا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ انگارہ ہوگیا۔ اسی طرح بے تابانہ بہاری کرسی سے اٹھ کر کنج پر جھپٹا۔ مگر جلدی ہی سنبھل گیا۔ اس وقت اس کی حالت عجیب کشمکش و پیچ میں تھی۔ غصہ کو ضبط کرنے سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ چہرہ اتر گیا۔ ہونٹ کانپنے لگے۔ بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔
"ایشور! آپ لوگوں پر دیا کریں۔ میں جاتا ہوں"۔ اتنا کہ کر چل دیا دوسرے کمرے میں کرونا اور مایا بیٹھی ہوئی باتیں سن رہی تھیں۔ جوں ہی بہاری بابو باہر نکلا۔ مایا نے جلدی سے باہر آکر آواز دی۔
"بہاری بابو"!
بہاری۔ دیوار کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔ اور مصنوعی ہنسی ہنس کر کہنے لگا "ہاں بڑی بہو"!
"بہاری بابو! آنکھ کی کرکری کے ساتھ میں بھی کاشی جاؤں گی"!
"ونا! نا! بڑی بہو یہ کبھی نہ ہو سکے گا۔ میں ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں۔ میرے کہنے سے تمہیں کوئی کام نہ کرنا ہوگا۔ میں آپ کے کسی کام میں دخل دینا نہیں چاہتا۔ تم دیوی ہو۔ جو مناسب سمجھو کرو۔ میں جاتا ہوں"! یہ کہا اور چل دیا۔
"بہاری بابو میں دیوی نہیں ہوں۔ سُنے جاؤ آپ کے چلے جانے سے کسی کی بھلائی نہ ہوگی۔ پھر مجھے دوش نہ دینا"!
بہاری چلا گیا۔ کنج اپنے کمرے میں بیٹھا تھا۔ مایا اپنی ادا دکھاتی ہوئی آنکھوں کے بان کنج پر چھوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی کرونا کو شرم حیا سے گردن اٹھانی مشکل ہو گئی۔ وہ بچاری تو

شرم و خوف سے مری جاتی تھی۔ کہ بہاری اسے چاہتا ہے۔ یہ بات کنج کے منہ سے سن کر کرونا بہت شرمندہ ہو گئی تھی۔

مایا کو کرونا کی اس حالت پر ذرا بھی رحم نہ آیا۔ مایا کے اوپر غصے کا بھوت سوار تھا۔ وہ چوٹ کھائی ہوئی ناگنی کی طرح فرطِ غضب سے تلملا رہی تھی۔

اس نے اپنے دل میں کہا۔ ٹھیک بات ہے۔ مجھے کوئی نہیں چاہتا مگر اس بے عقل الھڑ لڑکی کو سب چاہتے ہیں۔

کنج نے اس دن جوشِ غضب میں آ کر بہاری سے کہا تھا کہ میں مکار اور گیا گزرا آدمی نہیں ہوں۔ مگر جب طبیعت کچھ ٹھکانے ہوئی۔ تو وہ اپنی کمزوری کے اظہار پر شرمندہ ہو کر افسوس کرنے لگا۔ کیونکہ وہ سمجھنے لگا تھا۔ کہ میرے ایسا کرنے سے اس کے تمام راز طشت از بام ہو گئے ہیں۔ میں مایا کو چاہتا ہوں۔ جس کو بہاری چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے کنج بہاری سے چڑھ سا گیا تھا۔

یہ بات کنج پر اس دن بخوبی روشن ہو گئی۔ جب بہاری نے کنج کے منہ پر سب کچھ کہہ دیا۔ کنج خیال کرنے لگا۔ کہ وہ اس کے دل کی تھاہ لے رہا ہے۔ اور ذہن دہی سے اس کے خفیہ اسرار کو حل کرنا چاہتا ہے۔ یہ آگ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی۔ آج ہوا کے ذرا سے جھونکے نے اسے بھڑکا دیا۔

مگر اس دن مایا جس تندی اور شوخی سے دوڑی آئی تھی۔ اور خوشامد سے اس نے بہاری بابو کو نہ جانے پر مجبور کیا تھا۔ اور بہاری کی بات رکھنے کی خاطر اس نے کرونا کے ساتھ کاشی جانا بھی منظور کر لیا تھا۔ حالانکہ پہلے اس کی خواہش ایسا کرنے کی نہ تھی۔

اس نظارہ نے کنج کے دل پر ایک گہرا زخم کر دیا۔ جس سے وہ

بے تاب سا ہوگیا۔ ادھر کنج نے بہاری سے کہ بھی دیا۔ کہ میں مایا کو نہیں چاہتا۔

مگر اس وقت جب بہاری کو مایا نے بلایا تھا۔ اس نظارے کی تاب کنج نہ لا سکا۔ جس کی وجہ سے وہ بے قابو ہو گیا۔ جب مایا اور بہاری کے بار بار اصرار پر کنج نے غور کیا۔ تو وہ اور بھی زیادہ تکلف سے تلملا اٹھا۔ اس کو شک ہوا شاید مایا نے میرے منہ سے سن لیا ہے۔ کہ میں اسے ہرگز نہیں چاہتا۔ اسی لیے اس روز مایا نے اتنی دیری کی تھی۔

کنج سوچنے لگا۔ میں نے کہا۔ مگر تھا سب جھوٹ ہی۔ میں مایا کو نہیں چاہتا۔ یہ سچ ہونے پر بھی سخت ضرور ہے۔ مان لو میں اسے بالکل نہیں چاہتا۔ مگر ہے یہ بات بھی بہت سخت۔ کیونکہ ایسی کون عورت ہے جس کے دل کو یہ بات بری نہ لگے۔ اس بات کا فیصلہ کرنے کا موقع شاید کب اور کس طرح سے ہو۔ یہ تو ٹھیک ٹھیک کہا نہیں جاتا کہ میں چاہتا ہوں یا نہیں چاہتا۔

اگر یہی بات ایسے طریقہ سے کہی جاتی۔ جس میں اسے بری اور ناگوار معلوم نہ ہوتی۔ تو اچھا تھا۔ اب مایا کے دل میں یہ خیال نہ رہنے دینا چاہئے۔ میں ضرور اس داغ کو پریم روپی صابن سے دھو کر اس کے دل کو اپنی طرف سے صاف کروں گا۔

یہ سوچ کر کنج نے اپنے بکس سے وہ تینوں خط نکالے جو اس کو بورڈنگ میں کرونا کے لکھے ہوئے مایا کے لکھائے ہوئے ملے تھے۔

پھر دل میں کہنے لگا۔ اس بات میں تو ذرا بھر بھی شک و شبہ نہیں۔ کہ مایا مجھے چاہتی ہے۔ مگر وہ کل بہاری کے پاس کیوں دوڑی گئی۔ ضرور وہ میری بات سن کر مجھ سے چڑھ کر مجھے چڑھانے اور دکھانے کے لیے اس نے ایسا کیا ہے۔ جب میں نے صاف صاف

ہی کہ دیا۔ کہ میں اسے نہیں چاہتا۔ تب وہ کیوں نہ میری طرف سے منہ موڑے اس طرح مجھ سے بے عزت ہو کر اگر وہ بھاری سے پریم کرنے بھی لگے۔ تو کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے۔

کنج حیران و پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ فرض کیا مایا نے سن ہی لیا ہے۔ کہ میں اس کو نہیں چاہتا۔ تو اس میں کونسا عیب ہو گیا۔ اگر وہ یہ خیال کر کے مجھ سے نفرت کرے گی۔ تو اس میں میرا نقصان ہی کیا ہے۔ جس طرح دریا میں بہتے ہوئے تنکے کا سہارا بھی غنیمت خیال کیا جاتا ہے۔ اور ہر چہار طرف بچاؤ کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسی طرح کنج نے کرونا کو اپنے دل میں لاکر رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے

رات ایک پہر کے قریب جا چکی تھی

کنج نے رات کے سمے کرونا کو سینہ سے لگا کر پوچھا۔

"کرونا! سچ بتاؤ۔ تم مجھے کس قدر پریم کرتی ہو!"

کرونا۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ یہ عجیب سوال آج کیوں کیا گیا ہے۔ کہیں یہ بات بھاری سے تو تعلق نہ رکھتی ہو۔ اور مجھ پر شک کر رہے ہوں۔

یہ سوچ کر کرونا شرم میں ہی گھڑ گئی۔ اس نے کہا۔ آج تم نے ایسا سوال کیوں کیا ہے۔ پاؤں پڑتے ہوئے صاف صاف کہو۔ تم نے کیا کبھی میری محبت میں کسی قسم کی کمی دیکھی ہے۔

"تو پھر تم کاشی کیوں جانا چاہتی ہو!"

"میں بھلا آپ کے حکم کے کہیں نہیں جاؤں گی"

"اس روز تو تم نے کاشی جانے کا خیال ظاہر کیا تھا"

"تم کیا جانتے نہیں۔ کہ میں کیوں جانا چاہتی تھی"

میرے پاس شاید تمہیں کسی قسم کی تکلیف ہو۔ اور مجھے چھوڑ

کرموسی کے پاس تم زیادہ آرام و چین سے رہ سکو گی۔"

"کبھی نہیں۔ میں آرام یا چین کی خاطر وہاں جانا نہیں چاہتی۔"

"میں ٹھیک کہتا ہوں کروِنا۔ اگر میری شادی کسی اور سے ہوتی۔ تو تم موجودہ حالت سے زیادہ خوش رہتی۔"

کنج کے منہ سے مندرجہ بالا الفاظ کا نکلنا تھا۔ کہ کروِنا نے غصے اور استری دھن کے غرور میں آکر بچوں کی طرح بلک بلک کر رونا شروع کر دیا۔ کنج نے ہر چند اسے چپ کرانے کی کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہو سکا۔

ستی نارکے اس غرور سے کنج کے دل میں عجیب قسم کے خیالات نے آکر ڈیرا جما لیا۔ جن باتوں کو آج تک پردہ راز میں سوچا کرتا تھا۔ آج ان کے نقش یکے بعد دیگرے اس کی آنکھوں میں پھرنے لگے۔ جس کی وجہ سے اس کے بے قرار دل کا چین کافور ہو گیا۔

ادھر مایا سمجھی کہ اس روز جب کنج نے کروِنا کو کہا تھا۔ کہ بہاری نہیں پیار کرتا ہے۔ تو اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ بہاری کروِنا کو چاہتا ہو۔ چند منٹ کے بعد خود بخود کہ دیتی۔ بہاری نفس کتنی پاک طینت اور رشی پسند ہوتا ہے۔ وہ ہرگز کروِنا کو پیار نہیں کر سکتا۔

باوجود ان تمام باتوں کے سوچنے کے بھی مایا کی آنکھوں کے سامنے بہاری کا سدا خوش و خرم رہنے والا چہرہ غم کی اثر سے کملایا ہوا رہتا تھا۔ جس پریم بھرے مکھڑے کی دید اس کی زندگی کا سہارا تھی۔ اس پر غمگینی کے اثر جو وہ شب و روز دیکھ چکی تھی موج کے تلاطم سے کم نہ تھی۔ مایا اکثر پریم میں مست ہو کر اس سندر مورتی کا تصور باندھا کرتی۔ جس سے اس کے من میں نئی نئی

ترنگیں نئی نئی امنگیں دریا کی لہروں کی مانند پیدا ہو ہو کر بحرِ بے کنار کی طرح آزادانہ ہر چہار اطراف پھیل جاتی تھیں۔ اس بے چینی میں بچاری ماہیٔ بے آب کی مانند تڑپتی رہتی۔

آخر تنگ آمد بجنگ آمد کی مثال صادر ہوئی۔ بحالت مجبوری اس نے اپنے من کو تسلی دینے کی خاطر دل کے دیوتا کو چٹھی لکھ ہی دی۔

میرے چت کی الجھی ہوئی گتھی بہاری بابو

میرے دل تصور سے آپ کا ان دنوں کا ہنس مکھ دینے والا غمگین چہرہ ابھی تک نہیں اترا۔ بلکہ جوں جوں ان حالات کو سوچتی ہوں۔ خیالات کا تلاطم بڑھتے ہی جاتا ہے۔ میں اکثر سوچا کرتی ہوں۔ کہ آپ کی وہ من موہنی صورت کس طرح ہر وقت آنکھوں کی پتلی بنی رہے۔ آپ کی حوصلہ آمیز گفتگو اطمینانہ آواز فرمائش سے پر تقریر بھلا کیوں کر بھول سکتی ہوں۔ میری بھگوان کے آگے ہر وقت یہی پرارتھنا ہے۔ کہ پربھو ان کے چت کو شانتی دے۔ تاکہ وہ پھر اسی ہنسی خوشی سے پیش آیا کریں مہربانی کی از حد مشکور ہوں گی۔ اگر جوابی جواب جلد تر دو تین سطروں میں اپنی خیریت کا بدست حامل رقعہ ہذا لکھ کر بھیج دیویں۔ تو امید ہے۔ آپ اس کسر نفسی کو نظر انداز فرمائیں گے۔

آپ کی شبھ چنتک بڑی بہو
(مایا)

جس نوکر کو مایا نے خط دے کر بہاری کے پاس بھیجا تھا۔ جب وہ واپس آیا۔ تو کنج راستے میں ہی مل گیا۔ پوچھنے لگا۔

"کہاں گئے تھے؟"

"مہاراج بڑی بہو کا خط لے کر بہاری بابو کے پاس گیا تھا۔"

"ملے یا نہیں"

"ملے تو تھے مگر جواب کچھ نہیں دیا۔"

کنج نے سوچا۔ کہ مایا میرے گھر ہی کی ایک بشر ہو کر کیوں بلا اجازت میری کسی غیر سے خط و کتابت کرتی ہے۔ اگر کل کو کسی قسم کا نقص ہو گیا۔ تو اس کا جواب دہ میں ہی گنا جاؤں گا۔ اس لئے مجھے کوشش کر کے اس خاردار راستے سے مایا کو تبدیل کر کے سیدھے اور صاف ستھرے راستے پر ڈالنا چاہئے۔

پھر من ہی من میں کہنے لگا۔ شاید میں نے اس کے دل کو کسی قسم کی چوٹ پہنچائی ہے۔ جس کو محسوس کر کے اپنے دل کی چنتا کو دور کرنے کی خاطر اس نے اپنا دل کہیں اور جگہ پھنسا لیا ہو۔ اور میرا خیال دل سے نکالنے کی کوشش کرتی ہو۔

یہ وچار پیدا ہوتے ہی کنج گھبرا سا گیا۔ اور پھنسا ہوا پرندہ اب جال سے اس طرح پھڑ پھڑا کر ہی نکل جائے گا۔ مایا تو خود ہی میرے پاس آئی تھی۔ اسی نے میرے جذبات کو اکسایا تھا۔ مگر آج وہ ہی مایا میری معمولی سی غلطی کو نظر انداز نہ کرتی ہوئی کہیں غیر کے جال میں نہ پھنس جائے۔ اگر اس کی طبیعت کا بہاؤ کسی اور طرف پھر گیا ہے۔ تو وہ ضرور ان باتوں میں پڑ کر برباد ہو جائے گی۔ اپنے دل میں آئندہ بدسلوکی نہ کرنے کی قسم ڈال لی۔

پھر کنج دل ہی دل میں باتیں کرنے لگا۔ اب مجھے چھپ چھپا کر ضرور مایا اپنے پریم جال میں پھنسانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ سوچ کر وہ گھر کو چل دیا۔

مکان پر پہنچتے ہی ڈیوڑھی میں کنج اور مایا کا ملاپ ہو گیا۔ کنج نے دیکھا۔ کہ مایا کس بے قراری سے خط کے جواب کا انتظار کر رہی ہے۔ رقابت

ہیں چلتے ہوئے گنج نے کہا۔

"مایا یہاں فضول وقت ضائع نہ کرو۔ ملاقات نہ ہو گی"

بالکل خاموش گنج کے منہ کو دیکھتی رہی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ کہ کیا جواب دوں۔

"تمہاری بابو نے رقعہ رکھ لیا ہے"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا ہے"

گنج اس کا جواب نہ دے کر اندر چلا گیا۔ مگر مایا کے تن بدن کو آگ لگ گئی۔ وکر بابا کو ڈانٹ بنانے کی خاطر کھڑی ہو گئی۔ مگر دل کی جلن بہت بڑھ گئی۔ آخر کچھ سوچ کر رونا شروع کر دیا۔ پھر گنج سے بدلہ لینے کے لئے فوراً تیار ہو گئی۔ کیونکہ گنج ہی اس کے راستہ کا روڑا تھا جسے دور کرنے کا وچار وہ سوچنے لگی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

؎ عورت جس سرگرمی سے محبت کر سکتی ہے۔

اسی طرح اظہار نفرت میں سرگرمی دکھاتی ہے۔

بس مایا کے تمام خیالات ختم ہو کر اس کے دل میں انتقام کا جذبہ پیدا ہو گیا۔

سردیاں تقریباً ختم ہو چکی تھیں۔ پھاگن کی خوش کن ہوا اپنا نیا موسم لے کر آ رہی تھی۔ باغوں میں کویل کوک رہی تھی۔ پپیہا پی پی کی صدائیں لگا رہا تھا۔ شجر مستی میں آ کر ایک دوسرے سے گلے مل مل جاتے تھے۔ غرضیکہ خنکی سے آزادی میں ہر ایک مست نظر آتا تھا۔

آج کرونا بھی جوانی میں مست ہوئی پلنگ پر بیٹھی آج پھر کچھ پڑھنے کا وچار کر رہی تھی۔ کہ کنج آ گیا۔ اور کہنے لگا۔

"اکیلی بیٹھی ہوئی کس خوش نصیب کا راستہ دیکھ رہی ہو۔"

"کیا آج تمہاری طبیعت اچھی نہیں ہے۔ تمہیں ہر وقت کسی بات کا فکر رہتا ہے۔"

"ہر طرح سے آنند ہے۔ مگر میں یہ سوچتا ہوں۔ کہ ماسی نے مدت سے تمہیں نہیں دیکھا۔ اگر تم یکایک ان کے سامنے جا کھڑی ہو گی تو وہ دیکھ کر ششدر رہ جائے گی۔"

آج پھر کنج کی گفتگو سن کر شش و پنج میں پڑ گئی۔ سوچنے لگی۔ آج پھر کئی دن کے بعد کیوں کنج نے اس تذکرے کو چھیڑا ہے۔ مگر وہ اس گہرائی کو متعلق نہ سمجھ سکی۔ کوئی جواب نہ دیا۔

کنج۔ بے تابانہ آواز سے کہنے لگا "کیا جانے کو دل نہیں چاہتا"؟

کرونا کنج سے اس قدر پریم کرتی تھی۔ کہ وہ چند یوم کے لئے بھی کنج کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی تھی۔ مگر ماسی کو بھی دیکھنے کی خواہش

بھی کروناکو بہت تھی ۔ اس لیئے کہنے لگی ۔ گرمیوں میں جب کالج میں چھٹیاں ہوں گی ۔ تب میں آپ کے ہمراہ ہی چلی جاؤں گی ۔
"چونکہ امتحان نزدیک آ رہا ہے ۔ اس لیئے میں تو شاید نہ جاسکوں گا ۔ اگر تمہاری جانے کی خواہش ہے تو بھیج دوں"
"تو ابھی کیا جلدی ہے ۔ پھر چلی جاؤں گی "
"پہلے تمہیں ہی نے تو جانے پر اصرار کیا تھا"
"مگر اب میری جانے کی خواہش نہیں ہے"
"واہ پہلے تو جانے کی اس قدر بے تابی اور جب میں بھیجنے کو تیار ہوا ہوں ۔ تو اس قدر لاپرواہی ۔ میرا خیال ہے ۔ کہ تو کچھ شکی مزاج ہو گئی ہے ۔ اس لیئے مجھے اکیلا چھوڑ کر کہیں جانا پسند نہیں کرتی "
کرونا نے اس کا کوئی جواب تک نہ دیا ۔ اسی طرح چپ چاپ بیٹھی سنتی رہی ۔ وہ سوچتی تھی ۔ کہ یہ باتیں بھلا کرنے والی ہیں ۔ اپنے ہی دل سے اس کا جواب کیوں طلب نہیں کر لیتے ۔ اگر ان کا دل صاف ہوتا ۔ تو ہرگز ہرگز میرے ساتھ ایسی باتیں نہ کرتے ۔ بھلا صاف آئینہ کو بھی دھونے کی ضرورت پڑتی ہے ۔
کنج کچھ عرصہ انتظار کرنے کو بیٹھا رہا ۔ کہ دیکھیں کیا جواب ملتا ہے ۔ جب کافی مدت کے بعد کوئی جواب نہ ملا ۔ تو بلا سوال جواب کے اٹھ کر چل دیا ۔ اس وقت شام کی تاریکی ہر طرف پھیل رہی تھی سورج دیوتا بھی تمام دن کی مسافت سے تنگ آ کر اپنے جائے قیام میں آرام کی خاطر چلا گیا تھا ۔ موسم بہار کی خوش گوار ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی ۔ مگر کرونا پلنگ پر لیٹی ہوئی کروٹیں بدل بدل کر رو رہی تھی ۔

جب کافی رات گزر چکی۔ تو سوچنے لگی۔ یہ سب قصور میرا ہی تو ہے۔
جو ان کی رتی بھر بھی فکر نہیں کرتی۔ واقعی موسی جیسی ماں کو دیکھنے جانے
کو ان کا اصرار بے جا نہیں تھا۔ انہوں نے جو کچھ بھی کہا تھا۔ ٹھیک تھا
یہ سوچ کر خواب گاہ میں جا کر دیکھا۔ تو کنج اکیلا ہی سو رہا تھا۔ تب
وہ آہستہ آہستہ پلنگ کی پائنتی کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ آنکھیں ڈبڈبا
رہیں تھیں۔ جب صبر کا پیالا لبریز ہو گیا۔ تو کنج کے پاؤں پر سر رکھ
کر خوب روئی۔

کنج۔ کوئی ایسا پتھر دل تو نہ تھا۔ جو ایسی حالت کی بھی پرواہ نہ
کرتا۔ اس نے بڑے پریم سے کرونا کو اٹھا کر چھاتی سے لگانا چاہا۔ مگر
کرونا نے پاؤں نہ چھوڑتے ہوئے آنسوؤں سے تر کر دیئے۔ اور
کہنے لگی۔

"پر بھو! میرے سے اگر قصور ہو گیا ہے۔ تو آپ ہی مجھے معاف
فرمائیں"

"نہیں! نہیں کرونا میں ہی ایسا رذیل ہوں۔ جو خواہ مخواہ
تمہارے نازک دل کو دکھایا کرتا ہوں۔ ورنہ تیرا تو کوئی قصور نہیں"

کرونا۔ پہلے ہی بہت سی بھری بیٹھی تھی۔ یہ سنتے ہی پکے ہوئے
پھوڑے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ جس نے کنج کے دل کی
حالت کچھ تبدیل سی کر دی۔ اس نے جلدی دونوں ہاتھوں میں کرونا
کو اٹھا کر اپنے پاس ہی پریم سے بٹھا لیا۔ اور گلے لگا کر پیار کرنے لگا۔

عام قاعدہ ہے۔ کہ دل کے آئینہ کا گرد و غبار جب آنسوؤں کے
پانی سے دھل کر صاف ہو جاتا ہے۔ تو اس کی رنگت خوب نکھر آتی ہے
چنانچہ کرونا کا چہرہ بھی اب پہلے سے زیادہ خوش نما نظر آنے لگا۔

"پران ناتھ! میں نے آپ کی گفتگو پر اس وقت دھیان نہیں دیا

تھا۔ جس کی معافی چاہتی ہوں۔ نیز میرا دچار کاشی ماسی کے پاس جانے کا ہو گیا ہے۔"

"کیوں میں سمجھتا ہوں۔ تو مجھ سے کچھ کنارہ کشی کرنا چاہتی ہے"۔

"مہاراج ایسی باتیں کر کر کے میرا دل نہ جلاؤ۔ میں کاشی ضرور جاؤں گی۔ خواہ چند دن ہی رہ کر آ جاؤں۔"

"چلی جانا۔ مگر میں تیرے بعد اگر بگڑ گیا۔ تو اس کی ذمے داری تمہیں پر عائد ہو گی۔"

"آپ بے فکر رہیں۔ آپ پر کوئی الزام نہ لگاؤں گی۔ میں کسی حالت میں بھی آپ کو دوش نہ دوں گی۔"

"تو اس وقت تو اپنا قصور قبول کرے گی۔"

"ہاں کیوں قبول نہ کروں گی۔"

تھوڑی دیر چپ رہی۔ پھر کنج نے کہا۔"کرونا جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم مت جاؤ۔"

کرونا نے جواب دیا۔ آپ منع کیوں کر رہے ہو۔ اگر میں چند یوم کے لئے نہ چلی گئی۔ تو پھر آپ کی جھجھک کہاں دل میں کھڑکتی رہے گی۔ آخر کنج نے ہاں کر دی۔

ایک دن کرونا نے مایا کے گلے میں باہیں ڈال کر کہا۔"بہن اقرار کرو کہ ....

مایا (بات کاٹ کر) "کس بات کا اقرار کروا رہی ہو۔ کیا میں نے کبھی تمہاری بات ٹالی ہے۔ آج تو وعدے کیوں لے رہی ہے۔"؟

"میں تو کل کاشی جاؤں گی۔ مگر تمہارے آگے یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ میری عدم موجودگی میں میرے شوہر کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ اب تو تم دور ہی دور رہنے لگی ہو۔ اس سے کام نہ چلے

گا۔ انہیں ہمیشہ خوش رکھنا ہوگا۔"

"بھلا میں دور ہی دور کیوں رہنے لگی۔ آپ سے کوئی پوشیدہ تھوڑے ہی ہے۔ اس دن کنج نے بہاری سے جو کچھ کہا تھا۔ تم نے بھی تو سن لیا تھا۔ بھلا تو ہی بتا۔ کہ میرا سامنے آنا جانا ——— مناسب ہے۔"

"نہیں بہن اب کے میری خاطر یہ کام ضرور کرنا ہوگا۔ میری قسم کھا کر کہو۔ کہ اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہوگی۔"

"اچھا جیسے تو کہے۔"

کرونا کو گئے ہوئے آج دوسرا دن ہے۔ مگر کنج کو پھر بھی مایا کے درشن نصیب نہ ہوئے۔ وہ کئی بہانوں سے ماں کے کمرے میں گیا مگر مایا دیکھتے ہی فوراً بھاگ جاتی۔ باوجود شکاری کے کئی طرح کے جال بچھانے کے بھی پنجرہ خالی ہی رہا۔

لکشمی نے کنج کا اداس چہرہ دیکھ کر اندازہ کیا۔ کہ بچہ جس طرح کھلونے کے ٹوٹ جانے کے بعد حیران پریشان ہو کر چاروں طرف دیکھتا پھرتا ہے ایسے ہی کرونا کے چلے جانے سے کنج کا دل بے قرار ہے۔ جس کی وجہ سے اسے کوئی بات یا کچھ بھی اچھا نہیں لگتا دودھ پینے بچے کی تکلیف کو دیکھ کر جس طرح ماں گھبرا اٹھتی ہے۔ بجنسہٖ یہی حالت اس وقت لکشمی کی تھی۔ وہ سوچنے لگی۔ شاید بہو کے چلے جانے کی وجہ سے اس کو اپنا کام وغیرہ کروانے میں تکلیف محسوس ہوتی ہو۔ یہ خیال کر کے اس نے مایا کو بلایا۔

"بیٹی جب سے میں بیمار ہوئی ہوں۔ بہت ہی لاغر ہو چکی ہوں اس لیے سیڑھیاں چڑھنے سے بھی قاصر ہوں۔ سانس چڑھ جاتی ہے۔ پاؤں اٹھانا بھی دوبھر ہو جاتا ہے۔ اس لئے اب

کیے
تو ہی کنج کھانے پینے کا انتظام سنبھال اس کی ہر قسم کی دیکھ بھال کیا کرو۔ کنج کی عادت ہو چکی ہے۔ کہ اُسے بغیر خدمت کرائے چین ہی نہیں آتا۔ جب سے کرونا گئی ہے۔ اس کا چہرہ بھی اترتا جا رہا ہے۔ مجھے حیرانی ہے۔ کہ ایسے انسان چھوڑ کر اس کی بیوی کیوں چلی گئی ؟"

مایا نے اس کی تمام گفتگو پر کوئی دھیان نہ دیتے ہوئے جواب ہی نہ دیا۔

تب لکشمی یوں گویا ہوئی۔ کیوں کیا سوچ رہی ہو۔ تم کوئی غیر تھوڑی ہی ہو۔ لوگ تو ایسی واہیات باتیں کرتے ہی رہتے ہیں۔ نہیں کسی سے کیا۔ لکشمی اپنے دل میں کنج کو اندر ہی جیت سدا چاری بھیشم ہی خیال کئے ہوئے تھی۔

"نہیں بوا جی میں ایسا نہ کر سکوں گی"

"اچھا تم کچھ کہو مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا۔ مرتی جیتی کرتی پھروں گی۔ اتنا کہہ کر اسی وقت کنج کے کمرے کی صفائی کرنے جانے لگی"

ہانپتے ہوئے اس کا چہرہ غصہ سے بھر رہا تھا۔

مایا (بے تاب ہو کر) آپ کی طبیعت ابھی خراب ہے۔ ——— میں جاتی ہوں۔ ——— معاف کرنا بوا میں آپ کی حکم عدولی نہیں کر سکتی حکم کے مطابق ہی ہر ایک کام سر انجام دوں گی۔

کالج سے آکر کنج نے جس وقت اپنے کمرے کا دروازہ کھولا۔ تو اگر بتی کی خوشبو سے اس کا دماغ معطر ہو گیا۔ پلنگ پر نیا ہی سراہنہ اور خوب صورت سبزی جھالر والا بچھاونا بچھا ہوا تھا۔ جس پر معطر پھول بچھے ہوئے تھے۔ شاید یہ پورب دیسی کی بولی ہے!

یہ بچھاونا اور غلاف مایا نے کوشش بسیار کے بعد تیار کئے

تھے۔ جن کی بابت کرونا نے پوچھا تھا۔ کہ بہن تو کیوں ایسی چیزیں تیار کر رہی ہے۔ تو اس نے جواب دیا۔ کہ میری چتا کی سیج ان ہی چیزوں سے معین ہو گی۔ بھلا تو ہی بتلا مجھے سوائے موت کے کیا چیز پیاری ہو سکتی ہے۔

تھکا ماندہ کنج جب پلنگ پر لیٹ گیا۔ تو تکیے پر سر رکھتے ہی عجیب قسم کی بھینی بھینی خوشبو اس کے دماغ کو معطر کرنے لگی کیونکہ مایا نے تکیے کی روئی کے ساتھ ناگ کیسر کے پھولوں کا عطر لگایا ہوا تھا۔ چند منٹ بعد ملازمہ ایک چاندی کی پلیٹ میں کچھ پھل وغیرہ اور بلوری گلاس میں شربت لائی۔ اس کے چند منٹ بعد مایا ایک خوشبودار پان لگا لائی۔ اور خراماں خراماں کمرہ میں داخل ہوئی۔ اور بولی

”بہت دنوں سے میں تمہارے ناشتہ کے وقت حاضر نہیں ہو سکی۔ اُمید ہے۔ معاف کر دو گے۔ میری قسم یہ بات کرونا سے نہ کہنا۔ کہ تمام گھر کا انتظام میرے سپرد ہے“۔ اس کے بعد پان تپائی پر رکھ دیا۔ اب کنج کی باری تھی۔ بولا۔

”کئی دن سے تم ادھر نہیں آئی۔ آج سود بھی ادا کرنا پڑیگا“

”بہت اچھا ـــ مگر سود کیا بنتا ہے۔؟“

”جتنا تم ادا نہ کر سکو گی“

”تو کیا دوبارہ قرض نہیں لیا جا سکتا“

”سب کچھ ہو سکتا ہے۔ مگر مجھے تو آج تک کچھ وصول ہی نہیں ہوا“۔

”میرے پاس رکھا ہی کیا ہے۔؟ مگر اس پر بھی تمہاری قید میں ہوں“

ـــ اس کے بعد مایا کا چہرہ اتر گیا۔ اس نے ایک آہ سرد بھری کنج بھی کچھ سنجیدہ ہو گیا تھا۔ بولا ”تو کیا یہ قید خانہ ہے“۔؟

مایا شاید کچھ جواب دیتی۔ مگر نوکر لیمپ روشن کرنے کے لئے کمرہ میں

داخل ہوا۔ اور اسے انگیٹھی پر رکھ کر واپس چلا گیا۔

یک دم روشنی کی وجہ سے مایا نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔ پھر چند منٹ کے بعد بولی۔ "باتوں سے کون جیت سکتا ہے۔ میں جانتی ہوں"

مایا جانے لگی۔ تو کنج نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا۔ جب قیدی ہو پھر کہاں جاؤ گی۔ ؟

"چھوڑ دو۔ جو بھاگ ہی نہیں سکتا۔ اسے پکڑنے کی کیا ضرورت"؟

مایا تو ہاتھ چھوڑا کر بھاگ گئی۔ کنج بستر پر دراز ہو گیا۔ تکیہ خوشبو سے معطر تھا۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ کمرہ بالکل خالی تھا۔ موسم بہار کی پرکیف ہوا حرام ناز تھی۔ اس کی نسوں میں خون تیزی سے حرکت کرنے لگا۔ اس کا دل بدمست ہاتھی کی طرح جھوم کر رہ گیا۔ اس نے دروازہ بند کیا۔ لیمپ غل کر دیا۔ اور پلنگ پر جا کر لیٹ گیا۔

اوپر کی چادر عطر میں بسی ہوئی تھی۔ نیچے روئی دار گدے بچھا دینے سے بستر بہت گدگدا ہو گیا تھا۔ وہ معلوم نہ کر سکا یہ خوشبو کس چیز کی ہے۔ بستر پر پڑا پڑا کروٹیں بدلنے لگا۔ ے

عجیب حالت میں بستر پر پڑے پہلو بدلتے ہیں
جو جل جاتا ہے یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں۔

رات کے دس بج چکے تھے۔ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ اور ساتھ ہی آواز سنائی دی "آپ کے کھانے کا سامان آیا ہے"۔

کنج کے دل کی عجیب کیفیت ہو گئی۔ وہ دروازہ کھولنے کے لئے اٹھا۔ زنجیر پر ہاتھ رکھا۔ مگر اسے کھولا نہیں۔ واپس چلا گیا۔ پیشانی پر ہاتھ رکھ کر آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر آواز دی "مجھے بھوک نہیں"

مایا ان الفاظ سے گھبرا گئی۔ اور بولی "کیا طبیعت خراب ہے"۔ "اچار لا دوں"؟ "یا کوئی اور چیز درکار ہے"؟

"کچھ نہیں"

"تمہیں میری قسم دروازہ ضرور کھولو"

"نہیں یہ نہیں ہو سکتا کبھی نہ ہو گا" "تم جاؤ" پھر اٹھ کر پلنگ پر جا بیٹھا اور کرونا کی تصویر کا نقشہ دل پر کھینچنے لگا۔

جب کافی دیر تک نیند نہ آئی۔ تو کرونا کو اٹھ کر خط لکھنا شروع کر دیا۔

پریہ جی نمستے

تمہیں گئے ہوئے آج کئی دن بیت چکے ہیں۔ مگر واپسی کا ابھی تم نے کوئی ذریعہ نہیں لکھا۔ اور کتنے دنوں تک ابھی مجھے اکیلا ہی رہنا ہو گا؟ میری زندگی تمہیں ہی سے وابستہ ہو چکی ہوئی ہے۔ تم ہی اس جیون نیا کی اب ملاح ہو۔ مگر تمہارے نہ ہونے کی وجہ سے میری نیا ڈول رہی ہے۔ خیالات کی لہریں مجھے کسی اور طرف بہائے لئے جاتیں ہیں مجھے کچھ پتہ نہیں لگتا۔ آخر آج تنگ آکر دریا میں تنکے کا سہارا یہ خط نظر آیا۔ میں ہر چند راستے کی سنسناہٹ سے نہیں گھبراتا۔ مگر پھر بھی چنچل من کی باگ بہت ڈھیلی ہونے کی وجہ سے من اندھا ہو کر چل رہا ہے۔ اب اگر آپ روشنی نہ دکھائیں گی۔ تو خطرہ ہے کہیں گڑھے میں نہ گر جائے۔ جلد آؤ۔ تم ہی میری بھلائی۔ میرا دھرم۔ میری رہبر میری زندگی کے گھوڑے کی باگ ڈور کو سنبھال کر چلانے والی ہو۔ میری حفاظت کرو۔ میرے دل کو اپنے پریم سے بھر دو۔ اگر مجھ سے تمہارے ساتھ کسی قسم کا وشواس گھات ہو گیا۔ تو اس کا دوش تمہیں ہو گا۔ تم ہی آکر اس مہاں پاپ سے بچاؤ۔ وقت گذر جانے کے بعد پچھتائے کچھ نہ ہو سکے گا۔ آپ کا شبھ چنتک "کنج"

اس طویل خط کو لکھتے بار بار پڑھتے چار بجے۔ ادھر دل کا بخار بھی کچھ ہلکا ہو گیا۔ من کی دھوپ کم ہونے سے خون کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ آنکھوں میں

نیند کا خمار آنے لگا۔ تب خط رکھ کر چار پائی پر دراز ہو گیا۔ لیٹتے ہی نیند نے آ دبایا۔

صبح اٹھ کر جب کنج نے پھر خط پر نظر ثانی کی۔ تو کہنے لگا۔ یہ خط ہے۔ یا ناول کا پلاٹ۔ اچھا ہی ہوا۔ جو اس کو پوسٹ نہ کیا۔ ورنہ کرونا پڑھتی تو کیا کہتی۔ وہ تو ان خیالاتوں کو سمجھتی بھی نہ ان خیالات کے پیدا ہوتے ہی کنج نے اس خط کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ اور ایک مختصر سا خط لکھ دیا۔

پرم پیاری کرونا

تم تو صرف ایک ہفتہ کے لئے گئی تھیں۔ مگر آج تک کوئی آنے کی تاریخ ہی نہیں لکھی اور کتنی دیر وہاں ہی رہو گی۔ اگر چاچی جلد آنا نہ دیں گی۔ تو تم بھی اتنا ہی عرصہ انتظار کرو گی۔ یہاں تمہارے بغیر ایک ایک منٹ ہفتوں کے برابر ہوا جا رہا ہے۔ اگر مجھے لکھو تو میں آکر لے جاؤں۔ اب مجھ سے آپ کے بغیر اکیلے نہیں رہا جاتا گھر گرہستی کا اپنے گھر سے اتنے دن غائب رہنا۔ بھلا کہاں کی ہوشیاری ہے۔ ماتا جی بھی اب تمہیں کی راہ دیکھ رہی ہیں۔ اپنی آمد سے جلد تر مطلع کریں۔ چاچی کو ہمراہ لانے کا ضرور پربند کرنا۔

آپ کا ہتیشی "کنج"

ابھی کنج کو کاشی سے گئے تھوڑے ہی دن ہوئے تھے۔ کہ کرونا پہنچ گئی۔ جس کی وجہ سے گوری کے دل میں شکوک پیدا ہوئے۔ تو وہ کرونا سے مختلف طرح کے سوال کرنے لگی۔

"کرونا کیا تیری سکھی ایسی ہی ہوشیار اور سلیقہ شعار عورت ہے"؟

"ہاں ماسی ایسی ہوشیار اور تیز عقل عورت میں نے نہیں دیکھی حسین ہے تو کمال کی طرز گفتگو نہایت شیریں۔ گھر کے ہر قسم کے کام کاج سے واقف غرضیکہ ہر ایک کام کو با طریقہ صفائی سے سرانجام دیتی ہے"۔

"کرونا تیری تو وہ منہ بولی بہن ہے۔ اس لئے تو اسے پیار کرتی ہے۔ مگر گھر والوں کا سلوک اس سے کیسا ہے؟"

"ماں جی تو اسے بہت پیار کرتی ہیں۔ ہر وقت اسی کے گن گرہن کرنے کی تلقین ان کی نوک زبان رہتی ہے۔ جب کبھی اپنے گاؤں جانے کے لئے اصرار کرتی ہے۔ تو ہر ممکن طریقہ سے واسطے دے دے کر رکھ لیتی ہے۔ ماما بھی جیسی خدمت ماں کی کرتی ہے۔ اور کسی سے نہیں ہو سکتی۔"

"تو کنج کا اس کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"موسی ان کی طبیعت کو تو تو جانتی ہے۔ کہ سوائے اپنے خاص آدمی کے اور کوئی پسند ہی نہیں آتا۔"

"کس لئے؟"

"میں نے تو کوشش کر کے ان کی ملاقات ماما سے کروا دی تھی۔ مگر آپس میں بولتے بہت کم ہیں۔ جب کبھی بھی سامنا ہو جاتا ہے۔ تو ایک دوسرا چھپ جاتا ہے۔" یہ کہتے ہوئے کرونا کے نرم نازک خوب صورت چہرے پر سرخی کی لہر دوڑ گئی۔

گوری نے دل ہی دل میں کہا۔ شاید یہی وجہ تھی۔ کہ جب کنج آیا تھا اس نے ماما کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ پھر پوچھنے لگی۔ کرونا بہاری کا کیا حال ہے۔ وہ شادی کرے گا یا نہیں۔؟

کرونا کی آنکھیں نیچے جھک گئی۔ اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

گوری نے کرونا کی چپ سے گھبرا کر "مجھے بہاری کا سب حال ٹھیک بتا دو۔ وہ ایک نہایت اچھا لڑکا ہے۔"

"ماسی مجھ سے اس کا کچھ نہ پوچھو۔"

"کیوں؟"

"ان کی میں کوئی بات نہ کہہ سکوں گی۔"

یہ کہہ کر کرونا دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اور گوری سوچنے لگی۔ بہاری تو بڑا لائق آگیاکاری حلیم طبع سوشل لڑکا تھا۔ اتنے ہی دنوں میں اس کی صحبت اتنی خراب ہوگئی۔ کہ کرونا اس کا نام لینے سے بھی گھبراتی ہے۔ اس کا نام سن کر چلی گئی ہے۔ یہ سب قسمت ....

ان خیالات کے آتے ہی گوری کی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ دل میں سوچنے لگی بہاری نے کچھ نہ کچھ ضرور اپنی شان کے برخلاف کیا ہوگا۔ لڑکا تو بڑا قابل دور اندیش نیک چلن تھا۔ ایشور اسے اس دکھ سے بچاوے۔

بہاری کے متعلق کرونا کا ایسا خیال سن کر گوری بہت گھبرا گئی

اسی روز شام کے وقت جب گوری سندھیا کر رہی تھی۔ کہ ایک گاڑی اس کے دروازے پر آکر رُک گئی۔ اور سائیس نے اونچی آواز سے پکارا۔

گوری نے کرونا کو آواز دے کر کہا۔ آج میری نند پراگ راج سے آنے والی تھی۔ میرا خیال ہے۔ یہ ان ہی کی گاڑی ہوگی۔ ذرا نیچے جاکر دروازہ کھول آؤ۔ میں اتنے میں سندھیا سماپت کر لوں گی۔

کرونا لیمپ لے کر نیچے آئی۔ مگر دروازہ کھولتے ہی ششدر رہ گئی کیونکہ سامنے بہاری بابو کھڑا تھا۔

بہاری بابو "بہو میں نے تو سنا تھا۔ تم اب کاشی نہیں جاؤ گی"

کرونا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ الٹے پاؤں کانپتی ہوئی ماسی کے پاس اوپر بھاگ گئی۔ اور کہنے لگی۔ میں آپ سے منت کرتی ہوں۔ ان سے ابھی کہو۔ واپس چلے جائیں۔

گوری (گھبرا کر) "کرونا کیسے واپس جانے کو کہہ دوں"

کرونا "ماسی بہاری تو یہاں بھی چلا آیا"

اتنا کہ کر وہ پھر کوٹھڑی میں گھس گئی۔ اور اندر سے دروازہ بند کر کے نشچنت ہوگئی۔

بہاری نیچے سب باتیں سنتا رہا۔ وہ ابھی واپسی کے متعلق سوچ ہی رہا تھا۔ کہ گوری دوڑتی ہوئی نیچے آئی ۔

اسے دیکھتے ہی بہاری بابو دروازہ میں آکر بیٹھ گیا۔

گوری ۔ نفرت انگیز طریقہ سے کہنے لگی " بہاری بابو!"

ہاہ زمانہ کیسا طوطا چشم ہے جیسے بدلتے دیر نہیں لگتی۔ گوری کا وہ ہمدردانہ لب ولہجہ اس وقت بالکل مفقود ہو گیا۔ آواز نہایت مہیب اور بے رخی سے نکالی۔ بہاری بابو کہنے لگا۔

بہاری ۔ (عاجزانہ انداز سے) "چاچی بس اس سے زیادہ کچھ نہ کہنا۔ میں خود ہی واپس جا رہا ہوں۔ آپ فکر نہ کریں"۔ اتنا کہ کر گوری کے بغیر پاؤں چوم کر پرنام کیا۔ بہاری کو زیادہ باتیں کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

گوری کے دیکھتے ہی دیکھتے بہاری بابو رات کی تاریکی میں منہ موڑ کر چل دیا۔ گوری نے دوبارہ بلانے کی تکلیف بھی گوارہ نہ کی۔ کہ گاڑی سڑک سے موڑ کر چوراہے میں پہنچ گئی۔

اسی رات کرونا نے کنج کو خط لکھا۔

سوامی جی نمستے

آج شام کو بلا اطلاع دئے اچانک بہاری یہاں ماسی کے گھر آئے تھے۔ مگر میرے کہنے سے ماسی نے انہیں ایک منٹ کے لئے بھی گھر پر رکھنا گوارا نہ کیا۔ تب وہ اسی وقت الٹے پاؤں کہیں چلے گئے۔ ماسی سے کوئی بات تک بھی نہیں ہوئی۔ چاچی کے کلکتہ آنے کا ابھی کوئی ٹھیک سے نشچت نہیں ہوا۔ اس لئے آپ خود آکر مجھے لے جائیں۔ میں آپ کے بغیر بے پانی کی مچھلی کی طرح تڑپ رہی ہوں۔ اس لئے اب انتظار نہ دیکھنا۔ میری سکھی بابا کیسی ہے؟ سب کو نمستے ——— دید کی ابھلاشی "کرونا"

موسم بہار اپنے پورے جوبن پر ہے۔ ہر طرف نئے نئے پھول درختوں سے نکل نکل کر اپنی خوشبو سے ہوا کو معطر کر رہے ہیں۔ ہوا کی خنکی کم ہو رہی ہے۔ گیہوں کے کھیتوں کی بالیاں فرط مسرت سے جھوم جھوم کر گلے مل رہی ہیں۔ بٹیر اپنی من بھانی آواز سے چنگھاڑ رہے ہیں۔

مگر کنج بابو ایسے سہا دنے سمے میں بھی ابھی تک بستر پر پڑا کروٹیں بدل رہا ہے۔ دن کافی چڑھ آیا ہے۔ مگر وہ ابھی تک حاجات ضروری سے بھی فارغ نہیں ہوا۔ کمایا نے آکر کہا۔

"کنج کیا سوچ رہے ہو۔ تم نے ابھی تک بستر ہی نہیں چھوڑا۔ دس بج چکے ہیں۔ کھانا تیار ہو گیا ہے۔ کیا طبیعت تو علیل نہیں۔ آنکھیں کیوں چڑھی ہوئی ہیں۔ سر تو درد نہیں کرتا" اتنا کہہ کر کنج کے سر پر ہاتھ رکھ کر دیکھنے لگی

کنج۔ (گھبرائی ہوئی آواز سے) "ہاں آج کچھ طبیعت خراب ہے۔ میں نہاؤں گا بھی نہیں"

مایا نے کنج کا سر دبانا شروع کر دیا۔ مایا کے نازک ہاتھوں کے لگنے سے کنج کے دل کی حرکت تیز ہو گئی۔ خون جوش سے چلنے لگا۔

کنج کا سر دباتے دباتے جوبن کی مستی خمار جوانی میں اندھی ہوتی ہوئی مایا کا سر آہستہ آہستہ جھک گیا۔ جس سے اس کی ناگنی لٹیں کنج کے رخساروں کو ڈسنے لگیں۔ جس کے لگتے ہی اس کا سانس چلنا بند ہو گیا۔ گھبرا کر اٹھ

کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔

کنج "میرے کالج جانے کا وقت ہو گیا ہے"

جب کالج سے واپس آیا۔ تو اپنے کمرے میں جاتے ہوئے اس نے مایا کے کمرے میں نظر بھر کر دیکھا۔ تو بیتاب ہو اٹھا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ مایا سینے سے تکیہ لگائے لیٹی ہوئی پریم سبق پڑھ رہی ہے۔ بالوں کی لٹیں ہوا کے معمولی معمولی جھونکوں سے ہل ہل کر بیٹھ پر ناگن کی مانند بکھر رہی تھیں۔ مایا اپنے خیال میں اس قدر مست تھی۔ کہ اس نے کنج کے آنے کی آواز تک بھی نہ سنی۔ کنج بھی خرامہ خرامہ چل کر مایا کے سرہانے جا کر کھڑا ہو گیا۔ مایا نے ایک لمبی سانس لے کر کتاب بند کر کے اوپر سر اٹھایا۔ تو کنج کو دیکھ کر گھبراہٹ سے اٹھ بیٹھی۔ کتاب کو بھی سرہانے کے نیچے رکھ لیا۔

کنج "کیا پڑھ رہی تھی۔؟"

مایا۔ جواب دئے بغیر کتاب کو چھپانے لگی۔

کنج کا دل زور سے دورہ کرنے لگا۔ اس نے اس ادل بدل میں کتاب کا ہیڈنگ پڑھ لیا تھا۔ گھبرا کر کہنے لگا۔ میں تو سمجھے تھا۔ کہ کوئی خاص چیز پڑھ رہی ہو گی۔ مگر افسوس یہ تو "کلپ برکش"

"بھلا میں اور کون سی چیز چھپا کر پڑھ سکتی ہوں؟"

کنج (جلدی سے) "کنج کا خط!"

یہ سنتے ہی مایا کی آنکھیں خون سے تر ہو گئیں۔ مگر چپ رہی۔

کنج نے اپنے الفاظوں کی تلافی کی خاطر مایا کا ہاتھ پکڑ لیا۔

مایا ہاتھ چھڑا کر کہنے لگی۔ تمہیں یہ ہنسی اچھی نہیں۔ تم اگر ہماری یادوسے دوستی کے قابل ہوتے۔ تو میں آپ کی اس ہنسی کو نظر انداز کر دیتی۔ مگر تم دوستی کی اہلیت نہیں رکھتے۔ تم تنگ دل کم ظرف انسان ہو"

یہ کہہ کر مایا باہر جانے کو تیار ہو گئی۔ مگر کنج نے دونوں ہاتھوں سے

اس کے پاؤں پکڑ لئے۔

اسی وقت سامنے دیوار پر آدم زاد کا سایہ دیکھ کر جلدی سے کنج نے بابا کے پاؤں چھوڑ دئے۔ بحالت پریشانی مڑ کر دیکھا۔ تو بہاری بابو کو کھڑے پایا۔

بہاری بابو دونوں کو دیکھ کر کہنے لگے" میں بلا اجازت چلا آیا۔ مگر آپ کا بہت وقت خراب نہ کروں گا۔ صرف یہ کہنے آیا ہوں۔ کہ میں کاشی گیا تھا۔ مگر بہو کے کاشی جانے کا مجھے علم نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے میں نادانی سے ان کی نظروں میں قصوروار ہو گیا ہوں۔ لئے پاؤں واپس چلا آیا تھا۔ ان سے تو معافی نہ مانگ سکا۔ مگر اب آپ کے پاس اس قصور کی تلافی کروانے آیا ہوں"

کنج" میں نے تمہیں کب معافی مانگنے کو کہا ہے"

بہاری کچھ کہنے ہی لگا تھا۔ کہ بابا نے منہ پر انگلی رکھ کر روک دیا۔ جاتے جاتے بابا اور بہاری کا آمنا سامنا ہو گیا۔ تو بابا نے بڑے پریم سے بہاری کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔

مگر بہاری نہایت ہی نفرت آمیز طریقہ سے بابا کو دھکیل کر چل دیا۔

کنج۔ بابا کے گرنے کی آواز سے گھبرا کر چلا آیا۔ اس نے دیکھا کہ بابا کی کوہنی سے خون بہہ رہا ہے۔ کہنے لگا۔ بڑی چوٹ لگی ہے۔ فوراً پٹی ڈھونڈھ کر باندھنے کو تیار ہو گیا۔

بابا (ہاتھ کھینچ کر) گندہ خون نکال جانے دیں۔ باندھنے کی ضرورت نہیں"

"پٹی بندھوا لو۔ پھر بازار سے دوائی لا کر پلاؤں گا۔ جس سے درد بھی جاتا رہے گا۔ اور زخم جلد بھر آئے گا"

بابا" نہیں یہ زخم کھلا ہی رہنا چاہیے۔ میں اسے ٹھیک کرنا ہی نہیں چاہتی

کنج ۔ مطلبنجاہ کہنے لگا ’’آج میری غلطی سے آپ کو ہماری بابو کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا ہے ۔ جس کی معافی چاہتا ہوں ‘‘
مایا ’’ معافی کی کوئی بات نہیں ۔ جو ہوا سو ہوا ۔ میں کسی سے ڈرتی تھوڑے ہی ہوں ۔ کیا جو مجھے دھکے دے ۔ وہ میرا کچھ ہے ۔ اور جو پاؤں پکڑے وہ کچھ بھی نہیں ‘‘
یہ الفاظ سن کر کنج کے چہرے پر خوشی سے سرخی دوڑ گئی ۔ اور وہ نہایت خوش خوش نظر آنے لگا ۔
کنج ۔ (مسرت آمیز لہجہ سے) ’’ تو پھر میرے پریم کو قبول کرو ‘‘
اسی وقت کنج نے مایا کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور کہنے لگا ۔ آؤ کمرے میں چلیں ۔ میری وجہ سے ہی آپ کو دکھ ہوا ہے ۔ دونوں بیٹھ کر اس کی تلافی کریں ۔ جب تک دونوں پریم سے باتیں نہ کریں گے ۔ چین نہیں آسکتا ‘‘
مایا ’’ آج معافی دیں ۔ اگر مجھ سے آپ کو کوئی دکھ ہوا ہے ۔ تو معاف کریں ‘‘
کنج ’’ آپ بھی مجھے معاف فرمائیں ۔ ورنہ مجھے تو رات کو نیند نہ آئے گی ‘‘
مایا ۔ ’’ معاف کیا ‘‘
کنج معافی مل چکنے کے بعد پیار نشانی پانے کا خواہش مند ہو گیا ۔ مگر مایا کے چہرے پر نگاہ نہ ٹکا سکا ۔ اور نہ ہی کچھ کہنے کی ہمت اس میں پیدا ہوئی ۔ چپ چاپ کھڑے کا کھڑا رہ گیا ۔ اور مایا نیچے اتر آئی ۔
کنج دل میں سوچنے لگا ۔ آج پہلا دن ہے ۔ کہ ہماری اس پریم کو سمجھ گیا ہے ۔ یہ خیال آتے ہی کنج اندر ہی اندر شرم سے پانی پانی ہو گیا ۔ مگر جلد ہی وہ شرم نفرت اور بے خوفی میں تبدیل ہو گئی ۔
کنج نے سوچا ۔ اب تو پریم دھرم سے پھرنا سراسر ناممکن ہے ۔ میں بھی تو مایا کو پیار کرتا ہوں ۔ یہ کوئی جھوٹ تھوڑے ہی ہے ۔ لوگ خواہ کچھ

کہیں میں ضرور پریمی بنوں گا۔

دوسرے دن جب کنج سوکر اٹھا۔ اس کا دل خوشی سے منور ہو چکا تھا۔ خوش کن خیالی پلاؤ پکانے لگا۔ کہ ایک فقیر دروازے پر آکر اسی وقت ستار بجانے لگا۔ دربان نے اسے ہٹا دیا۔ مگر کنج جو اس وقت خوشی میں مخمور ہوا ہوا تھا۔ دربان سے چڑھ کر فقیر کو ایک روپیہ دینے لگا۔ ادھر نوکر لیمپ لے جا رہا تھا۔ کہ ٹھوکر لگنے سے بالکل ریزہ ریزہ ہو گئی۔ نوکر مالک کے ڈر کے مارے کانپ اٹھا۔ مگر کنج کی خوشی میں مست آنکھوں نے کوئی پرواہ نہ کی۔

محبت چھپانے سے نہیں چھپ سکتی۔ وہ ہی کنج جو آج تک اس محبت کو نفرت کے پردہ میں چھپائے پھرتا تھا۔ آج اچانک بہاری کے آجانے سے کنج کے دل سے نفرت کا پردہ اٹھ گیا۔ وہ ہی پریم لیلا۔ جو آج تک چھپ چھپا کر کھلی جاتی تھی۔ کنج کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ آزادانہ کھیلیں۔

آج اس کی آنکھوں میں مسرت چھلک رہی تھی۔ ہر ذی روح یا بے جان اس کی خوشی میں خوش نظر آتا تھا۔ وہ سوچتا تھا۔ کہ اب کھلا قول و اقرار ہو گیا ہے۔ مایا ضرور اظہار محبت میں سرگرمی دکھائے گی۔

شام کے وقت کنج "کلپ برکشن" پڑھ رہا تھا۔ کہ مایا کے پاؤں کی آواز سے چونک اٹھا۔

مایا۔ "کھانا رکھ کر کیا کر رہے تھے۔ نہیں آج کیا ہو گیا ہے۔ جو اس وقت تک باہر ہی نہیں نکلے۔؟"

کنج نے سوچا یہ ہر ایک بات کو تو سمجھتی ہے۔ محض مجھے بتانے کی خاطر میری زبان سے دہرانا چاہتی ہے۔ بھلا اسے معلوم نہیں۔ کہ آج کا دن خاص ہے۔ مگر پھر بھی کنج نے کوئی بات نہ کی۔ اسے ڈر تھا۔ کہ کہیں

ناامیدی کا منہ ہی نہ دیکھنا پڑے اس لئے اس نے گذشتہ کوئی بار تازہ نہ کی خاموش ہی رہا۔

مایا دھلے ہوئے کنج کے کپڑے الگ کر رہی تھی۔ اور کنج انہیں تہ کرانے میں مدد دے رہا تھا۔ آج کا ملاپ اس طرح سے شروع ہوا۔ مگر کنج کے خیالی پلاؤ پورے ہوتے نظر نہ آتے تھے۔ ان ہی باتوں کو سونچ رہا تھا۔ کہ لکشمی اسی کمرے میں داخل ہوئی۔

لکشمی "کنج بہو تو کپڑے رکھ رہی ہے۔ تو بیکار یہاں کیا کر رہا ہے۔"

مایا "دیکھو بوا جی ان کے بیٹھنے سے خواہ مخواہ مجھے دیر لگ رہی ہے"

کنج "نہیں ماں میں تو اس کی مدد کر رہا ہوں"

لکشمی "مایا یہ کنج کا قصور نہیں۔ ہمارا ہی ہے۔ لڑکپن ہی سے اس کی عادت سست ہوگئی ہوئی ہے۔ اگر ہم لوگ اس قدر لاڈ نہ کرتے۔ تو امید تھی۔ کہ یہ سست الوجود نہ ہوتا"

لکشمی "بیٹی آج تم نے کنج کے بستر گرم سوٹ دھوپ میں ڈالا ہے تو کل اس کے۔ دو مالوں پر نام بھی لکھ دینا۔ تمہیں یہاں بجائے سکھ کے دکھ ہی دے رہی ہوں۔ دن رات کام دھندے سے فرصت ہی نہیں ملنے دیتی"

مایا "نہ بوا میں کوئی غیر تھوڑے ہی ہوں میرے تو اپنے گھر کا کام ہے۔ پھر مجھے فرصت کی کیا ضرورت ہے"

لکشمی نے پیار سے ماتھا چوم لیا۔

مایا جب کپڑے رکھ چکی۔ تو لکشمی نے کہا۔ چلو رسوئی ہی تیار کریں"

کنج۔ (بیچ میں بول اٹھا) "ابھی ابھی تو تم کہہ چکی ہو۔ کہ میں کام زیادہ لیتی ہوں۔ اور اسی دم پھول کر کام پر کام بتائے جاتی ہو"

لکشمی۔ مایا سے پیار کرکے "نہیں میری رانی بہو کام میں مشغول رہ کر

ہی خوش ہے۔

کنج "آج مجھے شام کو کوئی کام نہ تھا۔ اس لیے میں سوچ رہا تھا کہ ماما کو کتاب پڑھ کر سناؤں گا۔"

ماما۔ (کنج کی آنکھوں میں آنکھیں ملا کر) "بو تم نے بھی آنا۔ کتاب سنیں گی۔ آپ بھی تو اس وقت بے کار ہی ہوتی ہیں۔"

کنج کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ چڑھ کر کہنے لگا۔ "نہ آنا میں بھی گھومنے چلا جاؤں گا۔"

شام کے وقت ہی کام دھندے سے فارغ ہو کر لکشمی ماما کو ہمراہ لے کر کنج کے کمرے میں آموجود ہوئی۔ مگر کنج کو ماں کا آنا بہت گراں گزرا کہنے لگا۔

"ماں میری کتاب آپ جیسی عمر کے مطابق نہیں ہے۔ اس میں آپ کا دل نہیں لگے گا۔"

میں تو رامائن سننے آتی ہوں۔ اس کے سننے سے تو لطف آئے گا۔ اور رام کا نام بھی زبان سے نکلے گا۔" اتنے میں نوکر نے آکر کہا نیچے کوئی ملنے والی آئی ہے۔

لکشمی کو باتیں سننے ملنے ملانے کا بہت شوق تھا۔ اسے خیال آیا ہو نہ ہو۔ میری سہیلی چندرانی ہی نہ ہو۔ اس لئے ماما کو کہنے لگی۔ بہو تم بیٹھو۔ میں ابھی آتی ہوں۔ کنج تم پڑھنے چلو میرا انتظار نہ کرنا۔

ماں کے جانے سے کنج کی خواہشیں بر آئیں۔ وہ خوشی سے پھولا نہ سما سکا لکشمی کے جاتے ہی مایوسانہ انداز سے کہنے لگا۔ "ماما تو سب کچھ سمجھتی ہوئی مجھے کیوں دکھ دینے پر تلی ہوئی ہے۔"

ماما۔ "واہ جی واہ میں نے بھلا آپ کو کونسا دکھ دیا ہے۔ اگر آپ میرے یہاں آنے سے دکھی ہیں۔ تو اجازت دیں۔ میں جاتی ہوں۔ یہ کہہ کر اٹھنے لگی۔"

کنج۔ ہاتھ پکڑتے ہوئے۔ "بس اسی طرح تو مجھے جلاتی ہے۔" اور ہاتھ

کنج نے سینے سے لگا لیا۔
مایا کے منہ سے آہ نکل گئی۔ تو کنج نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ گھبرا کر پوچھا۔ کیا ہوا ہے۔
مایا نے کوئی جواب نہ دیا۔ مگر کنج نے دیکھ لیا۔ کہ اس دن یہاں چوٹ آئی تھی۔ وہاں سے خون بہ رہا ہے۔
کنج (التجا آمیز طریقہ سے) "معاف کرنا میں بھول گیا تھا۔ آؤ آج اسے ضرور باندھ دوں۔"
مایا "نہیں خود بخود اچھا ہو جائے گا۔ دوائی کی ضرورت نہیں۔"
کنج (دل ہی دل میں) مایا کی مایا کا کچھ پتہ نہیں لگتا۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ برہما سب کے بنانے والا بھی استریوں کے چرتر نہ جان سکا۔ تو انسان کی کیا ہستی ہے۔
مایا۔ باہر جانے لگی۔
کنج "کہاں جاتی ہو۔؟"
مایا "کام ہے۔" کہ کر آہستہ آہستہ چل دی۔
مایا کے چلے جانے کے بعد کنج سوچنے لگا۔ عجیب قسم کی بات ہے۔ خود ہی تو سمجھتی ہے۔ اور پھر پاس بھی نہیں آنے دیتی۔ آج تک کنج کو بھی غرور تھا۔ کہ کوئی میرا دل مٹھی میں نہیں کر سکتا۔ مگر وہ جب چاہے ہر ایک کو اپنی حسب خواہش چلا سکتا ہے۔ مگر آج وہ غرور ٹوٹتا ہوا نظر آیا۔ اس کا بنایا ہوا پروگرام دھرا ہی رہ گیا۔
ہماری بابو کو اپنی زمین سے ہر سال ان ہی دنوں میں بہت سا شہد آیا کرتا تھا۔ جس کو وہ کنج کے گھر بھیج دیا کرتا تھا۔ حسب معمول اب کہ بھی اس نے لکشمی کے ہاں بھیج دیا۔ جب شہد پہنچا۔ تو مایا کہنے لگی۔
مایا "بوا ہماری بابو تو آپ سے ماں کی طرح پریم کرتے ہیں۔"

لکشمی "- ہاں مایا- بہاری واقع ہی میرے بڑے لڑکے کے برابر ہے" لکشمی جانتی تھی - کہ بہاری کنج سے بھی بڑھ کر میرا آگیا کاری نیک بخت فرزند ہے۔
مایا" بہاری بابو آپ کے ہاتھوں سے بنا ہوا کھانا بہت پسند کرتے ہیں"۔
لکشمی - افاخترانہ طریقہ سے "ہاں میرے بغیر کسی کی کڑھی وہ پسند ہی نہیں کرتا" یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ رقتانہ انداز سے کہنے لگی۔
" بہاری آج کل ہمارے ہاں کیوں نہیں آتا"؟
مایا" میں بھی اسی سوچ میں تھی - اور اس نتیجہ پر پہنچی ہوں - کہ جب سے کنج کی شادی ہوئی ہے - وہ تو بہو کے بغیر کسی دوسرے کو خاطر میں ہی نہیں لاتا - پھر یار دوستوں کی کون پوچھے - ؟
لکشمی کو مایا کا کہنا بہت پسند آیا۔ ٹھیک ہی تو ہے - کہ کنج بھی تو بہاری سے بالکل نامناسب سلوک کرتا ہے - پھر اس کی طرف سے بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے
مایا" بوا کل کو اتوار ہے - کیوں نہ بہاری بابو کو دعوت کر دیں - اس طرح سے وہ بہت خوش ہوگا"؟
لکشمی "بات تو ٹھیک ہے - کنج کو بلاتی ہوں - وہ ابھی خط لکھ دے گا"۔
مایا" نہیں انہیں کیا تکلیف دینی ہے - میں ہی تمہاری طرف سے خط لکھ دوں گی"۔
دوسرے دن کنج نے جب باورچی خانہ میں دھوم دھام دیکھی - تو کہنے لگا" آج کیا سامان تیار ہو رہا ہے"؟
لکشمی "- بہو نے تمہیں کہا تو تھا - کہ آج بہاری بابو کی دعوت ہوگی"۔
کنج" بہاری کی دعوت کا نام سنتے ہی گھبرا گیا - کہنے لگا - ماں میں تو آج یہاں نہیں رہ سکوں گا"۔
لکشمی - حیران گی سے" کہاں جائے گا"۔
" مجھے ایک دوست کے ہاں ضروری کام ہے"۔

لکشمی "تو کھانا کھا کر چلے جانا۔ جلد تیار ہو جائے گا۔"

کنج "۔ میرا کھانا بھی آج وہاں ہی ہے۔"

مایا " یوا گران کی دعوت ہے۔ تو کیوں روکتی ہو۔ جانے دیں۔ بہاری بابو اکیلے ہی کھا لیں گے۔" ماں کے پریم کو کوئی دوسرا کیا جانے۔ وہ یہ کسطرح برداشت کر سکتی تھی۔ کہ اس کا لاڈلہ بیٹا ماں کا بنا ہوا کھانا نہ کھائے۔ وہ کنج سے اصرار کرنے لگی۔ مگر اس نے کوئی جواب تک نہ دیا۔ اور چلا گیا۔

آج کئی دنوں کے بعد بہاری بابو پھر کنج کے گھر آیا۔ یہی جگہ تھی۔ کہ جس جگہ دن میں ایک بار آئے بغیر بہاری کا کھانا ہضم نہ ہوتا تھا۔ یہاں کی خوش آغوش راتیں جس الفت سے کاٹی تھیں۔ یاد آ آ کر رلایا کرتی تھیں۔ اس گھر میں کبھی شراب محبت کے دور چلا کرتے تھے۔ ان خیالات کے پیدا ہوتے ہی بہاری کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ جنہیں روک کر وہ لکشمی کے پاؤں پر گر پڑا۔

لکشمی نے اسیس دی پریم سے دست شفقت سر پر پھیرا۔

لکشمی "بہاری آج کل تو آتا کیوں نہیں۔ میں تو روز یاد ہی کرتی رہتی ہوں۔ راستہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں بھی پک گئی ہیں۔"

بہاری ۔ مسکرا کر "روز روز آنے سے پریم نہیں رہتا۔ اس طرح تو میری یاد بنی رہتی ہے۔ ماں بھائی کنج کہاں ہیں۔؟"

لکشمی کا چہرہ اتر گیا "اس کی آج کہیں دعوت ہے۔ اس لیے چلا گیا ہے۔"

یہ سن کر بہاری کو بہت رنج ہوا۔ سوچنے لگا۔ کیا بچپن کے لنگوٹیے یار کے پریم کا یہی نتیجہ ہوتا تھا۔

اسی وقت کنج نے آ کر کہا "بہاری بابو کیسے ہو۔؟"

دوسری طرف سے ماما بھی آ گئی۔ جسے دیکھ کر بہاری چپ ہو رہا۔

اور کنج مایا کی اس دن والی لیلا کا منظر اس کی آنکھوں میں پھر گیا۔
بہاری بابو کے پاس مایا نے حلیمانہ انداز سے آکر کہا "کیوں بابو آپ تو پہچانتے ہی نہیں"۔
بہاری "سب پہچانے جانے کے قابل نہیں ہوتے"۔
مایا "اگر کچھ سمجھ سے کام لیا جاوے۔ تو پہچانے جا سکتے ہیں"۔
جب دونوں کھانا کھا چکے۔ تو مایا نے کہا "بہاری بابو تھوڑی دیر کے لئے اوپر چلیں"۔
بہاری "کیا تم نے کھانا نہیں کھانا"؟
مایا "نہیں آج کاشی کا برت ہے"۔
بہاری کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ وہ دل ہی دل میں سوچنے لگا۔ ایک طرف تو اس دن کا نظارہ اور ایک طرف کاشی یہ خیال کر کے مسکرا دیا۔
مایا اس ہنسی کی کٹار کو کوہنی والے زخم کی مانند اندر ہی اندر پی گئی۔ بلکہ خوشامدانہ طریقہ سے کہنے لگی "تمہیں میرے سر کی قسم جائیں نہ"
کنج اندر ہی اندر اس اصرار سے جل رہا تھا۔ آخر نہ رہ سکا تو کہنے لگا
"تم لوگ بھی عجیب خاصیت کے انسان ہو۔ جو خواہ مخواہ ان کو بیٹھنے کا اصرار کر رہی ہو۔ کسی کی خواہش ہو یا نہ ہو۔ آپ آرڈر پر آرڈر دئے جا رہی ہیں ضرور بیٹھنا ہو گا"۔
یہ سن کر مایا کھکھلا اٹھی "بہاری بابو اپنے بچپن کے دوست کی باتیں سنتے ہو نا۔ کیسے کورے ہیں"۔
بہاری۔ نے مایا کو کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ کنج سے کہا "آپ سے ایک بات کہنی ہے۔ اگر موقع ہو تو سن لیں"۔
کنج الگ ہو گیا۔ تب بہاری بابو نے کہا "بھائی ہم لوگوں کی دوستی کا انجام

کیا ہی ہو گا۔
کنج کے دل میں اس وقت مایا کے طعن آمیز الفاظ تیر و نشتر کا کام کر رہے تھے۔ وہ کہنے لگا۔ دوستی کا نتیجہ سمجھنے کے لئے تم بے قرار ہوئے جاتے ہو۔ تو یہ ہے۔ کہ میں اپنے گھر پر کسی غیر شخص کا آنا جانا پسند نہیں کرتا۔
بہاری بابو بلا جواب دیئے چلا گیا۔
ادھر کنج نے پختہ ارادہ کر لیا۔ کہ اب مایا سے کبھی کوئی بات نہ کروں گا مگر تھوڑی دیر بعد ہی وہ مایا کو ملنے کے لئے بے تاب ہو اٹھا۔
ایک دن کرونا نے ماسی سے پوچھا۔ آپ کو ماسٹر کی یاد تو اکثر آتی رہتی ہو گی
گوری" جب میں بیوہ ہوئی تھی۔ اس وقت میری عمر صرف گیارہ سال تھی۔ ان کی صورت دھندلی سی یاد پڑتی ہے"
کرونا" تو پھر تم کس کی مورتی کا دھیان کیا کرتی ہو۔؟"
گوری" میں اس بھگوان کا سروپ ہردے میں دھارن کئے ہوں جن کے پاس میرے سوامی آج کل براجمان ہیں۔"
کرونا" اس سے تمہیں کچھ سکھ بھی ملتا ہے۔؟"
گوری" شفقت بھرا ہاتھ سر پر پھیر کر کہنے لگی۔ میری بچی تو ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتی۔ اس لئے میرا دل ہی جانتا ہے۔ یا جس کا میں تصور باندھا کرتی ہوں"
کرونا" دل ہی دل میں سوچنے لگی۔ تو جن کی یاد میرے دل میں ہر وقت بنی رہتی ہے۔ وہ میرے دل کا حال نہ جانتے ہوں گے۔ کاش میں اچھی طرح خط لکھ سکتی۔ تو وہ ضرور اسی طرح بھیج کر خط لکھنا نہ چھوڑ دیتے
کبھی سوچتی آج اگر میری بہن مایا یہاں ہوتی۔ تو میرے خیالات کی ترجمانی ضرور کرتی۔ اس خیال کے آتے ہی آنکھوں میں آنسوں بھر آئے تو کہنے لگی۔ بھگوان اگر مجھ پر پریم دیا تھا۔ تو اس کے اظہار کا بھی پر لطف

طریقہ بتایا ہوتا۔

گوری نے جب کرونا کا غمگین چہرہ دیکھا۔ تو برداشت نہ کر سکی گوری نہایت ہی پاک باطن عورت تھی۔ اس نے کرونا کو گلے لگا کر ہر طرح سے تسلی دی۔ کرونا پہر رات گزرے تک بھی ماسی کی باتیں سوچتی رہی۔ تو بھی نہ سمجھ سکی۔

دوسرے دن کرونا کی روانگی تھی۔ وہ موسی سے آشیرباد لینے لگی۔ تو اس نے کرونا کو نصیحت کی۔ بیٹی دکھ اور سکھ میں ایک سمان رہ کر صبر کی زندگی بسر کرنی چاہیے۔

کرونا کلکتہ پہنچ گئی۔ پہلے تو مایا نے سیدھے منہ بات کرنی بھی پسند نہ کی۔ آخر بولی۔ تو کہنے لگی" اتنے دنوں چاچی کے پاس رہی ہو۔ مگر خط بھی نہیں لکھا۔"

کرونا" تم نے بھی تو نہیں لکھا۔"

مایا" میں تو گھر پر ہی تھی۔ تمہیں کاشی پہنچ کر پہنچ کی اطلاع تو دینی ضروری تھی۔"

کرونا مایا کے گلے لپٹ گئی۔

اس طرح سے کرونا نے اپنا قصور مان کر معافی چاہی۔

مایا" کرونا ہر وقت شوہر کے پاس رہ رہ کر تم نے اپنے پتی کی عادتیں بگاڑ دی ہوئی ہیں۔ اب وہ تیری جدائی ایک منٹ بھی برداشت نہیں کر سکتے۔"

کرونا" یہی وجہ تھی۔ کہ میں تمہیں کہ گئی تھی۔"

مایا" دن تو کالج میں گزر جاتا تھا۔ مگر رات کو لاکھ بہانے بنانے پر بھی نہ چھوڑتے تھے۔"

کرونا۔ (بوسہ لے کر)" بہن یہ موہنی صورت سب کو موہ لیتی ہے۔ اسی

لئے تمہیں کسی کا چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔"

مایا۔" تو کیا میں بشی کرن جادو جانتی ہوں۔؟"

کرونا۔" بہن تو سب کچھ جانتی ہے۔ ہاں اگر مجھے ایسا منتر معلوم ہو جاتا کہاں قسمت تھی۔"

مایا۔ ہنس کر کیوں کسی پر جادو کی خواہش کر رہی ہے۔ اپنا سب سے اچھا ہے۔ اگر اسی کی حفاظت کی جاوے۔ تو دوسرے کو موہت کرنے میں بڑے دکھ اٹھانے پڑتے ہیں۔

کنج بابو جب کالج سے آئے۔ تو کمرہ میں کرونا سے ملاپ ہوا۔ کہنے لگا۔ معلوم ہوتا ہے۔ چاچی کے پاس تم بہت سکھی رہی ہو۔ کیوں کہ بہت بشاش نظر آتی ہو۔

کرونا۔" پرکھو آپ کیسے رہے ہیں۔؟"

کنج (لاپرواہی سے)" اچھا ہی رہا ہوں۔"

کرونا دل میں سوچنے لگی۔ شاید کچھ بیمار رہے ہوں۔ کیونکہ ان کا چہرہ پیلا چہ بی ندارد۔ آنکھیں اندر کو دھسی ہوئی اس بات کی صاف دلالت کرتی ہیں۔ پھر سوچنے لگی۔ شاید میرے جانے سے انہیں کوئی دکھ ہوا ہے۔ شام ہوئی کرونا کئی قسم کی خواہشات اپنے من ہی من میں دبائے ہوئے تھی۔ مگر کنج اکیلا ہی جاکر سو رہا۔ آخر بہت رات گئی۔ کرونا آہستہ آہستہ دبے پاؤں کنج کی چارپائی کے پاس گئی۔ جب اس نے دیکھا کہ کنج سو رہا ہے۔ تو چپ چاپ جاکر سو گئی۔

کرونا سوچنے لگی۔ کیا میں قصوروار ہوں۔ جو سوامی جی بولتے بھی نہیں۔ بھولی بھالی کرونا یہ نہ جان سکی۔ کہ کنج میرے کاشی رہنے کے سمے آزادانہ مایا سے پریم کرنے لگا ہے۔ اس کا دل ہر قسم کے پاپوں سے چونکہ صاف تھا اس لئے وہ تو اپنے کنج کو شادی کے بعد والا ہی خیال کرنے لگی۔

کنج حسب معمول اپنے مقررہ وقت سے کچھ پیشتر ہی کالج چلا۔ کرونا کے کاشی جانے سے پہلے جب کالج جانے لگتا۔ تو کرونا کو جانتے ہوئے ضرور مل کر جایا کرتا تھا۔ اسی طرح آج جب ہی اس نے کرونا کے کمرے کی طرف دھیان کیا تو اس سے کرونا کا زرد اور خشک چہرہ بالوں کی بے ترتیبی دیکھی نہ گئی۔ آنکھیں نیچی کر کے گاڑی میں چلا آیا۔ کرونا اسی بے کسی کی حالت میں زمین پر گر پڑی۔ آج اسے گھر کی کوئی چیز بھی بھلی معلوم نہ دیتی تھی۔ آخر پڑے پڑے سوچنے لگی رکہ ہماری بابو کے کاشی جانے کی خبر سے مجھ پر ناراض ہیں۔ اور تو کسی قسم کا قصور مجھ سے سرزد نہیں ہوا۔ غرضیکہ یہ خیال آتے ہی۔ کرونا کے دل کی حالت بڑی خراب ہوئی۔ پھر کہنے لگی۔ دو ایک دن بات چیت کر کے کیوں اپنے شک کو رفع نہیں کر لیتے۔

ادھر کنج کالج میں سوچ رہا تھا۔ کہ آج شام کو جاکر ضرور کرنا سے پریم اور محبت کے پر لہجہ سے بات چیت کر کے خوش کر لوں گا۔

شام کے کھانے کے وقت کرونا کنج کو نظر بھی نہ آئی۔ تو اس نے خیال کیا سونے کے وقت تو ضرور آئے گی۔

سونے کے وقت جب کنج اکیلا پلنگ پر لیٹ گیا۔ تو پھر اسے نئے پریم کی یاد تنگ کرنے لگی۔ کبھی وقت تھا۔ کہ کرونا کے ساتھ رات بھر راس لیلا ہوتی رہتی تھی۔ مگر اب اس کی یاد دماغ سے حرف غلط کی مانند مٹ چکی تھی جس طرح نئی چیز کے آگے پرانی چیز کی قدر نہیں رہتی۔ بالکل یہی حالت آج کنج کے من کی تھی۔

مایا کے ساتھ اس دن کتاب پڑھتے سمے جو پریم لیلا ہوئی تھی۔ اس کی یاد آتے ہی کنج کا دل تلملا اٹھا۔ اسی اکیلے کمرے میں کنج کو آج تک لطف جوانی آیا کرتا تھا۔ اسی اکانت سمے کو کنج اب مردہ دلی سے گذارنے لگا۔ ذرا سا بھی اگر چوہے کا کھڑکا ہوتا۔ تو منہ اٹھا کر دیکھتا۔ کہ شاید کرونا نہ آرہی

ہو۔

آخر تنگ آکر کہنے لگا۔ میں تو اپنے فرض کی شناسی تو مد نظر رکھتے ہوئے ابھی تک انتظار میں سیکنڈ گن رہا ہوں۔ مگر وہ خود ہی نہیں آئی۔ تو میں کیا کروں اسی تصور میں کنج نے آنکھوں ہی آنکھوں میں آدھی رات ختم کر دی۔ جب اس وقت کرونا کے آنے کے آثار نہ پاکر کنج نہایت دلگیر ہو گیا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

تب کنج اپنے جذبات کو روک نہ سکا۔ باہر برانڈے میں آکر ٹہلنے لگا۔ اسی سے چیت کی چاندنی رات اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا نے کنج کے دل میں عجیب قسم کا تلاطم پیدا کر دیا۔

وہ اس انتظاری کے سبب نہ ہوش خوشگوار ہوا۔ کوئل کی کوک چکور کا تیز اپن برداشت نہ کر سکا۔ تو تنگ آکر اس کا دل پھر آج مایا کی طرف کھینچا جانے لگا۔ کیونکہ جب سے کرونا چاچی کو مل کر آئی تھی۔ مایا کچھ کنج سے کبھی کبھی نظر آتی تھی۔ آج پھر چاندنی سنسان رات میں کنج کا دل مایا کو دیکھنے میں بے تاب ہو گیا۔ ہر چند اس نے خیالات کے تلاطم سے بچنے کی کوشش کی۔ مگر پھر بھی کنج کو مایا کا پریم بھاؤ اپنی طرف کھینچے لئے جا رہا تھا۔ آخر دو بجے کے قریب اس کی قوت جواب دینے لگی۔ اور پاؤں نے خود بخود چل کر کنج کو مایا کے کمرے کے آگے لا کھڑا کیا۔ برامدے میں آکر کنج نے دیکھا دروازہ کھلا ہے۔ اور بسترہ نہایت صاف بچھا ہوا ہے۔ کمرے کی ہر ایک چیز کچھ اس قرینے سے سجی ہوئی ہے۔ کہ دیکھنے والا خود بخود کھینچا چلا آتا ہے۔ کوٹھڑی میں کنج کی نگاہیں کسی کی تلاش میں پھر ہی رہی تھیں کہ مایا نے پیچھے سے آواز دی۔ کون ہے۔ کنج آواز سنتے ہی مسرت سے جھوم گیا۔ مگر عاجزانہ انداز میں کہنے لگا "اجی میں ہوں" یہ کہتے کہتے وہ مایا کے پاس پہنچ گیا۔

چونکہ آج رات کو گرمی کچھ زیادہ تھی۔ اس لئے لکشمی اور مایا دونو ہی چٹائی بچھا چھجے پر سو رہی تھی۔ جوں ہی کنج چھجے پر پہنچا۔ تو لکشمی کہنے لگی کنج تو اتنی رات گئے تک بھی کیوں نہیں سویا۔ اتنے عرصے میں ہی مایا نے معمولی مسکراہٹ سے ہی کنج کے خرمن امن کو اور آگ لگا دی۔ کنج نیم بیہوشی کی حالت میں ہی مایا کے پریم رس کا امرت پان کر رہا تھا۔ کہ ماں کی آواز سے چونک اٹھا۔ بغیر جواب دیئے چپ چاپ فوراً وہاں سے چلا گیا۔

۱۵

باب

دوسرے دن

آسمان کچھ ابر آلود تھا۔ کیونکہ کئی دن کی ناقابل برداشت گرمی سے زمین بھٹی کے لوہے کی مانند جل رہی تھی۔ مگر کنج کا دل اداسی کے حالت میں ہی تھا۔ چنانچہ آج بھی کنج بہت سویرے ہی کالج چل دیا۔ اس کے جانے کے بعد دھوبی آیا۔ تو کرونا کنج کے میلے کپڑے اکٹھے کرنے لگی۔ اور گن گن کر لکھنے بیٹھی۔

کنج نے کرونا کو کہا ہوا تھا۔ کہ جب بھی دھوبی کو کپڑے دینے لگو۔ تو ان کی جیبیں اچھی طرح سے دیکھ لیا کرنا۔ آج جونہی کرونا نے کنج کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ تو کوٹ کی جیب سے ایک خط ملا۔ وہ خط اگر زہریلا سانپ بن کر کرونا کو ڈس لیتا۔ تو اچھا ہوتا۔ کیونکہ اس سے زہر جسم میں داخل ہو کر صرف پانچ منٹ میں کرونا کا کام تمام کر کے دنیا فانی سے بے خبر کر دیتا۔ مگر خط میں کچھ اس قسم کا زہر تھا۔ جو اندر ہی اندر انسان کو

کھاکر کھو کھلا کر دینا ہے۔ مگر موت نہیں آتی۔
اس خط کو نکالتے ہی معلوم کر لیا۔ کہ یہ بابا کا لکھا ہوا ہے۔ جس سے کرونا کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اور خط لے کر دوسرے کمرے میں جاکر پڑھنے لگی۔ جس کا مضمون کچھ اس طرح سے تھا۔
کنج بابو ———— ۔ کل رات کی کرتوت سے کیا تمہارا دل نہیں بھرا تھا۔ جو آج پھر تم نے نوکرانی کے ہاتھ مجھے خط لکھ بھیجا۔ صد افسوس وہ نوکرانی اپنے دل میں کیا خیال کرتی ہو گی۔ کیا تم نے میری بربادی پر ایسی کمر باندی ہے۔ کہ میں کسی کو دنیا میں منہ دیکھانے کے لائق ہی نہ رہوں۔
مجھے پتہ نہیں لگتا۔ تم کیا چاہتے ہو۔ جنم سے لے کر اب تک تم پریم میں ہی پلتے ہو۔ جوانی میں بھرا اپنے اردگرد پریم ہی پریم دیکھا ہے۔ پھر بھی مجھے پتہ نہیں لگتا۔ کہ کیوں لالچ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑتا۔
آہ دنیا میں میرے پریم کرنے والے اٹھ گئے۔ اب مجھے کوئی پریم کرنے اور پریم پانے کی جگہ نظر نہیں آتی۔ اسی لئے میں ان جھوٹے کھیلوں سے اپنا دل بہلا کر پریم دکھ کو مٹانے کی کوشش کرتی رہتی ہوں۔ جب تمہیں موقع تھا۔ تم بھی اس جھوٹ موٹ کے کھیل میں شامل ہو گئے تھے۔ مگر اب تمہاری کھیل کی چھٹی ختم ہو چکی ہے۔ اس وقت گھر میں تمہاری طلبی ہوئی ہے۔ اب تمہیں اس چھوٹے کھیل کھیلنے کا کیا فائدہ۔ آپ آئندہ سے سچا کھیل رچائیں۔ میرے گھر تو کوئی نہیں اس لئے میں اب اکیلے بیٹھ کر ان کھیلوں کو کھیلا کروں گی۔ تمہیں بلاؤں گی بھی نہیں۔
جھوٹے پریمی۔ تم نے لکھا ہے۔ کہ مجھ سے محبت کرو۔ بوقت

کھیل تو یہ بات بہت پسند آئی تھی - لیکن صحیح بات یہ ہے - کہ میں اب ان باتوں پر یقین ہی نہیں کرتی - پہلے میں سمجھا کرتی تھی - کہ تم کرونا کو چاہتے ہو - پھر کوئی وقت آیا - میں سمجھنے لگی - کہ تم مجھے پریم کرتے ہو - مگر یہ سب جھوٹ تھا - تم کسی کو بھی نہیں چاہتے - صرف اپنے آپ کو ہی پسند کرتے ہو"

اس وقت بھی میرا دل محبت کی پیاس سے خشک ہو رہا ہے - لیکن اس تشنگی کو رفع کرنے کا امرت آپ کے پاس نہیں ہے اس نتیجہ پر میں پہنچ چکی ہوں - اسی لئے بار بار ہاتھ جوڑ کر کہتی ہوں - کہ میرا خیال دل سے نکال دیں - اس طرح بے شرمی کر کے مجھے بھی شرمندہ نہ کریں - اب میرا دل اس کھیل سے پر ہو گیا ہے - اس لئے اب آپ کے آواز دینے یا کسی قسم کی اکساہٹ سے بھی تیز نہیں ہو سکتا - نہ جواب دیا جا سکتا ہے - یہ خط اب آخری ہو گا - اگر اس کا جواب دیا - تو میرے یہاں سے بھاگے بنا کوئی چارہ کارگر نہ ہو گا -

اس جادو اثر خط کو پڑھتے ہی کرونا کے ہوش و حواس گم ہونے شروع ہو گئے - اس کو اپنے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آنے لگا - سانس رک گیا - زبان خشک ہو گئی - خون رگوں میں منجمد ہونے لگا - جب اس نے اپنی تمام طاقتیں صلب ہوتی دیکھیں - تو پلنگ کا پایہ پکڑ کر بیٹھ گئی - ادنیم بے ہوشی کی حالت میں فرط غم سے آنکھیں نیچے کر سوچنے لگی - خط کے الفاظ اسے کاٹنے کو آنے لگے - جس طرح پانی سے باہر آکر مچھلی تڑپتی ہے وہی حالت اس وقت کرونا کی ہو گئی - جس طرح ڈوبنے والا تنکے کا سہارا پاکر زندگی کی امید میں زیادہ ہاتھ پاؤں مارنے لگتا ہے - ویسے ہی کرونا اپنے دل دریا میں سہارا ڈھونڈھنے لگی - لیکن آخر اسے زندگی کا سہارا

اندھے کی لاٹھی ویسی ہی نظر پڑی۔

اس خیال کے آتے ہی بے اختیار اس کے منہ سے نکل گیا۔ موسی! موسی! تو ہی اس غم میں میری غمگسار ہو سکتی ہے۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے پھر سوچنے لگی یہ خط میرے کس کام کا۔

اگر کنج کو معلوم ہو گیا۔ کہ کرونا نے اس خط کو پڑھ لیا ہے۔ تو وہ بہت شرم محسوس کرے گا۔ ممکن ہے۔ کہ اس سے کسی اور قسم کی غلطی سرزد ہو جائے۔ ان خیالات سے وہ پھر گھبرا اٹھی۔ دل ہی دل میں کہنے لگی میں اس خط کو اسی کوٹ میں رکھ کر ٹانگ دوں گی۔ دھوبی کو بھی دینے کی ضرورت نہیں۔

جوں ہی کرونا خط جیب میں رکھ کر کوٹ کو کھونٹی پر لٹکا دی۔ کہ آواز آئی "میری سکھی!"

کرونا نے گھبراہٹ میں جلدی سے خط اور کوٹ پلنگ پر پھینک دیا مایا۔ نے اندر آکر کہا۔ دھوبن کے ہاں سے اکثر کپڑے تبدیل ہو آتے ہیں۔ اس لئے لاؤ جس کپڑوں پر نشان نہیں لگے ہوئے ہیں نشان لگائے دیتی ہوں۔

کرونا نے آنکھ اٹھا کر مایا کو نہ دیکھا۔ کہ مبادا کہیں چہرے کی پژمردگی سے دل کے بھید نہ کھل جائیں۔ اس لئے وہ چپ چاپ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی

مایا نے ٹھٹھک کر ایک بار کرونا کو دیکھ ہی لیا۔ وہ سمجھی کل رات کی بات شاید کرونا کو معلوم ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ سے غصے میں بھری بیٹھی ہے۔ اس کا خیال ہو گا یہ سب قصور میرا ہی ہے۔

ان خیالات کے آتے ہی مایا۔ نے بھی کرونا سے بات چیت کرنی پسند نہ کی۔ اور کچھ کپڑے لے کر تیزی سے چلی گئی۔

بھولی بھالی کرونا مایا کے پریم جال کی چڑ یا پھر ایک دفعہ خط کو نکال کر مایا کے پریم جال کے بوسیدہ پن کو دیکھنے لگی۔

کرونا خط پڑھ رہی تھی۔ کہ اتنے میں جلدی سے کنج کمرے میں داخل ہوا۔

نہ معلوم کنج آج کالج سے فوراً لیکچر سنے بغیر کیوں چلا آیا۔

کرونا نے جلدی سے خط اپنی دھوتی کے آنچل میں چھپا لیا۔ کنج بھی حسرت بھری نگاہوں اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ کرونا سمجھتی تھی۔ کہ کنج کیا تلاش کر رہا ہے۔ لیکن اسے خط کو چھپا کر جہاں کا تہاں رکھنے کا طریقہ نظر نہ آیا۔

کنج بھی ایک ایک کر کے سب کپڑے دیکھنے لگا۔ اس کی اس بے فائدہ جدوجہد سے تنگ آکر کرونا سے نہ رہا گیا۔ اس نے کوٹ اور خط زمین پر پھینک دیا۔ خود منہ چھپا کر کھڑی ہو گئی۔ کنج نے جلدی سے بڑھ خط پکڑ لیا اور گھبرا کر کرونا کی طرف دیکھنے لگا۔

اس کے بعد جلدی جلدی زینہ سے اتر گیا۔ اسی وقت دھوبن نے چونک کر کہا "بہوجی کپڑے دو۔ بہت دیر ہو گئی ہے۔"

دوسرے کمرہ میں لکشمی اور مایا باتیں کر رہی تھیں۔

"مایا کل رات کو کنج بابو کو کیا ہو گیا تھا۔ اس کے اس پاگل پن نے میری نیند بھی حرام کر دی تھی۔"

لکشمی نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔

مایا نے پھر کہنا شروع کیا۔ شاید کرونا سے کچھ کھٹ پٹ ہو گئی ہو گی جس کا فیصلہ کروانے کے لئے اس وقت میرے پاس آئے ہوں۔ بوا آپ کے لڑکے میں گن بہت ہوں۔ مگر استقلال رتی بھر بھی نہیں۔"

لکشمی ۔ غصے میں ۔ تم کیوں جھوٹ بکواس کر رہی ہو۔ میں آج کسی

بات کو بھی پسند نہیں کرتی۔

مایا" مجھے بھی تو آج کچھ نہیں بھاتا۔ ایسی خوف سے میں آج تک آپ کے بیٹے کے عیب چھپا رہی تھی۔ لیکن اب یہ پردہ اٹھ گیا ہے "

لکشمی" مجھے اپنے لڑکے کے سب حالات بخوبی معلوم ہیں۔ لیکن تمہاری مایا کو نہ جانتی تھی"

مایا" سوچو تو سہی۔ یہ بات تو ٹھیک ہے۔ کوئی کسی کو نہیں جان سکتا۔ کیا تم نے کرونا سے بگڑ کر میرے ذریعے کنج کو نہیں پھسلایا تھا"

لکشمی۔ گرج کر۔ دشمنی! لڑکے کے قصور کا کلنک مجھ پر لگانی ہے۔ تیری زبان کیوں نہیں کٹ گئی۔ یہ کہ کر غصے میں بھری ہوئی وہاں سے اٹھ گئی

لکشمی نے اپنے کمرے میں جاتے ہی کنج کو طلب کیا۔ جس سے وہ سمجھ گیا۔ کہ شاید کل رات کے واقعات کا انکشاف ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ سوچتا تھا۔ کہ ماں کے سوالوں کا کیا جواب دوں گا۔ وہ خوب جانتا تھا۔ کہ ماں جب غصے میں بھری۔ شیرنی کی مانند مایا کو ایک دفعہ پڑی۔ تو اس نے ہر ایک بات صاف صاف کہ دینی ہے۔ اس لئے اس وقت ماں کے پاس جانا۔ سراسر نئے شکوفے کا باعث بن جائے گا۔ اس خیال کو مدنظر رکھ کر کنج نے نوکر کو کہ دیا۔ آج مجھے کالج میں کچھ ضروری کام ہے۔ اس لئے پھر آؤں گا۔

اس جلد بازی میں مایا کا خط جس کو وہ بار بار پڑھتا تھا۔ وہاں ہی پڑا رہ گیا۔

مایا۔ اپنے کمرے میں بیٹھی دھوبی کے کپڑوں کو نشان لگا رہی تھی۔ کہ کنج بلا آواز دئے داخل ہوا۔ جسے دیکھتے ہی خادمہ کپڑے چھوڑ کر چلی گئی مایا بھی کپڑے پھینک کر بولی۔ میرے کمرے سے فوراً باہر نکل جاؤ۔

کنج" میں نے کون سا قصور کیا ہے "؟

مایا ”نہیں تو کچھ کرنا ہی نہیں آتا۔ محبت کرنا تم جانتے ہی نہیں نہ اپنے فرض کا ہی خیال ہے۔ پھر خواہ مخواہ مجھے کیوں ہر جگہ بدنام کرتے ہو۔؟“

کنج۔ (عاجزانہ انداز سے) ”کیا تمہارا مطلب ہے۔ میں تمہیں محبت نہیں کرتا۔؟“

مایا ”ہاں یہ چورا چوری کا کھیل مجھے اب کسی طرح بھی نہیں بھاتا“

کنج ”تو کیا تم مجھ سے نفرت کرتی ہو؟“

مایا ”ہاں نفرت کرتی ہوں“

کنج ”مایا ابھی کچھ نہیں بگڑا اگر چاہو۔ تو میں سب کچھ چھوڑ کر تمہارے ہمراہ جانے کو تیار ہوں۔ کیا چلو گی۔؟“

یہ کہہ کر کنج نے مایا کے ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔

مایا۔ ”مجھے ہاتھ نہ لگاؤ“

کنج۔ ”بتاؤ۔ میرے ساتھ چلو گی؟“

مایا ”نہیں کسی صورت میں بھی نہیں جا سکتی“۔

کنج۔ جوش میں ”کیوں نہیں جاؤ گی۔ تم ہی نے تو مجھے اپنی طرف کھینچا تھا اب مجھے چھوڑ نہیں سکتی۔ تمہیں ضرور جانا پڑے گا۔ اتنا کہہ کر کنج نے پھر زور کے ساتھ مایا کو سینے سے لگا لیا۔ اور کہنے لگا۔ تمہاری نفرت بھی آج مجھے لوٹا نہیں سکتی۔ میں لے کر ہی جاؤں گا۔ اور تمہیں ہر حالت میں مجھے جانا ہوگا“

مایا نے زور کے ساتھ اپنے آپ کو پھر چھڑا لیا۔

کنج نے کہا۔ تم نے ہی تو پہلے چاروں طرف آگ لگا رکھی تھی۔ اب تم اس کے بجھانے سے پرہیز کیوں کرتی ہو۔ اب تمہاری اور میری موت اسی کھیل میں تمام ہو گی“

اتنے میں لکشمی اندر داخل ہو کر کہنے لگی ”کنج کیا کرنا ہے۔؟“

کنج نے اپنی نفرت آمیز نگاہیں ماں کی طرف پھیر کر کہا "میں سب کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ بولو! مایا تم ساتھ چلوگی۔؟"

مایا نے غصہ سے بھری ہوئی لکشمی کے منہ کو ایک بار دیکھا۔ اس کے بعد کنج کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگی "ہاں چلوں گی"

کنج "اچھا۔ میں جا کر سب انتظام کرتا ہوں۔ پھر کل تم اور میں دونو ہوں گے۔ تیسرے کا کوئی دخل نہ ہوگا"

بہاری اور کنج دونو ایک ہی کلاس میں میڈیکل کالج میں پڑھا کرتے تھے۔ کالج میں ہر ایک کی زبان پہ کنج بہاری کی دوستی کا چرچہ رہا کرتا تھا۔ مگر پچھلے سال کنج کے فیل ہو جانے کی وجہ سے یہ جوڑی آپس میں بچھڑ گئی۔ اب ادھر کچھ واقعات بھی ایسے رونما ہونے لگے۔ کہ بہاری نے کنج بابو کو ملنا ہی چھوڑ دیا۔ دوسرے بہاری بابو کچھ کالج کی تعلیم سے اکتا سا گیا تھا۔ اس لئے اس نے پڑھنا بھی چھوڑ کر دنیا دی دھندوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی تجویز پر غور شروع کر دی۔

چنانچہ ایک دن بارش ہو کر ابھی ابھی تھمی ہی تھی۔ کہ نوکر نے آکر کہا بابو جی! ایک عورت آپ کو.........

بات ابھی نامکمل ہی تھی۔ کہ مایا نے اندر قدم رکھا۔

بہاری بابو نے تعجبانہ پوچھا "بڑی بہو! کیا بات ہے۔؟"

مایا "یہاں آپ کے ہاں گھر کی عورتوں میں سے کوئی ہے۔؟"

بہاری۔ نہیں یہاں نہ تو گھر کی کوئی عورت ہے۔ نہ باہر کی۔ ایک بوا جی تھیں۔ سو آج کل گاؤں گئی ہوئی ہیں"

مایا "تو مہربانی کر کے مجھے اپنے گاؤں کے گھر بھیج دو"

بہاری "میں تمہیں لے جا کر وہاں کیا کروں گا۔؟"

مایا "داسی سمجھ کر۔ گھر کا سب کام کروا یا کرنا"

بہاری "بہو! صاف! صاف! جو کہنا ہو کہو۔"

مایا "بابو! کنج مجھے چاہتا ہے۔ مگر میں انہیں پسند نہیں کرتی۔ اس لئے آپ کی شرن آئی ہوں۔ مجھے پناہ دیں۔"

بہاری "تو یہ آفت اب کون موں سے۔ کنج جس راستے چل رہا تھا اس راستہ سے اسے کس نے گمراہ کیا تھا۔"

مایا "میں آپ سے کچھ بھی نہ چھپاؤں گی۔ خواہ مجھے بھلی کہو یا بُری اپنے دل کی آگ سے ہی میں نے کنج کے گھر کی بربادی کی ہے۔ یہ بھی میری ہی غلطی تھی۔"

بہاری "یہ سب کچھ تو مجھے معلوم ہے۔"

مایا "بہاری بابو ان سب باتوں کو چھوڑ کر میری بات سنو۔ کنج مجھے چاہتا ضرور ہے۔ مگر اس کے ساتھ میری گزران نہیں ہو سکتی۔ ایک آپ ہی مجھے ایسے نظر آتے ہیں۔ جو مجھے اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ وہ محبت کے راز سے بالکل ہی بے بہرہ ہے۔ سچ کہنا جب آپ نے مجھ سے اظہارِ محبت کیا تھا۔ تو وہاں ہی کیوں رک گئے۔ کیا تم بھی کرونا کی چاہ میں ڈوب گئے تھے۔ میں سمجھنے لگی۔ کہ تم کرونا کو چاہتے ہو۔ اس بات کا خیال جب تمہیں نہیں تھا۔ تو میں بدقسمت کیا کر سکتی تھی۔ میری سمجھ میں تو نہیں آتا۔ کہ کرونا میں تم لوگوں نے کونسی اچھی بات دیکھی ہے۔ جو مجھ میں نہ تھی۔ میں تو سمجھتی ہوں۔ کہ مرد محض اندھے ہوتے ہیں۔ جو ظاہرا لباس خوبصورتی پر ہی مرمٹتے ہیں"

یہ سنتے ہی بہاری اٹھ کھڑا ہوا۔ بولا آج میں آپ کی سب بری بھلی سن لوں گا۔ مگر جو باتیں نہ کہنے کی ہوں۔ مہربانی کر کے وہ زبان پر لانے کی کوشش نہ کریں۔

مایا "بہاری بابو مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ میرے الفاظ آپ کو زخمی کر رہے ہیں۔ مگر میں بھی کیا کروں۔ جس کے پریم کی پیاس اتنی مدت سے

تھی۔ جس پریم میں بندھی یہاں آپ کے پاس پہنچ گئی ہوں۔ خیال کرو۔ وہ درد بھی کیسا جگر خراش ہوگا۔ میں جھوٹ نہیں بولتی۔ اگر تمہیں کرونا سے پریم کرنے نہ سمجھتی۔ تو میں یہ جال ہرگز ہرگز نہ پھیلاتی۔

یہ سن کر بہاری کا چہرہ اتر گیا۔ کہنے لگا۔ کرونا کا تم نے کیا کیا ہے۔؟

مایا "کچھ اپنا سب گھر بار چھوڑ کر مجھے ساتھ لے کر باہر جانے کو تیار ہے۔"

بہاری۔ (گرج کر) "یہ کسی صورت میں بھی نہ ہو سکے گا۔"

مایا۔ "اچھا کچھ کو روک ہی کون سکتا ہے۔"

بہاری "۔ (فوراً بول اٹھا) "تم روک سکتی ہو۔ اور کون"

مایا۔ (کچھ چپ رہ کر) کہنے لگی میں بھلا انہیں کس کی خاطر روکوں گی تمہاری کرونا کے لئے مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا۔ کیا میرا ذاتی سکھ دکھ کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ آپ بھی ہر وقت اپنی کرونا کا ہی بھلا چاہتے ہیں۔ اور میں اپنے جنم سکھ کو تلانجلی دے دوں۔ اتنی بھلائی مجھ سے تو نہیں ہو سکتی۔ نہ میں نے ہی استری دھرم شاستر میں کہیں ایسا پڑھا ہے۔ میں کچھ کو چھوڑ سکتی ہوں۔ مگر مجھے بھی تو معلوم ہو۔ کہ اس کے بدلے میں کیا ملے گا۔؟"

بہاری "مایا کوئی ایسا کام نہ کرو۔ جس سے کسی قسم کی خرابی پیدا ہو۔ اپنے گاؤں جا کر رہو۔"

مایا۔ "کیسے جاؤں؟"

بہاری۔ زنانہ گاڑی میں بٹھا دیتا ہوں۔ وہ تمہیں گھر پہنچا دے گی۔

مایا۔ "تو آج کی رات میں یہاں ہی پڑی رہوں گی۔"

بہاری "نہیں نہیں۔ یہاں نہیں مجھے اپنے آپ پر کوئی بھروسہ نہیں ہے

یہ سنتے ہی مایا بہاری کے قدموں پر گر پڑی۔ اور کہنے لگی۔ پران ناتھ آپ اپنی کمزوری کا اظہار نہ کریں۔ ایک دم اتنے سخت اور پاک وصاف نہ بن جاؤ۔ برے کو پیار کر کے ذرا برے بھی بنو۔

یہ کہ کر بہاری کے پاؤں چومنے لگی۔ مایا کے اس سلوک سے بہاری بابو اپنے آپ کو نہ سنبھال سکا۔ اس کے جسم کی کساوٹ ڈھیلی ہوتی نظر آنے لگی۔ یہ محسوس کرتے ہی مایا پاؤں چھوڑ کر گھٹنوں کے بل کھڑی ہو گئی۔ اور بہاری کے گلے میں دونوں بازو ڈال کر کہنے لگی۔ میں جانتی ہوں۔ کہ آپ عرصہ سے میرے نہیں ہو سکے۔ مگر آج گھڑی بھر کے لئے مجھے پیار کریں۔ اس کے بعد آپ اگر کہیں گے۔ تو میں اس ویرانے میں چلی جاؤں گی۔ پر نتم میں آج تم سے صرف ایک ایسی چیز چاہتی ہوں۔ جسے میں مرتے دم تک اپنے دل میں رکھ کر پیار کر سکوں گی۔

بہاری نے رقت آمیز طریقہ سے کہا۔" رات کو ایک بجے گاڑی جاتی ہے۔"

مایا نے بھی مایوسانہ انداز سے کہا۔" اچھا سی میں چلی جاؤں گی"

کنج شام کو مایا سے اپنے ساتھ چلنے کا وعدہ لے کر رات اپنے ایک دوست کے پاس کالج میں چلا گیا تھا۔ گھر نہیں آیا تھا۔ کالج سے رات کے آٹھ بجے کنج آندھی مانند جھپٹتا ہوا۔ مایا کے کمرے کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس نے دیکھا ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ روشنی کہیں نظر ہی نہیں آتی۔ جیب سے دیا سلائی نکال کر جلائی۔ تو دیکھا کمرہ بالکل خالی ہے۔ نہ تو مایا اور نہ ہی مایا کا سامان باہر برآمدے میں آ کر کئی دفعہ آکر مایا کو پکارا۔ مگر جواب ندارد۔

آخر خود ہی بڑبڑانے لگا۔ میں بڑا ہی بیوقوف ہوں۔ مجھے چاہیئے

تھا۔ اسے اسی وقت اپنے ساتھ لے جاتا۔ ضرور ماں نے اسے برا بھلا کہہ کر ناراض کر دیا ہے۔

کنج نے طیش میں آکر ماں سے کہا "تم نے تو بابا کو کچھ نہیں کہا۔؟"

لکشمی "میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا"

یہ سن کر کنج جوش میں بھرا باہر نکل گیا۔

بہاری بابو اپنے مکان پر بیٹھے ہوئے کنج اور کرونا کی شادی کے وقت کی تصویر دیکھ رہے تھے۔ کہ یکایک کنج کو اپنے مکان میں دیکھ کر چونک اٹھا۔ ہاتھ سے تصویر زمین پر گر پڑی۔

کنج نے آتے ہی پوچھا بابا کہاں ہے "؟

بہاری۔ کنج کا ہاتھ پکڑ کر "ذرا بیٹھو تو سہی۔ میں آپ سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں"

کنج۔ آپ بابا کا پتہ بتائیں۔ مجھے بات چیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے"

بہاری "تم جو سوال کر رہے ہو۔ اس کا جواب مختصر طور پر دیا نہیں جا سکتا۔ اس کے جواب کے لئے تھوڑی دیر انتظار کرنا ہو گا

کنج۔ آپ مجھے اپدیش دینا چاہتے ہیں۔ وہ باتیں میں بچپن میں پڑھ چکا ہوا ہوں"

بہاری "نہیں۔ یہ نہیں"

کنج "تو کیا ڈانٹو گے؟ یا مجھے پاکھنڈی۔ کپٹی جو تم کہنا چاہو کہو مگر یہ بتا دو۔ کہ بابا کہاں ہے۔ تمہیں معلوم ہے یا نہیں۔؟"

بہاری "معلوم ہے"

کنج "مجھے بتاؤ گے یا نہیں۔؟"

بہاری "نہیں بتاؤں گا"

کنج ۔ نہیں بتانا ہی پڑے گا۔ تم نے ضرور اسے پھسلا کر یہاں لاکر چھپا رکھا ہے۔ وہ میری ہے۔ مجھے لوٹا دو۔"

بہاری ۔ نہیں میں پھسلا کر نہیں لایا۔ وہ خود میرے پاس چلی آئی ہے۔ وہ تمہاری نہیں ہے۔"

کنج ۔ (گرج کر) "جھوٹ کہتے ہو۔"

یہ کہ کر کمرے کے بند دروازے میں دھکا دے کر کہنے لگا۔ مایا مایا! کچھ خوف نہ کرو۔ میں تمہیں آج ضرور یہاں سے چھڑا لے جاؤں گا۔ تمہیں کوئی بند نہیں رکھ سکتا۔ یہ کہتے کہتے کنج نے دروازے کو دھکا دیا۔ تو دروازہ کھل گیا۔ اور کنج جلدی سے اندر داخل ہوا۔ مگر اندھیرے میں اسے کچھ نظر نہ آیا۔ تو اس نے دیا سلائی کی روشنی میں ہر چند تلاش کیا۔ مگر مایا کہیں بھی نظر نہ آئی۔ جونہی کنج نے پیچھے مڑ کر بہاری بابو کو دیکھا۔ تو ایک لڑکا ان کی گود میں پڑا رو رہا ہے۔ بہاری بابو۔ اسے کہ رہا تھا۔ ڈرو مت میں موجود ہوں۔

کنج "بتاؤ مایا کو تم نے کہاں رکھا ہے۔"

بہاری "کنج کیوں اپنی بھاگ چوکڑ مچا رکھی ہے۔ یہ لڑکا بھی تمہاری حرکتوں سے ڈرا ہوا رو رہا ہے۔ میں کہ رہا ہوں۔ مایا کی خبر سے تمہیں کوئی سروکار نہیں۔"

کنج۔ دانت پیستے ہوئے "پاپی دغاباز! اب یہ تمہارا سادھوپن کا ڈھونگ نہ چلے گا۔ اب تم اس دھرم کے سانگ کو چھوڑو۔ بتاؤ رات کو میری بیوی کی تصویر کا کیوں جاپ کر رہے ہو۔ دیکھو کیا ہے؟" یہ کہ کر کنج نے تصویر نیچے پھینک دی۔ اور اوپر پاؤں دے مارا۔ جس سے شیشہ چکنا چور ہوگیا۔ اور اس تصویر کو نکال کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔

بیچاری بابو کنج کی یہ حالت دیکھ کر مارے خوف کے رونے لگا۔ اس کی گھگی بندھ گئی۔ تب اس نے انگلی سے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا "اب جاؤ"

کنج۔ تیزی سے باہر نکل گیا۔

موسم گرما تھی۔ اور شام کا وقت بہت دور درختوں کے پیچھے سورج غروب ہو رہا تھا۔

مایا زنانہ کمپارٹمنٹ میں بیٹھی ہوئی ہرے بھرے کھیتوں کا نظارہ دیکھ رہی تھی۔ لائن کے چند قدم پر ایک گاؤں درختوں سے گھرا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر مایا کو گاؤں کی سادگی یاد آگئی۔ اس نے خیال کیا۔ اب چند دھارمک کتب کے درمیان انہیں درختوں کے سائے شانتی کی زندگی بسر کروں گی۔ اب کسی سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔ اب کشتی حیات کو دنیا کے تلاطم سے نکال کر شانتی سمندر کے ساحل پر باندھ دینے میں مزا ہے۔

گاڑی فراٹے بھرتی اڑی جا رہی تھی۔ راستے میں کنارے کنارے لگے ہوئے آم کے درختوں سے بور کی خوشبو دماغ میں ہلچل پیدا کر رہی تھی مایا۔ اپنی حالت کو تبدیل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

گزشتہ را صلوات آئندہ را احتیاط

میں پچھلی سب باتوں کو چھوڑ کر گاؤں میں جا کر آرام سے بے فکر سکھ کی نیند سوؤں گی۔ گھر کے سب کام کاج معمولی عورت سے بھی بڑھ کر کروں گی۔

انسان سوچتا کچھ ہے۔ اور ہوتا کچھ ہے۔ کسی نے کیا خوب کیا ہے

وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

مایا نے شانتی سکھ کی زندگی بسر کرنے کی خاطر گاؤں میں رہنے کا نشچہ کر کے گھر کا قفل کھولا۔ مگر بند مکان میں چوہوں کی راجدھانی بنتے

کی وجہ سے ہوا نہایت گندی اور مضر صحت ہو چکی تھی۔ جس کو اب نازک اندام مایا کا کومل چوٹ کھایا ہوا دل برداشت نہ کر سکا۔ شام کا وقت تھا۔ ہر چہار طرف اندھیرا اپنا سلطنت جما چکا تھا۔ جانے سے پیشتر دو ماہواری رسالے مایا نے ان دنوں کے سامنے الماری میں رکھے تھے۔ جن پر گرد کی تہ پر تہ جم کر ایک نئی قسم کی جلد بند چکی تھی۔

مایا نے سوچا پہلے کی طرح تو اس گھر میں رہا نہیں جائے گا۔ یہاں کی ہر چیز گندی ہے۔ یہ سب سوچ کر مایا ہمسایہ کے گھر چلی۔ وہ سب مایا کو دیکھ کر چونک کر بولیں "مایا" تو تو پوری میم صاحب بن چکی ہو جو پہچانی بھی نہیں جاتی ہو۔ کیسا خوبصورت لباس ہے ——— پھر ایک دوسرے کو اشارے کرنے لگیں۔

مایا ان کے طور و طریقہ سے متحیر ہو کر ایک دوسری کا منہ دیکھنے لگی۔ اسے اس تھوڑے سے عرصہ میں ہی محسوس ہو گیا۔ کہ جس گاؤں اور گھر کو وہ آج تک اپنا خیال کئے ہوئے تھی۔ اس میں بھی اس کے لئے اب کوئی جگہ نہیں۔

دوسرے دن جب گاؤں کے تالاب پر نہانے کے لئے گئی تو پوسٹ مین کو آتا دیکھ کر اس کا دل پھر ہل گیا۔ دھوتی گڑوی چھوڑ کر دوڑی ہوئی چٹھی رساں کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی۔ بابا کلو! میرے نام کا بھی کوئی خط آج آیا ہے۔

پوسٹ مین نے بولے سے منہ سے کہہ دیا "نہیں"۔

مایا نے دوبارہ بے تابانہ ہو کر کہا "ذرا دیکھو بابا شاید کوئی نکل ہی آئے"۔

یہ کہہ کر مایا نے ایک ایک کر کے سب خط دیکھ ڈالے۔ مگر اس کے نام کا کوئی خط نہ نکلا۔ تو آخر اداس منہ لئے ہوئے گھاٹ پر لوٹ

آئی۔ وہاں ایک سکھی نے طعن آمیز لہجے سے کہا۔
"کیوں بابا! تو خط کی خاطر اس قدر اداس کیوں ہو رہی ہے؟"
پاس سے ایک دوسری جوان سی عورت بولی "بھلا ڈاک سے خط آئے۔ ایسی قسمت کس کی ہے۔ ہمارے تو مرد۔ بھائی۔ دیور سب ہی پردیس میں کام کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی کلو بابا کو کبھی ہم پر دیا نہیں آتی۔"
کنج کے ساتھ بابا کے ناجائز تعلق کا حال گاؤں کا بچہ بچہ جانتا تھا۔ چھوٹا سا گاؤں بابا کے آنے پر اس کی ہر بات سب کے دلوں میں تازہ ہو اٹھی ادھر بابا بھی چرائی ہوئی نظروں سے ہر ایک سے الگ رہنے کی کوشش کرنے لگی۔ مگر چھوٹے سے گاؤں میں اپنے آپ کو سب سے علٰحدہ رکھنے کی کوشش ناممکن ہوا کرتی ہے۔ غرضیکہ بابا کا حال کلکتہ سے برا ہونے لگا۔ وہاں تو کوئی جانے کوئی نہ جانے اپنے دکھ سکھ ہر طبیعت کے انسان مل جاتے ہیں۔ مگر یہاں تو دکھ برداشت کرنا اسے دوبھر نظر آنے لگا۔
دوسرے دن بھی جب خط نہ آیا۔ تو دروازہ بند کر کے اس نے خط لکھنا شروع کیا۔

بہاری بابو!

امید ہے۔ کہ مجھ ناچیز پاپی من کی اس پاتی کو ردی کی ٹوکری میں نہ پھینک کر جواب سے مشکور فرمائیں گے۔
پیارے یہ پیغام محبت نہیں۔ بلکہ افسانۂ غم ہے۔ جو میں نے اپنے رہبر صلاح کار وکیل کے آگے پیش کر کے خود میں کچھ اصلاح کی خواہش رکھتی ہوں۔
آپ نے میرے پرائشچت کی سزا بہت سخت تجویز کی۔ مگر

پھر بھی میں نے آپ کے منہ سے نکلے ہوئے لفظوں کا پاس کیا۔ سزا یعنی قیدِ تنہائی ایک ناقابلِ برداشت عمل ہے۔
اگر آپ ایک دفعہ بھی میری اس تکلیف کا کچھ دلی احساس رکھتے تو تمہیں ضرور رحم آجاتا۔ اور آپ اپنی اس نصیحت سے قیدِ تنہائی کے عمیق گہرے گڑھے سے نکالنے کی کوشش کرتے مگر قسمت سے چینوں کی داسی ان سب باتوں سے مرحوم کر دی گئی ہے۔ اب صرف خیال کی ڈوری سے باندھنے کی کوشش میں ہی لگی رہتی ہوں
کیا پنجرے میں قیدی پرندہ کو خوراک کم ملتی ہے؟ مگر پھر بھی اس کی خواہش آزادی کی طرف ہی مائل رہتی ہے۔ پربھو ہر بات کی کوئی حد ہوتی ہے۔ میرے دکھ کا پیمانہ اب لبریز ہو گیا ہے۔ آپ اگر مجھے ان دکھوں سے نجات نہیں دلا سکتے تو خیر۔ مگر گاہے بگاہے معمولی دو تین سطریں اپنی خیر و عافیت کی ہی لکھ کر بھیج دیا کریں۔ تو میرے پران اس جسم کی قید کو کچھ عرصہ شاید اور برداشت کریں۔ ورنہ جسم غم میں اس طرح گھل گھل کر ختم ہو جائے گا۔ میں بڑے فخر اور غرور میں تھی۔ کسی چیز پر نظر نہ لاتی تھی۔ مگر آپ نے میرے غرور کو خاک میں ملا دیا۔
میں ہاری آپ جیتے پربھو۔ اب میری گذارش کو نظر انداز نہ کرتے ہوئے ضرور میرے اس دکھ کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔
کاش کہ آپ میرے دکھ کو دیکھنے پاس آتے تو ضرور میری اس قابلِ رحم حالت پر ترس کھا کر باغ کی اس

آزاد تیتری کو اس طرح اس بیابان میں قید نہ کرنے۔ ہائے مجھ پر دیا کرو۔ میری ابھی جینے کی خواہش ہے۔ اس سنسار میں رہنے کے لئے آپ کے تھوڑے سے سہارے کی ضرورت ہے۔ وہ صرف ہمدردی۔ جس سے میں محروم کر دی گئی ہوں پربھو رحم فرما کر اس نمک پاشی کو چھوڑ کر ماہی بے آب کی طرح تڑپا ئیں۔ آپ کے حکم پر چلتی ہوئی ہرگز بے اصول نہ ہوں گی اور نہ ہی۔ ———— آپ کی ''مایا''

مایا نے خط لیٹر بکس میں ڈالا۔ تو آس پاس کے آدمی دیکھ کر دانتوں تلے انگلی دبانے لگے۔

ایک :۔ یار دیکھو تو کیسی عورت ہے۔ گھر کا دروازہ بند کر کے خط لکھنے جاتی ہے :۔

دوسرا :۔ اجی وہ تو جب دیکھو بچارے چیٹھی رساں کے سر پر سوار رہتی ہے۔

تیسرا :۔ دو دن کلکتہ میں رہ کر سب شرم و حیا بیچ آئی ہے :۔

چوتھا :۔ گلی دیکھو یا باہر لڑکوں کو گھورتی پھرتی ہے۔

پہلا :۔ دیکھو یہ ہر وقت تیتری سی بنی پھرتی ہے۔ نہ کسی کی شرم نہ حیا۔ جب دیکھو بناؤ سنگار میں نیا ہی نخرہ ہوتا ہے :۔

مایا کو خط لکھے آج تیسرا روز ہے۔ منٹ منٹ کے بعد ڈاکیہ کا راستہ دیکھتی ہے۔ شاید آج جواب آئے۔ مگر آج کا دن بھی جوں جوں ختم ہوتا جاتا ہے۔ توا۔ توں اس کا دل بیٹھا جا رہا ہے۔ جل کے بغیر جس طرح مچھلی بیاکل ہو کر تڑپ تڑپ کر پھڑ پھڑاتی ہے۔ اسی طرح مایا بار بار دروازے میں آ آ کر دیکھتی۔ کاٹھ کی پتلی کی طرح چپ چاپ دروازے

کی چوکھٹ کو پکڑے کھڑی رہتی۔ خیالات کی ترنگ میں اپنے آپ کو کھو کر بہاری کی یاد میں آنسو بہانے کی کوشش کرتی۔ مگر آنکھوں میں پانی کی ایک بوند بھی نظر نہ آتی۔

کلکتہ میں رہ کر مایا نے کنج کے گھر میں اکثر کتابوں میں پڑھا تھا کہ یکسو قلب سے جس کو یاد کیا جائے۔ وہ ضرور خواب کی طرح پاس آکر درشن دیتا ہے۔ اس خیال سے مایا آنکھیں بند کرکے دل ہی دل میں پریم رس میں ڈوبی رس بھری آواز سے بہاری بہاری پکارنے لگی۔ آؤ مہاراج آؤ اب رحم کرو۔ میں تمہیں ہرگز نہیں چھوڑ سکتی۔ میرے من مندر کے دیوتا بھلا تمہیں میں کیوں کر چھوڑ سکوں گی۔

مایا کے اس پریم رس نے سچ مچ اس میں خاص طاقت پیدا کردی۔ بہاری کے دھیان میں بیٹھی مایا نے شام کے وقت چراغ بھی نہ جلایا۔ گھر کے اندر باہر ہر جگہ تاریکی کا دور دورہ تھا۔ مگر پھر بھی مایا کی نہ ٹوٹنے والی تار بدستور بہاری بابو سے اسی طرح سے ملی ہوئی تھی۔ جس طرح ساکھشات سامنے آمنے بیٹھے ہوئے۔ اتنے اندھیرے میں اسے باہر دہلیز پر بیٹھے نہ کوئی خوف نہ ڈر۔ نہ خیال کو منقطع کرنے کا کوئی ذریعہ تھا۔ اس وقت مایا کی نظروں میں سماج گاؤں۔ دنیا اور تمام سنگی ساتھی جیسے کال کے گہرے سمندر میں غرق ہو چکے تھے۔ اسی وقت گلی میں کسی کے کیل دار بوٹ کی آواز اور چر چر سنائی دی۔ جیسے سنتے ہی مایا نے بلا سوچے دیکھے باآواز بلند کہہ دیا۔

"ناتھ! آگئے"! اسے پورا یقین تھا۔ کہ اس اندھیرے میں سوائے

بیماری کے اور کون اس طرف آئے گا۔

جونہی یہ لفظ مایا کے منہ سے نکلے۔ کہ آنے والا سامنے آ کھڑا ہوا۔ اور فخریہ انداز سے کہنے لگا۔ ہاں "آگیا"!

مایا۔ کنج کو دیکھتے ہی نفرت آمیز لہجہ سے ملاقات کرتی ہوئی کہنے لگی۔ جاؤ۔ جاؤ۔ یہاں سے ابھی نکل جاؤ۔ تمہارا کیا کام ہے؟ اور منہ پھیر کر کھڑی ہو گئی۔

کنج ششدر سا رہ گیا۔

اتنے میں ہمسایہ کی ایک ادھیڑ عمر عورت یہ کہتے ہوئے داخل ہوئی۔ اری مایا تیری ساس کی بوا—— کہتے کہتے جوں ہی اندر آنے لگی۔ تو دروازے پر کنج کو دیکھتے ہی چھی چھی کرتی ہاتھ بھر گھونگٹ نکال انہیں پاؤں واپس بھاگ گئی جنگل کی آگ کی مانند گھر گھر پتہ لگ گیا۔ کہ مایا کے ہاں کوئی مرد کلکتہ سے ملنے آیا ہے۔ جس سے گاؤں کے گاؤں میں ہی بھاگڑ مچ گئی۔ ادھیڑ عمر درگا جی کے مندر میں اکٹھے ہو ہو کر سرگوشیاں کرنے لگے۔

ایک "بھیا مایا کا تو یہ حال سنا نہیں جاتا"

دوسرا "اجی پہلے تو آج تک سنتے آئے تھے۔ کہ کلکتہ میں یہ کرتی ہے۔ وہ کرتی ہے۔ کبھی میم اور کبھی بنگالن بنی پھرتی ہے"

تیسرا "اور اب تو سب نے ان آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ اس کے چاہنے والے اس دور دراز کے گندے سفر سے بھی نہیں گھبراتے"

چوتھا۔ کلکتہ میں کیا ہوتا تھا۔ اسے نہ سننے سے تو کوئی حرج نہ تھا۔ مگر گاؤں میں آکر اس طرح ہماری بہو بیٹیوں کو

پھسلا تے پھرنا۔ بھلا کہاں کی عقل مندی ہے۔ اگر اسے پھر اس طرح خط لکھ لکھ کر کنج کو بلانے کی ضرورت تھی۔ تو کلکتہ ہیں ہی رہتی "۔

پہلی " بھائی ہم سے تو یہ سب کچھ دیکھا نہ جائے "

مایا کو آج امید کامل تھی۔ کہ ضرور بہاری بابو کی چیٹھی آئے گی۔ مگر بہاری کا خط نہ آنا تھا۔ اور نہ آیا۔ جب انسان کی امید ناامیدی ہیں تبدیل ہو جاتی ہے۔ تب اپنے من مندر کی اُدھیڑ بن ہیں لگ جاتا ہے۔ کبھی کہتی بھلا میرا بہاری کون ہے۔ جو جوں ہی خواہ مخواہ کی ہمدردی خریدے اور جب میرا اس پر کوئی حق حقوق نہیں۔ تو ہیں نے بھی اس کا حکم ماننے ہیں سخت غلطی کی ہے۔ اس کی وہ سب چاپلوسی بناوٹی تھی۔ پھر بھی ہیں نے آج تک اس کے حکم کو سر آنکھوں پر بڑے عزو جاہ سے رکھا۔ باوجود ان کا ہر معمولی حکم بھی میرے لیے حکم قدرتی سے کم نہ تھا مگر افسوس اس کا میرے ساتھ اتنا ہی تعلق تھا۔ کہ جتنا دودھ سے نکالی مکھی کا اسے جب بھی کبھی دیکھو اپنی پیاری کرونا کے لیے۔ ہر مرحلے سے گزرنے کو تیار۔ اس کے سکھ کے کارن میرے عیش و آرام کو برباد کرنے والا صرف ایک بہاری ہی ہے افسوس میرے عقل پر اس وقت کیوں پتھر پڑ گئے۔ جو موم کی ناک کی مانند بہاری کے پھرائے پھر گئی۔ افسوس اس نے میری کوئی قدر نہ جانی اگر معمولی دو حروف کا خط لکھ کر ایک آدھ بار بھی بھیج دیتا۔ تو بھی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا سمجھ کر بس اس بیابانے ہیں خاموشی سے کچھ دن کاٹ لیتی۔ مگر اس نے میری اس تعدادی اور قابل قدر قربانی کی بالکل عزت نہ کی۔ عورت

کا انتقام نہایت زبردست ہوا کرتا ہے۔
ایشور کیا میں اس قدر قابل نفرت ہوں۔ کہ جس کے اشارے پر اپنے سکھ چین کو کھو دوں۔ وہ مجھے ملنا تو درکنار۔ خط سے بھی محروم رکھے۔
مایا دل ہی دل میں فیصلہ کر چکی۔ کہ خواہ کچھ ہو۔ دنیا یا گاؤں والے کچھ کہیں۔ رشتہ دار منہ موڑ لیں۔ مگر میں کرونا کی خاطر یہ بے عزتی ہرگز ہرگز برداشت نہیں کر سکتی۔ اگر یہ تکلیفیں مجھے کسی اور کی وجہ سے ملیں۔ تو شاید چندے صبر سے کام لیتی۔ مگر کرونا کی خاطر اب میں اس بن باس کو قبول نہیں کروں گی۔
اے بے وقوف من تو نے بہاری کو کیوں منہ لگایا۔ اگر اس وقت کچھ بھی سوچا ہوتا۔ تو اب اس بے عزتی سے بن کی خاک نہ چھاننی پھرتی۔ میری اب آنکھیں کھل چکی ہیں۔ میں نے بہت سی شوخیاں کی ہیں۔ جن کا پھل اس ویرانے کی رہت کے سوا اور کیا مل سکتا تھا۔ بہاری بابو کی کٹھ پتلی ہوش میں آ۔ ابھی کچھ حرج نہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

۵ "صبح کا بھولا شام کو آئے"

مایا اپنے من مندر میں بیٹھی ہوئی بہاری سے گلہ گزاری کر رہی تھی۔ کہ اس وقت اس کی ساس بوا بڑھیا آفت کی پرکالا جو اپنی بیٹی کو دیکھنے لگی ہوئی تھی۔ آ ٹپکی۔
بڑھیا آتے ہی مایا کو واہی تباہی بکنے لگی۔ اری بے شرم میں کئی دن سے یہ کیا باتیں سن رہی ہوں۔ تجھے شرم نہیں آتی
مایا "ماتا جو سنائی دے رہا ہے۔ صحیح ہے"
بڑھیا نے مایا کے جوں ہی الفاظ سنے اس کا پارہ دس ڈگری

اور بڑھ گیا۔ کہنے لگی۔ بے شرم یہ سب کلنک لے کر گاؤں میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس جگہ آنے سے تو بہتر تھا۔ کہ تو ندی میں ڈوب مرتی۔ چل نکل اس گھر اور گاؤں میں تیرے لئے اب کوئی جگہ نہیں جا دور ہو۔

بڑھیا کی اس ترش کلامی نے مایا کے دل میں عجب قسم کی ہلچل پیدا کر دی۔ کہنے لگی "میں ابھی چلی جاؤں گی۔ فکر نہ کریں"

مایا کو جس وقت نا ہنجار بڑھیا سخت سست کہ رہی تھی۔ اسی وقت کنج نے آ کر کہا۔

"مایا!" میں ایسا آدمی نہیں ہوں۔ کہ تمہیں بد نام کر کے خود گوشہ نشین ہو جاؤں۔ میں اپنے دل میں پختہ ارادہ کر لیا ہے۔ خواہ دنیا ادھر کی اُدھر ہو جائے۔ مگر تمہیں یہاں سے ضرور لے چلوں گا۔ میں آج سچے دل سے تمہارے روبرو اقرار کرتا ہوں۔ کہ تو جس طرح بھی کہے گی۔ اس پر بلا امتیاز گام زن رہوں گا"

(کچھ دیر خاموش رہ کر) اگر دیا کرو گی۔ تو زندہ رہوں گا۔ ورنہ تمہارے راستے سے اس طرح الگ تھلگ ہو جاؤں گا۔ جس طرح گدھے کے سر سے سینگ"

میں نے دنیا میں ایسے کام کئے ہیں۔ جس سے تو مجھے بزدل بد دیانت۔ کپٹی۔ زبان دراز وغیرہ سمجھ کر مجھ پر ہرگز یقین نہیں کر سکتی۔ مگر آج کی آواز بناوٹی نہیں ہے۔ بلکہ دل کے اندر سے نکل کر یقین دلا رہی ہے۔

میں اپنی زندگی کی قسم کھا کر ایشور اور موت کو حاضر ناظر کر کے کہ رہا ہوں۔ کہ میں بالکل اس وقت چھل کپٹ نہیں کر رہا"

مایا۔ کا دل رقت سے بھر گیا۔ کچھ گاؤں کا سلوک بڑھیا کی بے عزتی

رہ رہ کر اس کے دم کو گھٹنے لگی۔ آخر دریا کا بند ٹوٹ گیا۔ بابا بے اختیار ہو کر رو رو کر کہنے لگی۔ مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔ مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔ میں اب اس ویرانے سے بہت گھبرا گئی ہوں۔ میں اب اس ریت کی چیزیں زیادہ نہ کھا سکوں گی۔ میں اس تند اور تیز ہوا کی چھیڑ چھاڑ اب برداشت نہیں کر سکتی۔ مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔ تمہاری گاڑی ہے۔

کنج۔" ہاں ہے۔ فکر مت کرو۔"

اتنے میں آفت کی پڑیا بڑھیا نے دوبارہ آکر کہا۔

کنج تم مجھے نہیں جانتے۔ مگر میں تمہیں بتائے دیتی ہوں۔ کہ تم میرے اپنے ہی ہو۔ تمہاری ماں لکشمی ہمارے ہی گاؤں کی لڑکی ہے۔ رشتہ میں میں اس کی ماسی لگتی ہوں اس لئے میرا تم پر بھی حق ہے۔ میں جو کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ کان دے کر سنو۔ تم گھر بار والے ہوتے ہوئے بھی جن طریقوں کو اختیار کئے ہوئے ہو یہ تمہیں کہیں کے بھی نہ چھوڑیں گے۔ ہاں۔ بیوی اور سب اچھے اچھے رشتہ دار ہوتے ہوئے تمہیں واجب نہیں ہے۔ کہ اس طرح بے حیا بن کر پاگلوں کی مانند اپنی عزت کو مٹی میں ملاتے پھرو۔ بھلا سماج میں تم کیا منہ دکھاؤ گے۔ جوں جوں تمہاری کرتوت کا سب کو پتہ لگتا جائے گا۔ تمہیں کوئی بلائے گا بھی نہیں بے قدر ہو جاؤ گے۔ لوگ منہ پر تھوکیں گے۔ پھر یہ سب مزا اس وقت تمہیں کرکرا نظر آئے گا۔

بڑھیا کے لفظ کنج کے سینہ میں زخم کرتے جاتے تھے۔ اسے یہ ہرگز امید نہ تھی۔ کہ یہاں آکر بھی اسے اس طرح نشانہ ملامت بننا پڑے گا۔ اسے محسوس ہونے لگا۔ کہ ایک اچھے گھرانے میں

پیدا ہوکر اس طرح کے کل کلنک کاموں سے بزرگوں کے ناموں کو بھی بٹہ لگے گا۔ اس طرح بھلے گھر کی بیوہ بہو کو بہکا کر دن دوپہر کے وقت لے جانا بھلے آدمیوں کا کام نہیں۔

کنج دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔ مگر زبان سے ایک لفظ بھی اس نے نہ کہا تھا۔ کہ اسے چپ چاپ دیکھ کر بڑھیا نے پھر کہنا شروع کیا

"کنج یہاں کھڑے کھڑے کیا سوچ رہے ہو۔ جانا ہو۔ تو میرے گھر سے فوراً" چلے جاؤ۔ میرے دروازے پر تم جیسے نیچ انسان کا کھڑا ہونا میرا مرنا واجب ہے۔"

اتنا کہ کر بڑھیا نے پھٹ سے دروازہ بند کر لیا۔

مایا بغیر نہائے دھوئے میلے کپڑے پہنے ہی ابھی تک بھوکھی ڈیوڑھی میں خالی ہاتھ کھڑی تھی۔ اسی وقت جلی بھنی ویسے ہی گاڑی پر بیٹھ گئی۔

جب کنج گاڑی پر چڑھنے لگا۔ تو مایا نے کہا "اسٹیشن نزدیک ہی تو ہے۔ اگر پاپیادہ چلیں تو کیا حرج ہے۔؟"

کنج۔ "اس طرح سے جاتے ہوئے گاؤں والے کیا کہیں گے۔؟"

مایا۔ "ابھی کچھ لوگ لاج کا خیال باقی ہے۔؟"

یہ کہ کر گاڑی کا دروازہ بند کر لیا۔ اور گاڑیبان کو سٹیشن پر چلنے کو کہا۔

گاڑی والا۔ "بابو جی آپ نہ جائیں گے کیا۔؟"

کنج نے کوئی نیا بہانہ تراش کر اس سے خلاصی کر دائی۔ تب گاڑی چل دی۔ مگر پھر بھی اسے گاؤں کے اندر سے ہو کر جانے کی ہمت نہ پڑی۔ تب گاؤں کے اندر کا راستہ چھوڑ کر کھیتوں کے بیچوں بیچ ہو کر منہ چھپائے کنج سٹیشن پر جانے لگا۔

باب ۱۱

کنج کے چلے جانے پر اس کی ماں لکشمی نے کھانا پینا حرام کر دیا۔ دینا ناتھ جو کہ ایک قدیمی خدمت گار تھا۔ ہر چہار اطراف دوڑ دھوپ کرنے لگا۔ اس نے کنج کی تلاش میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ جہاں جہاں بھی کنج کے ملنے کی امید تھی۔ وہاں جانا تو درکنار۔ اس نے ہر جگہ اور ہر مقام کا پتہ پتہ چھان مارا۔ مگر کنج نہ ملنا تھا۔ سو نہ ملا۔

اسی دیکھ بھال کے وقت کنج مایا کو ساتھ لے کر کلکتہ پہنچ گیا۔ اور "ٹیل ڈانگا" میں مکان لے کر مایا کو وہیں چھوڑ خود اپنے گھر آگیا۔

اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ کھوٹہ پیسہ اور نکما لڑکا وقت پر کام آتا ہے"۔ بعینہٖ یہی حالت لکشمی اور کرونا کی تھی۔ وہی کرونا جو لکشمی کو ایک آنکھ بھی نہ بھاتی تھی۔ آج مایا کی عدم موجودگی میں اور کچھ اس کے جلن نے لکشمی کے دل کو مایا سے پھیر کر اپنی کل توجہ کرونا کی طرف مبذول کر لی تھی۔

کرونا نے بھی ان دنوں سے فائدہ اٹھا کر لکشمی کو خدمت سے گرویدہ بنا لیا۔ تھا۔ دوپہر کے وقت جب لکشمی پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی اور کرونا پائنتی پر بیٹھی۔ اس کے پاؤں کی تلیاں جھس رہی تھی۔ کہ اچانک کنج کے پاؤں کی آواز سن کر چونک اٹھی۔ منہ پھیر کر دیکھا اور جب سامنے کھڑے پایا۔ تو فوراً کمرہ چھوڑ کر چلی گئی۔

کنج "آتے ہی کہنے لگا۔ ماں! گھر پر رہ کر میرے پڑھنے لکھنے میں بہت حرج ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے کالج کے پاس ہی ایک مکان کرایہ پر لے لیا ہے۔ میں وہاں ہی رہا کروں گا۔"

لکشمی "جو تیری مرضی۔ مگر میری کرونا کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔"

کنج۔ خاموش رہا۔

لکشمی "کنج بیٹا میں نے تو آج تک اپنی بدبختی سے کرونا جیسی سوشیل بہو کی قدر ہی نہیں کی۔ مگر تو نے تو اس کے سب گن جان لئے تھے پھر بھی تم نے اسے دکھ کے اتھاہ ساگر میں کیوں دھکیل دیا۔ پتر ایسی سو بھاگن گن وان بیوی کو چھوڑ۔ تو کیوں اس کے کومل ہردے کو دکھا رہا ہے۔؟"

یہ کہتے کہتے اس کا گلا بھر آیا۔ اور آنکھوں کے رستے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر لکشمی نے کہا۔ آج رات تو یہیں رہو گے نہ؟"

کنج "نہیں"

لکشمی "تو کب جائے گا۔؟"

کنج۔ "ابھی!!"

اب لکشمی سے نہ رہا گیا۔ تکلیف کی حالت میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اور کہنے لگی "کیا ایک بار بہو سے اچھی طرح ملے گا بھی نہیں۔ تو نہیں جانتا یہ دو تین دن اس نے کس طرح گذارے ہیں۔ مگر آج تیری ایسی سنگدلی دیکھ کر میری بھی چھاتی پھٹی جا رہی ہے۔" پھلی پھولی شاخ جس طرح کٹ کر گر پڑتی ہے۔ اسی طرح لکشمی پلنگ پر گر پڑی۔

کنج کو بھاگنے کا موقع مل گیا۔ اور وہ اپنے کمرے میں جانے لگا۔
زینہ پر چڑھ کر جیسے ہی کنج نے چھت پر پاؤں رکھا۔ کمرے کے سامنے برانڈے میں زمین پر لیٹی ہوئی کرونا دکھائی دی۔ کرونا کچھ خیالات میں اس طرح کھو چکی تھی۔ کہ اسے کنج کے پاؤں کی آہٹ تک بھی سنائی نہ پڑی۔ کہ یکایک کنج سامنے آ کھڑا ہوا۔ یہ دیکھ کر کرونا جلدی سے کپڑے سمیٹ کر اٹھ بیٹھی۔
کنج اس وقت اگر ایک دفعہ بھی پریم سے کرونا کہہ کر بلا لیتا۔ تو کرونا اپنے پچھلے سب دکھ بھول کر کنج کے سب قصور معاف کرنے کی بجائے خود کو قصوروار گردان لیتی۔ اور پاؤں پر سر رکھ کر رو رو کر معافی مانگتی۔ مگر کنج نے اس پیارے نام کو زبان پر لانے کا نام تک بھی نہ لیا۔ اس نے سوچا ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں
کرونا شرم میں اس قدر گڑ گئی۔ کہ اٹھ کر چلے جانا۔ تو درکنار اونچی سانس لینے میں بھی شرم دامن گیر ہو گئی۔
کنج نے اس کو کچھ بھی نہیں کہا۔ چپ چاپ آہستہ آہستہ چھت پر ٹہلنے لگا۔ دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔ کہ اگر درمیانی دلوں میں جو تاریکی پیدا ہو چکی ہے۔ اسے دور کر کے چٹائی بچھا کر دونوں بیٹھ جائیں اور سب کدورتیں دور ہو جائیں۔ تو پھر وہ ہی پرانا اکھڑا ہوا رنگ جم سکتا ہے۔
دوسری طرف سوچنے لگا۔ کہ آج تک میں آزادانہ مایا سے بھی پریم کئے جاتا تھا۔ اور کرونا کا دل بھی مٹھی میں تھا۔ باوجود بندھن ہونے کے بھی آزادی تھی۔ مگر جب کہ میں خود مایا کو گاؤں کے سامنے ساتھ لایا ہوں۔ تو مجھے مرا سر نا واجب ہے۔ کہ میں مایا کو کہیں اور جگہ بھیج کر مرخرو ہو جاؤں۔ اب سوائے میرے اس کا کوئی سہارا نہیں

اب خواہ سماج۔ ماں یا کروناکوئی بھی کچھ کہے۔ بابا کا تمام بوجھ اپنے سر پہ لینا ہی پڑے گا

یہ سوچ کر کنج کے دل میں ایک درد سا ہونے لگا۔ کیونکہ وہ سوچتا تھا۔ یہ جو بار میں اب اٹھا رہا ہوں۔ اسے دم بھر کے لئے بھی کہیں اتار کر سانس نہیں لیا جا سکتا۔

ایک لمبی سرد سانس لے کر کنج نے کرونا کی طرف دیکھا اس وقت کنج کا دل تنفور کی مانند تھا۔ جس طرح تنفور کو نشتر دکھانے سے گندگی کا سوتا بہ نکلتا ہے۔ اسی کنج کا دل پچھلے واقعات کو یاد کر کرکے بھر چکا تھا۔ وہ زبردستی آنکھوں میں آئے ہوئے آنسوؤں کے سیلاب کو روکے ہوئے تھا۔

کرونا بالکل خاموش بیٹھی ہوئی۔ تھی۔ وہ ذرا بھی ہلتی جلتی نہ تھی۔ چپ چاپ بیٹھی زمین کھرید رہی تھی۔ اور شرم سے گردن جھکائے دل ہی دل میں بنا اور بگاڑ رہی تھی۔ کہ یکایک کنج ٹہلتے ٹہلتے شاید کچھ کہنے کی خاطر اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ کہ کرونا کا تمام خون خشک ہو کر تن بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

کنج۔ پتہ نہیں کیا کہنے لگا تھا۔ مگر پاس آ کر اس کا حوصلہ بھی پست ہو گیا۔ اور وہ کچھ بھی نہ کہہ سکا۔ مگر کہے بغیر لوٹنا بھی مشکل تھا۔ آخر جی کڑا کر کے کہنے لگا" چابیوں کا گچھا کہاں رکھا ہے"؟

کرونا نے چابیوں کا گچھا بستر کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ اس لئے اٹھ کر اندر گئی۔ تو کنج بھی پیچھے ہی چلا گیا۔ کرونا نے چابیاں نکال کر سامنے رکھ دیں۔ کنج نے باری باری سب چابیاں الماری میں لگائیں۔ مگر وہ پھر بھی نہ کھلی۔ تب آہستہ سے کرونا نے کہہ دیا۔ اس الماری کی چابی

میرے پاس نہ تھی۔
کرونا کہنے کو تو کہ گئی۔ کہ اس الماری کی چابی میرے پاس نہ تھی مگر یہ نہ بتا سکی۔ کہ کس کے پاس تھی۔ لیکن کنج سب کچھ سمجھ گیا۔ کرونا جلدی سے کمرے کے باہر چلی گئی۔ کہ کہیں کنج کے سامنے ہی آنسوؤں کا سیلاب نہ بہہ نکلے۔ باہر نکل کر کرونا دیوار کی طرف منہ کر کے آنسو بہانے لگی۔
لیکن بہت دیر تک رو بھی نہ سکی کہ اسے یاد آ گیا۔ کہ کنج کے کھانے پینے کا وقت ہو گیا ہے۔ یہ سوچ کر جلدی سے آنکھیں پونچھ نیچے اتر گئی۔
جونہی کرونا نیچے گئی۔ لکشمی نے پوچھا کرونا! کنج کہاں ہے۔؟"
کرونا" اوپر ہیں"۔
لکشمی" پھر تو کیوں نیچے چلی آئی ہے۔؟
کرونا" ان کے کھانے کا وقت ہو گیا ــــــــــ"
لکشمی۔ (بات کاٹ کر) "تو ذرا کپڑے وغیرہ تبدیل کر کے سر میں تیل ڈال کر آ۔ میں تیرے بال گوندھ دوں۔ بعد میں خود ہی کھانے پینے کا انتظام کر دوں گی۔ تم بے فکر رہو"۔
کرونا نے ساس کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھا۔ جلدی جلدی جا کر نئی بنارسی ساڑھی پہن کنگھی وغیرہ کر کے خراماں خراماں زینہ پر چڑھ اوپر گئی۔ اوپر جا کر دروازے سے جھانکا۔ کنج نظر نہ آیا۔ ڈر تے ڈرتے اندر قدم رکھا۔ مگر اندر بھی نہ تھا۔ کھانے کا تھال اسی طرح لگا پڑا تھا۔ اور الماری کا تالا ٹوٹا ہوا نیچے پڑا تھا۔ شاید اس میں سے ضروری سامان لے کر چلے گئے ہوں۔
تکلیف سے مجبور ہو کر لکشمی بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ کہ کرونا آہستہ

آہستہ ساس کے پاس پائینتی پر جا بیٹھی۔ اور اس کے پاؤں پر ہاتھ پھیر کر کہنے لگی۔

"ماں۔ آپ کے لئے دودھ اور پھل رکھے ہوئے ہیں۔ کہو تو لا دوں۔ کھاؤ گی؟"

لکشمی کی آنکھیں پرآب ہو گئیں۔ اس نے اٹھ کر کرونا کو گود میں لے کر بڑا پیار کیا۔ پھر پوچھنے لگی۔

"کنج کیا کر رہا ہے۔؟"

کرونا اس سوال کے جواب سے کچھ شرمندہ سی ہو گئی۔ مگر آہستہ سے کہنے لگی "وہ تو چلے گئے"۔

"کب چلا گیا ہے۔ مجھے تو ملا تک نہیں۔"

کرونا۔ اسر جھکا کر "وہ تو کل رات ہی چلے گئے تھے۔"

پکے ڈانگا کے مکان میں چھوڑ کر کنج جب گھر کپڑے وغیرہ لینے چلا گیا۔ تو مایا اکیلی بیٹھی سوچنے لگی۔ کہ ایشور نے مجھے دو ہوا کر کے روئے زمین پر میرے رہنے کی جگہ نہیں چھوڑی۔ تاہم آج تک دل کو تسلی تھی۔ کہ ہر وقت ضرورت اگر چاہوں۔ تو کہیں کروٹ تبدیل کر سکوں گی۔ مگر آج میں خود بخود وہ جگہ بھی نہیں چھوڑی۔ پھر وہ سوچنے لگی جس گھرانے کی کشتی پر سوار ہوئی ہوں۔ وہ کب تک اس کا بوجھ اٹھائے رکھے گی۔ کنارہ بھی اس کا مست رفتاری سے اٹھنا نظر نہیں آتا۔ سماج وغیرہ کے تھپیڑے اسے الٹ کر ڈبو نہ ڈالیں۔ اس لئے اس سواری سے پیشتر سوچ لینا ضروری ہے۔ اگر کہیں ذرا بھی چوک گئی۔ تو یقیناً ڈوب جانے کے بغیر دوسرا کوئی ذریعہ بچاؤ نہ ہو گا۔

مایا۔ جوں جوں اپنی آئندہ زندگی کی گہرائی تک جانے کی کوشش

کرتی۔ تو یوں اُسے اپنے اردگرد بھنور ہی بھنور نظر آتے۔ جس سے گھبرا کر کہ اٹھی۔ اس طرح سے وہ ہرگز نہیں رہ سکتی۔ اسے اپنے لئے ضرور ایک نہ ایک تدبیر اختیار کرنی پڑے گی۔

کنج کو مایا نے خوب اچھی طرح سے جان لیا تھا۔ کہ اگر اس پر میں نے سارا بار ڈال دیا۔ تو وہ اٹھا نہ سکے گا۔ اور اگر اسے آزاد چھوڑ دیا گیا۔ تو شاید وہ کچھ بار بٹا سکے۔ دراصل وہ بھی اس تنہائی کی زندگی سے اکتا گیا ہے۔

مایا کو اگر اپنی زندگی کا بار اٹھانے کے قابل نظر آتا تھا۔ تو وہ بہاری ہی تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ باوجود دل کی مجبوریوں کے بھی بہاری کو نہ چھوڑ سکتی تھی۔ کیونکہ اسے اس زبردست تلاطم میں مضبوط ملاح نظر آتا تھا۔ تو وہ بہاری ہی تھا۔ وہ بھی بہاری کی طرف سے ناامید ابھی تک نہ ہوئی تھی۔ اس کا دل گواہی دیتا تھا۔ کہ آخر بہاری کو ہی یہ پوجا قبول کرنی ہوگی۔

مایا خوب جانتی تھی۔ کہ عورت کو جس سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ سہارا صرف بہاری کے پاس ہی ہے۔ اگر آج وہ بہاری کو چھوڑ کنج کا دامن پکڑ بیٹھی۔ تو اس کے لئے آفت کا سامنا کرنا ہوگا

مایا کو پختہ یقین تھا۔ کہ میرے لکھے ہوئے خط کا جواب بہاری ضرور دے گا۔ اسی لئے جب وہ آنے لگی تھی۔ تو گاؤں کے ڈاکخانہ میں اطلاع دے آئی تھی۔ کہ میرے نام کے خط کلکتہ بھیج دئے جاویں۔ اس نے سوچا تھا۔ کہ سات دن تک ضرور جواب کا انتظار کرے گی۔ بعد میں پھر کوئی مناسب قدم اٹھاؤں گی۔ بغیر سوچے سمجھے کچھ کرنا سراسر غلطی ہے۔

اسی طرح سوچتے سوچتے رات کے دس بج گئے۔ اتنے میں

کنج پہنچ گیا۔

کنج نے بھی یہاں پہنچ کر محسوس کیا۔ کہ میں جس حالت میں اس بار کو اٹھانا چاہتا ہوں۔ ہرگز اٹھا نہ سکوں گا۔ نہ ہی مجھ میں ان حالات کا مقابلہ کرنے کی طاقت ہے۔ یہ خیال آتے ہی اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ آنے والی مصیبت کا کانٹا ابھی سے اس کے دل میں کھٹکنے لگا۔

رستے میں آنے جانے والے ناواقف انسانوں کو دیکھ دیکھ کیوں اس قدر اپنے آپ میں شرمندہ ہوا جاتا ہے۔ وہ نشہ آج اتر چکا تھا۔ جس میں اس نے دنیا کو کچھ نہیں سمجھا تھا۔ اس کی تاریکی میں وہ کیا کچھ نہ کر بیٹھا تھا۔ جس کے نتائج سے اب وہ بھی ذرا محسوس کرنے لگا۔

کنج نے زینہ کے پاس ٹھہر کر اپنے آپ کو سنبھالا۔ سوچنے لگا۔ مایا کا جو پریم تھا۔ اس کو میں نے آج پا لیا ہے۔ آج دونوں کے درمیان کوئی حد مائل نہیں ہے۔ اب خوب خوشی سے گزرے گی۔ مگر رکاوٹ کا نہ ہونا ہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ آج کنج خود ہی خود بند دروازہ پر کھڑا دروازہ کھٹکھٹانے میں شرمندگی خیال کر رہا تھا۔

مایا نے راستے میں ہی کنج کو آتے دیکھ کر لیمپ جلا سلائی کا کام شروع کر دیا تھا۔ اسی سلائی نے آج تک مایا کے سب سوال حل کئے تھے۔ اس کی آڑ میں وہ شکار کھیلنا خوب جانتی تھی۔

کنج نے آتے ہی کہا "یہاں سامان کافی نہیں ہے۔ میں کل تک اور ضروری چیزیں مہیا کر دوں گا"

مایا "نہیں یہاں کی سب چیزیں پہلے ہی ضرورت سے زیادہ ہیں"

کنج: "کیا میں مجرم بے پناہ بھی تو کہیں ضرورت سے زیادہ نہیں ہوں"۔

مایا: "نہیں سر دست تم اپنے کو اتنا زیادہ کیوں خیال کیے ہوئے ہو"۔

آج کا دن اگر مایا کو اس کے خاص گھر میں آتا۔ تو وہ دوڑ کر مایا کے پاس آجاتا۔ مگر آج مایا کو گھڑی کی مچھلی کی مانند بے یارو مددگار سمجھے تھا۔ کیونکہ وہ بالکل کنج کے ہاتھ میں تھی۔ جب چاہے نکال کر پھینک دے۔ یہ خیال کر کے اس نے سوچا اس وقت اگر تم نے کسی قسم کی جلد بازی کی تو مردانہ شان کے شایان نہ ہوگا۔

مایا نے پوچھا "تم اپنی کتابیں اور کپڑے یہاں کیوں لے آئے ہو"۔

کنج: "کیا یہاں رہ کر ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے"؟

مایا۔ بغیر سر اٹھائے کہنے لگی: "کنج بابو آپ یہاں نہ رہ سکیں گے یہ سنتے ہی کنج بابو کے دل میں بڑی سخت ٹھیس لگی۔ وہ سوچنے لگا۔ جس کے ساتھ آج تک میں بیسیوں منصوبے باندھے ہوئے تھا۔ اس طرح آرزوں کا خون ہوتے دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔

کنج۔ حسرت سے دیکھ کر "کیوں مایا میں نے تو تمہاری خاطر سب گھر بار چھوڑ دیا ہے۔ اور تم اب مجھے دور رکھنا چاہتی ہو۔ کیا مجھے یہاں تھوڑی سی جگہ بھی نہ ملے گی"؟

مایا: "میں اپنے لیے تمہیں سب کچھ چھوڑ دینے پر مجبور نہ کروں گی"۔

کنج: "مایا یہ اب تمہارے اختیار سے باہر ہے۔ گھر بار والے سماج خود بخود ہی مجھے چھوڑے جا رہا ہے۔ اب مایا صرف تم ہی میری اس زندگی کا سہارا ہو"۔ یہ کہتے کہتے کنج نے بیتابانہ انداز

سے مایا کے پاؤں پکڑ کر چومنے شروع کر دئے

مایا۔ زبردستی پاؤں چھوڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور کہنے لگی۔

"کنج بابو تم اپنے اقرار سے کیوں پھرے جاتے ہو۔ کیا یاد نہیں"

کنج سنبھل کر "ہاں ہاں یاد ہے۔ میں نے عہد کیا تھا۔ کہ میں تمہاری خواہش کے مطابق عمل کروں گا۔ جس کی پابندی کو میں اب بھی تیار ہوں۔ کہو میرے لئے کیا حکم ہے"

مایا "بس تم اپنے گھر جا کر رہو"

کنج "مایا کیوں آپ مجھ سے اس قدر نفرت کر رہی ہیں۔ اگر ایسے ہی کرنا تھا۔ تو تم کیوں مجھے یہاں تک لے آئیں تھی۔ جو چیز کام کی نہ ہو۔ پھر اس سے تعلق رکھنے کی کیا ضرورت ہے سچ کہنا کیا میں اپنی مرضی سے تمہارے بندھن میں پھنسا تھا۔ یا تم نے اپنی ہی خواہش سے پھنسانے کی کوشش کی تھی۔ اچھا میں اپنے بچن کا ضرور پاس کروں گا۔ جس گھر سے میں نے جگہ کھوئی ہے۔ اسی میں پھر پیدا کرنی ہو گی"

تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد پھر کنج نے کہنا شروع کیا۔ تم بڑی سنگ دل ہو۔ اور میں بڑا بدنصیب جو تم پر لٹو ہو کر اس درد شا کو پہنچا یہ کہ کر کنج وہاں سے چلا آیا۔ راستے میں سوچنے لگا۔ میں بھی مایا کی طرح لاپرواہی سے کام لوں گا۔ کوئی شخص عورت سے اپنی ایسی ذلت برداشت نہیں کر سکتا۔ میرے ساتھ مایا کو ایسا برتاؤ کرنے کی ہمت کیسے ہوئی۔

سوچتے ہوئے اسے یاد آگیا۔ یہ سب بہاری کی کارستانی ہے۔ یہ خیال آتے ہی کنج کا رنگ اڑ گیا۔ کہنے لگا۔ وہ ضرور بہاری کو چاہتی ہے۔ اسی کے سہارے اس نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے بہاری کی مایا سے خط وکتابت ہوتی رہتی ہے۔ جس کے حوصلے پر مایا کی اتنی

جرأت ہوئی ہے

یہ سوچ کر کنج بہاری کے گھر کی طرف چل دیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ مگر کوئی نہ بولا۔ کیونکہ بہت مدت گزر چکی تھی۔ پھر کئی دھکے دینے کے بعد نوکر نے دروازہ کھولا۔ اور کہا "بابو جی! نہیں ہیں"

یہ سنتے ہی کنج کا ماتھا ٹھنکا۔ اس نے سوچا۔ کیسا بیوقوف ہوں جو ادھر ادھر گھومتا پھرتا ہوں۔ بہاری ضرور آج رات کو مایا کے ہاں گیا ہوگا اسلئے تو مایا نے میری اتنی بے عزتی کر کے گھر سے نکال دیا ہے۔ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔

کنج۔ بھجو! (نوکر کا نام) "بابو کب گھر سے گئے ہیں؟

بھجو "ابھی کوئی چار پانچ دن ہو گئے ہیں۔ کہتے تھے میں ذرا پچھم دیشا کو گھومنے چلا ہوں"

یہ سن کر کنج کے ہوش ٹھکانے ہوئے۔ تو پھر سوچنے لگا۔ کہ تمام رات پھرنے پھرانے بسر نہ ہو سکے گی۔ اب کچھ آرام کرنا ہی بہتر ہے یہ خیال کر کے کنج اوپر چڑھ کر بہاری کے کمرے میں کوچ پر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ مگر اسے نیند نہ آئی۔

اصل میں جس دن کنج نے بہاری کے ہاں آکر آفت برپا کر دی تھی۔ اس کے دوسرے دن ہی اس نے سوچا۔ یہاں رہنے سے آپس میں جھگڑا نہ ہو جائے۔ اس لئے بلا ارادہ پچھم کی طرف چلا گیا۔

کنج جب سو کر اٹھا۔ تو گیارہ بج چکے تھے۔ اٹھتے ہی اس نے میز پر دیکھا۔ تو مایا کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط بہاری کے نام پڑا پایا خط بند تھا۔ کنج نے جلدی سے اٹھا کر دیکھا۔ کہ اسے کسی نے کھولا تک نہیں۔ کنج نے اسے کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ یہ وہ

خط تھا۔ جو مایا نے اپنے گاؤں میں بہاری کے نام تحریر کیا تھا۔ اور ابھی تک اس کا جواب نہ پا کر بے تاب ہو رہی تھی۔

کنج نے خط کیا پڑھا اپنے ہاتھوں سے "زہر کی گندل" کھا لی۔ خط کا ایک ایک لفظ اژدہا بن بن کر اسے کاٹنے کو آنے لگا۔

بہاری کا نوکر چائے وغیرہ ناشتے کا سامان لے آیا۔ کنج نے جلدی سے سب سامان چٹ کر کے نوکر کو واپس کر دیا۔ اور خود پھر مایا کی خط کی بابت غوطہ میں چلا گیا۔ جوں جوں وہ اس خط کے مضمون اور لفظ پر غور کرتا۔ اس کے چہرے پر کئی قسم کے اتار چڑھاؤ پیدا ہو ہو کر غصے میں تبدیل ہو جاتے۔ آخر بسیار کوشش اور ردو بدل کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ خواہ کچھ بھی ہو۔ مجھے مایا کو ہرگز ملنا نہیں چاہیے

کنج نے کرنے کو تو عہد کر لیا۔ مگر جب اس کی نوبت دیکھی۔ تو رنگ فق ہو گیا۔ اس نے سوچا۔ کہ اگر دو چار یوم اور مایا کو بہاری کا خط نہ ملا۔ تو کوئی نیا ہی گل نہ کھلے۔ پھر کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔ غرضیکہ کنج اپنے ہی من کے وچاروں میں اپنے آپ کو گم کر کے اہلیت سے کوسوں دور جا پڑا۔ آخر اس نے یہی مناسب خیال کیا۔ کہ شام سے پہلے پہلے جس طرح بھی ہو۔ اس خط کو مایا کے پاس پہنچنا ضروری ہے۔

مایا کنج کا مرجھایا ہوا گرد آلودہ اترا ہوا چہرہ دیکھ کر عاجزانہ انداز سے کہنے لگی "کیا آپ تمام رات گھر نہیں گئے۔؟"

کنج "نہیں"

مایا۔ حیران ہو کر "نہیں تو آج ابھی تک کھانا بھی نہ کھایا ہو گا۔ یہ کہہ کر فوراً" کھانا پکانے کی تیاری کرنے لگی"

کنج "نہیں رہنے دو میں کھا آیا ہوں"

مایا:" جھوٹ نہ کہو۔"

کنج ۔"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ کہ کھا آیا ہوں۔"

مایا:"کہاں سے ؟"

کنج ۔" بہاری بابو کے گھر سے۔"

یہ سنتے ہی مایا کے چہرے پر سنسنی سی چھا گئی۔ رنگ اڑ گیا۔ آنکھیں نیچی ہو گئیں۔ مگر اس نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال کر کہنا شروع کیا۔

مایا:" بہاری بابو کا کیا حال ہے ۔؟"

کنج :" وہ تو پچھم دیشا کو سیر کرنے چلے گئے ہیں۔"

مایا نے کنج کے طریقۂ گفتگو سے اندازہ کیا۔ کہ بہاری بابو آج ہی باہر گئے ہیں۔ جس سے دوبارہ پھر مایا کا چہرہ دم بھر کے لئے پیلا پڑ گیا تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد اپنے آپ کو سنبھال کر بولی ۔کیا ہم لوگوں کے سب حالات انہیں معلوم ہو چکے ہیں۔

کنج :" میرا وچار تو ایسا ہی ہے۔ اگر کوئی خاص وجہ نہ ہوتی۔ تو کون ایسا انسان ہے۔ جو اس گرمی میں گھر سے باہر جانے کی تکلیف گوارا کرے۔"

مایا:"کیا میری بابت کبھی کوئی ذکر اذکار ہوا تھا۔"

کنج چپ چاپ بیٹھا مایا کے چہرے کا مطالعہ کرتا رہا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

مایا:" کیا وہ ہم لوگوں پر ناراض تو نہیں ہو گئے۔؟"

کنج نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا۔ اور بہاری کا خط نکال کر دے دیا۔

مایا۔ نے خط پکڑ کر دیکھا۔ تو لفافہ کھلا ہوا۔ اسی کے ہاتھ کا لکھا

ہوا تھا۔ اور جب خط نکال کر دیکھا۔ تو بھی اسی کا لکھا ہوا خط نظر آیا بہاری کے ہاتھ کا اس پر ایک لفظ بھی نہ لکھا تھا۔

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد مایا نے کہا "کیا یہ خط آپ نے پڑھا ہے؟"

مایا کے اس سوال نے کنج کو شش و پنج میں ڈال دیا۔ اسے مایا کے خوف سے ڈر آنے لگا۔ آخر اس نے جھٹ جواب دے دیا "نہیں"

یہ سن کر مایا نے خط کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھڑکی سے باہر پھینک دیے۔

کنج اٹھتے ہوئے "میں گھر جاتا ہوں"

مایا نے کوئی جواب نہ دیا۔

کنج نے اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ تم جو کہو گی وہی کروں گا۔ اس میں کیا مجال جو رائی بھر بھی فرق آئے۔ ایک ہفتہ میں گھر رہوں گا۔ اور کالج جانے کے وقت روانہ یہاں کا انتظام کر جایا کروں گا۔ تمہیں زیادہ تنگ نہیں کروں گا۔

یہ کہ کر کنج اپنے سامان کا تھیلا اٹھا چلتا بنا۔

مایا اتنے بڑے مکان میں گھبرا کر پھرنے لگی۔ تمام رات رونے رونے بسر کی۔ صبح صبح ہی خادمہ کو آوازیں دینے لگی۔ وہ دوڑ کر آئی۔ اس نے کہا۔ ابھی جا کر بہاری بابو کا حال فوراً" دریافت کر کے آؤ۔

گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد خادمہ نے آ کر کہا۔ بہاری بابو کا گھر تو بالکل بند ہے۔ نوکر نے کہا ہے۔ کہ بابو جی جہلم کی طرف سیر کرنے گئے ہوئے ہیں۔

یہ سن کر مایا کے سب شکوک رفع ہو گئے۔

باب ۱۲

جب لکشمی کو پتہ لگا۔ کہ کنج رات کو ہی چلا گیا تھا۔ تو وہ کرونا پر بہت ناراض ہوئی۔ کیونکہ اس کے دل میں شک پیدا ہو گیا تھا۔ کہ ضرور اس نے کچھ بھی کڑوی سنائی ہوگی۔ ورنہ اسے کیا ضرورت تھی۔ جو رات کو ہی گھر چھوڑ دوسری جگہ چلا جاتا۔

لکشمی "۔ تو صاف صاف کیوں نہیں کہتی۔ کہ کنج رات کو کیوں چلا گیا تھا"؟

کرونا "مجھے معلوم نہیں"؟

لکشمی "تمہیں معلوم نہیں تو اور کسے پتہ لگے گا۔ کیا اسے کچھ برا بھلا نہیں کہا۔"؟

کرونا۔ "نہیں"

لکشمی کو اس قدر وہم ہو گیا تھا۔ کہ اسے کرونا پر بالکل اعتبار نہ آیا۔ اس لئے وہ کہنے لگی۔ اگر تم نے کچھ نہیں کہا۔ تو وہ کبھی ایسا نہ کرتا"

کرونا "میں نے تو جو کچھ معلوم تھا۔ کہ دیا ہے۔

یہ سنتے ہی لکشمی کا پارہ ایک سو دس ڈگری پر چڑھ گیا۔ اس نے ذرا چمک کر کہا۔ تو نہیں جانتی "جیسے منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت" ناداں بھی بنی پھرتی ہے۔ اس میں ضرور کچھ نہ کچھ بھید ہے۔ یہ سب تمہاری چالاکی ہے۔

بہو تیرے اس تنت نئے برے سلوک نے ہی گھر کو چوپٹ کیا ہے

وہ کنج تو بالکل نادان لڑکا تھا۔ اگر تو سید ھے ماتھے کبھی اس سے بات بھی کر گزرتی۔ تو اسے آج گھر چھوڑنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

یہ سن کر کرونا چپ چاپ اپنے کمرے میں جا در دو کر سانس کی ناراضگی کو دہونے لگی۔ اور دل میں سوچنے لگی۔ مجھے خود ہی پتہ نہیں چلتا کہ پریتم پہلے جس قدر پیار محبت میرے ساتھ کرتے تھے۔ اب کب کریں گے۔

پھر وہ سوچنے لگی۔ کہ جو کچھ وہ چاہتے ہیں۔ وہ میں کس طرح سے پورا کروں گی۔ جب ان کا دل ہی میری طرف سے پھر گیا ہے۔ تو پھر ان سے پیار کی تمنا رکھنا بڑی سخت غلطی ہے۔

اندھیرا ہونے ہی پر ہمت جی اپنی بہن کے ہمراہ آئے۔ ان کی بہن جادو ٹونے کا کام بھی جانتی تھی۔ اس لئے لکشمی نے چاہا کہ کرونا کا ہاتھ دکھا کر آج اس کی قسمت کے متعلق کچھ سوال دریافت کرکے دل کو تسکین دے

اس خیال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے۔ اس نے کرونا کو بلا بھیجا جب وہ حاضر ہوئی۔ تو اسے ہاتھ دکھانے کو کہا۔

جیسے سن کر کرونا گھبرا اٹھی۔ وہ شش و پنج میں پڑ گئی۔ کہ کیا آج سب کے سامنے ہی میری قسمت کے سب جوہر کھل جائیں گے سو یہ سوچتے ہوئے کرونا کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ کہ یکا یک ہاتھ بڑھا دے۔ آخر بصد مشکل دوسری دفعہ لکشمی کے کہنے پر ہاتھ دکھانے کو نکالا۔

اس وقت لکشمی نے ساتھ والے کمرے میں اندھیرے میں کسی کو حرکت کرتے دیکھا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی چھپ کر جانا چاہتا ہے۔ اس نے آواز دی۔ "کون ہے"؟

کروناـ کنج کے اس چھورپن کو دیکھ کر خوش ہو گئی ۔ مگر شرم سے دل ہی دل میں پانی پانی ہوئی جاتی تھی ۔ سوچنے لگی ۔ آہ مالک کی یہ حالت اسے بھی اب اپنے گھر میں آنے کی ایسی جھجک پروہت اور ان کی بہن کی موجودگی میں کرونا اور بھی زیادہ شرم محسوس کرنے لگی اسے خیال آیا ۔ پروہت جی کیا کہیں گے ۔ غرضیکہ اسے چاروں طرف شوہر کی طرف سے سوائے شرم کے اور کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا ۔ اپنے شوہر کی اس حالت کو دیکھ کر کرونا اپنا پچھلا سب دکھ بھول گئی ۔

اتنے میں لکشمی نے آواز دی ” کرونا ! مصرانی سے جاکر کہہ آ ۔ کہ کنج کے کھانے پینے کے لئے کچھ لے کر آئے “

کرونا ” نہیں مصرانی کو کہنے کی کیا ضرورت ہے ۔ میں خود ہی لاتی ہوں “

پتی برت کرونا کا خیال تھا ۔ کہ جب تک کنج کی طبیعت درست نہ ہو جائے ۔ اس کے آنے جانے کا نوکروں تک بھی علم نہ ہو ۔ تاکہ کوئی نیا گل نہ کھلے ۔

کنج ” ہاں میں ذرا اوپر چلا ہوں “

لکشمی نے خیال کیا ۔ کہ کنج شاید اپنی بیوی سے اعلحدگی میں کوئی بات چیت کرنا چاہتا ہے ۔ یہ خیال کرکے لکشمی نے وہاں جانا مناسب خیال نہ کیا ۔

کنج جوں ہی کمرے میں داخل ہوا ۔ تو اس کی نظر دیوار پر لٹکی ہوئی کرونا اور کنج کی تصویر پر پڑ گئی ۔

کرونا نے دیکھا ۔ کہ کنج دل ہی دل میں مسکرا رہا ہے ۔ اسے خیال آیا ۔ کاش مجھے پہلے خیال آجاتا ۔ تاکہ میں اس تصویر کو اتار ہی دیتی

ناکہ میرے پیارے کو اسے دیکھ کر دکھ نہ ہوتا۔ یہ سوچ کر وہ اپنے آپ پر لعنت ملامت کرنے لگی۔ سوچنے لگی۔ سوامی جی کے دل میں بابا کی تصویر جم چکی ہے۔ اب یہ تصویر انہیں کیونکر اچھی معلوم ہو سکتی ہے۔ یہ سوچ کر وہ وہاں سے چلی گئی۔

کرونا کو آتا دیکھ کر لکشمی نے کرختگی سے آواز دی۔ بہو تمہارے یہ اطوار اچھے نہیں۔ قسمت کا مارا اگر گھر پر بھی آیا ہے۔ تو تمہاری طرف سے ایسا سلوک دیکھ کر بھلا وہ کیا خیال کرے گا۔ تمہاری قسمت سے اگر شوہر گھر آیا ہے۔ اور تو اس طرح منہ چھپائے کونے کونے میں کیوں چھپتی پھرتی ہے۔

لکشمی کے کہنے سے کرونا خود ہی کو قصوروار سمجھ کر اوپر چلی۔

کنج اس وقت پلنگ کے پاس کھڑا ہو سوچ رہا تھا۔ بابا نے کیا مجھ کو غلام بے دام خیال کر لیا تھا۔ اسے یہ بھی سوچ نہ آئی کہ اگر اس نے بھی کنارہ کشی کر لی۔ تو میرا کوئی ٹھکانہ نہ ہو گا۔ لیکن افسوس میں اپنے فرض سے کوتاہی کرنا پسند نہیں کرتا۔ پتہ نہیں بابا کو کیوں کر مجھے اس بے عزتی سے نکالنے کی ہمت پڑی۔ اگر میں ذرا سا بھی خیال چھوڑ دوں۔ تو اس کی دین دنیا سب لٹ جائے۔ گاؤں والے پہلے ہی اسے منہ لگانے کو تیار نہیں۔ بہاری بابو کا کہیں پتہ ہی نہیں یہ وچار کر کے کنج نے گلہ گزاری چھوڑ دی۔

کرونا کو آتے دیکھ کر کنج سوچنے لگا۔ بیوی سے کس طرح گفتگو شروع کرے۔ وہ اس فکر میں تھا۔ کہ اس مہر سکوت کو توڑنا ہی بہتر ہے۔

کنج۔ ہنس کر کیا تم نے بھی پڑھنے کی سعی کی ہے۔ یہاں تو کئی رسالے اور کتابیں پڑی ہوئی ہیں۔ کیا تمہارا بھی دل میری طرح پڑھنے

پر لگا ہے یا نہیں

کرونا کنج کی بات سن کر بہت سٹ پٹائی۔ سوچنے لگی۔ بھلا میں نہ ہوتی۔ تو آج سوامی ایسی ایسی باتیں نہ کرتے۔ کرونا یہ سوچنے لگی۔

کنج پھر مایا کے انہیں خیالوں میں کھو گیا۔ اور کرونا نے کھسک جانا بہتر سمجھا۔ کرونا کے واپس جانے سے پاؤں کی آواز کے ساتھ ہی کنج کے خیالات کا تانتا ٹوٹ گیا۔

کنج نے دوسرے دن ماں سے کہہ دیا۔ گھر میں رہ کر مجھے پڑھنے لکھنے میں بڑی دقت ہوتی ہے۔ اس لئے اس کام کے لئے علیحدہ کمرہ ہونا ضروری ہے۔ سو میں چاہتا ہوں۔ چاچی جس گھر میں رہتی تھی۔ آج سے میں اسی گھر میں رہا کروں

یہ سن کر ماں خوش ہو گئی۔ کیونکہ اسے خیال تھا۔ کہ کنج اب گھر تو رہیگا۔ شاید بہو کی طرف سے بھی دل صاف ہو کر میل ملاپ ہو جائے۔ میری بہو بڑی سمجھ دار شوشیل بنی رہتا ہے۔ کنج اسے ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ ایسی آگیا کار سوشیل لکشمی استری کو چھوڑ کر مایا جیسی واحیات چڑیل کے پھیر میں وہ نہ رہ سکے گا اب اس جادوگرنی کا جادو ضرور اثر کر رہے گا۔

یہ سب خیال کر کے لکشمی نے کہا۔ اچھا بیٹا! جہاں تمہاری خواہش ہو رہو۔ میں آج ہی اس گھر کو ٹھیک کروا دیتی ہوں اسی وقت اس نے دو پٹے سے چابی کھول کر نوکر کو صاف کرنے کو کہہ دیا۔

پھر کرونا کی تلاشی شروع ہوئی۔ کافی ڈھونڈھنے کے بعد اسے ایک کونے میں دبکی بیٹھی مل گئی۔ لکشمی نے کہا۔ بیٹی بات سنو وہاں کوئی میز وغیرہ نہیں ہے۔ اس لئے کسی ملازم کو ساتھ لے جاؤ اور ایک میز اور لیمپ بھیج دو۔ مگر ذرا جلدی کرنا۔ ایسا نہ ہو دیر ہو جائے۔

شام کا وقت تھا۔ کنج نے کھانا کھایا۔ اور اپنے پڑھنے والی میز پر آبیٹھا۔ اور پڑھنے لگا۔ اس بات کی اس کو مطلق خبر نہ تھی۔ کہ وہ سابقہ کمرہ میں سوئے گا یا کہیں اور۔ لکشمی نے کرونا کو نئی ساڑھی پہنوائی۔ کنگھی کی۔ سندور لگا۔ اور صندل کے عطر سے اس کی سیاہ بال تر کئے۔ پھر اسے کہا۔

"جاؤ جاکر کنج سے دریافت کرو۔ کہ اس کا بستر کہاں بچھایا جاوے کیونکہ دیر ہو رہی ہے۔ اور اسے بھی نیند آ رہی ہوگی۔"

کرونا اس عجیب و غریب تجویز میں ترمیم نہ کر سکی۔ اور نہ ہی ایسا کرنے کا اُسے خیال ہی پیدا ہوا۔ مگر وہ اپنی جگہ نہ ہلی۔ مضبوط چٹان کی طرح وہیں کھڑی رہی۔ جیسے اس نے کسی بات کو سنا تک نہیں

اس لاپرواہی پر ساس کو غصہ آگیا۔ اور اسے سخت سست کہنے لگی۔ آخر تنگ آکر کرونا بڑی آہستگی سے قدم قدم اٹھاتی دروازے تک پہنچی مگر آخر پھر اس کے قدم رک گئے۔ جیسے آگے جانے کا ارادہ ہی نہ ہو۔

لکشمی کہیں گئی نہ تھی۔ وہیں برآمدے کے درمیان کھڑی کرونا کی ہر بات کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس کی ہر بات کو اچھی طرح دیکھ رہی تھی۔ کرونا نے بھی پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو لکشمی کھڑی تھی اور عاجزانہ نگاہوں سے ساس کی طرف دیکھنے لگی ۔۔۔ لکشمی نے اسے اشارے سے اندر جانے کو کہا۔ مگر کرونا اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلی۔ اب لکشمی نے آخری بار ذرا تند تیکھی نظر سے دیکھتے ہوئے ڈانٹنے کے انداز سے پھر اشارہ کیا۔

کرونا بھی بے جان بت کی طرح مقناطیسی کشش کے زیر اثر اندر داخل ہو گئی۔

کنج پڑھ رہا تھا۔ جیسے کوئی بالکل بے خود ہوگیا اور اسے دوسری طرف توجہ کرنے تک کی فرصت ہی نہ ہو۔ اس نے بغیر سر اٹھائے ہی پاؤں کی چاپ سن کر کہا۔

"ابھی مجھے کافی دیر ہے۔ خیال ہے۔ کہ میں یہاں ہی آرام کروں گا کیونکہ صبح اٹھ کر پھر پڑھنا ہے۔ خبر نہیں کب سونا ہے۔ اور پھر کب اٹھ کر پڑھنا ہے!"

ایسی ناقابل برداشت بات سن کر کرونا گھبرا گئی۔ اسے اب یہ خیال ہوا۔ کہ اگر زمین پھٹ جائے۔ تو اس میں سما جاؤں۔ کنج نے کسی شرم کی بات کہ دی۔ کیا میں ان سے تقاضہ کرنے آئی تھی۔ کہ ضرور اوپر جا کر سوئیں ـــ کرونا بغیر زبان ہلائے سر جھکائے کمرہ سے باہر نکل گئی۔

لکشمی ابھی گئی نہیں تھی۔ وہاں باہر کرونا کا انتظار کر رہی تھی آتے ہی دریافت کیا۔

"کیوں کیا ہوا"؟

کرونا نے لرزتی ہوئی زبان اور اشک بار آنکھوں سے دبی آواز میں کہا۔

"وہ ابھی تک پڑھ رہے ہیں ـــ شاید نیچے ہی سوئیں گے"

اس کے بعد بغیر آنکھ اٹھائے۔ وہ اپنے کمرہ خواب میں چلی گئی وہاں دہشت برس رہی تھی۔ ہر چیز کھانے کو دوڑتی تھی۔ وہ اپنے پلنگ پر ٹوٹے ہوئے سیب کی طرح گر پڑی۔ اس کے لئے کسی جگہ بھی آرام نہ تھا۔ ہر جگہ اسے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے وہ دوپہر میں تپی ہوئی ریت پر چل رہی ہے۔ ہر جانب تاریکی ہی تاریکی سب طرف ناامیدی اور حیرانگی سراسیمگی اور کچھ بھی نہیں۔ اس لئے

اب زیادہ دیر اسی طرح رہنا مشکل ہو گیا۔

شب ایک پہر کے قریب گزر چکی تھی۔ مگر کرونا کو ابھی تک نیند نہیں آئی۔ وہ اپنے بستر پر لیٹی ہوئی کروٹیں لے رہی تھی۔ اور سرد آہیں بھر رہی تھی۔ کہ باہر دروازے پر زور سے دھکا لگا۔ اور ساتھ ہی آواز آئی۔

"بہو! بہو! ---- کرونا۔ دروازہ کھولو"

کرونا ساس کی آواز سن کر گھبرا گئی۔ وہ اس آدھی رات کے وقت کیوں آئی۔ اس نے جلدی سے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ لکشمی نیچے سے آئی اور سیڑھیاں چڑھنے کی وجہ سے اسے دم چڑھ گیا تھا۔ وہ ہانپ رہی تھی۔ سانس کچھ کر آرہا تھا۔ جس سے وہ تکلیف محسوس کرتی تھی۔ وہ کمرہ میں داخل ہوئی۔ اور آتے ہی پلنگ پر بیٹھ گئی۔ جب دم ٹھکانے ہوا اور بولنے کی طاقت واپس آئی۔ تو اس نے بھرائی ہوئی آواز میں جوش سے کہا۔

"مجھے یہ تمام باتیں اچھی نہیں لگتیں۔ تمہاری ہر بات قابل اعتراض ہے۔ اس طرح اوپر آکر دروازہ بند کرکے پڑے رہنا کیا تمہیں زیب دیتا ہے۔ کیا تمہارا دماغ بالکل کام نہیں کرتا۔ یہ وقت لڑنے جھگڑنے یا روٹھ جانے کا نہیں۔ اتنا دکھ اٹھا کر بھی ہوش نہیں آئی۔ جو اب بھی ایسی باتیں کر رہی ہو۔

کرونا پہلے ہی دل جلی تھی۔ اب اور بھی نمک ڈالا گیا۔ مگر اس نے نہایت آہستہ سے کہا۔

"انہوں نے اکیلے رہنے کو کہا تھا۔ میرا خیال تھا پڑھ رہے ہیں اس لئے تنگ کرنا اچھی بات نہیں ہے۔

اس نے جو کچھ کہا۔ تم نے وہی تسلیم کیا۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ اسے

غصہ چڑھا ہے۔ اور غصہ میں انسان کچھ کا کچھ کہ جاتا ہے۔ تو پھر اس کی باتیں سن کر کیا آپ ہی بگڑ جانا اچھا ہے۔ عورت کے لیئے اتنا غرور واجب نہیں۔ ہر وقت اس قسم کی تیزی اچھی نہیں۔ جاؤ اور اسے بلا لاؤ۔ جلدی کرو"

ان عجیب دنوں میں ساس کو بہو سے بھی شرم نہیں رہی۔ اسی لیئے تو وہ اس قسم کی باتیں کہ کر اسے بھیج رہی تھی۔ کیونکہ اس نے اپنے دل میں مصمم ارادہ کیا تھا۔ جس طرح بھی ہوگا۔ کنج کو خوش کروں گی۔ اور اسی بات کو مدنظر رکھ کر اس نے کرونا کو رات کے وقت کنج کے پاس بھیجنے کا خیال کیا۔ جوش کے ساتھ بولتے ہوئے اس کا سانس پھر تیز ہو گیا۔ چند منٹ دم لے کر وہ اٹھی۔ اور کرونا بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئی۔ اور پھر اپنی ساس کو سونے کے کمرے میں پہنچا کر آرام سے پلنگ پر لٹا دیا۔ اور خود اس کے بستر کو جھاڑ کر درست کرنے لگی۔ کرونا کی یہ بات دیکھ کر اسے پھر غصہ آ گیا۔ اور کڑک کر بولی۔

"بس کرو رہنے دو مجھے کسی کام کی ضرورت نہیں ملازمہ کو یہاں بھیج دو۔ اور خود جاؤ۔ جلدی کرو۔ دیر کیوں کر رہی ہو"؟

اب کرونا کے دل میں کوئی خیال بھی پیدا نہ ہوا۔ اور خاموش اس کمرہ سے نکل کر خاوند کے کمرہ کی طرف روانہ ہوئی۔ تو کچھ جھجکی۔ پھر دروازے کے پاس جا کر ٹھٹھکی۔ مگر بعد میں دل مضبوط کر کے اندر داخل ہوئی۔ دیکھا کہ ان کے سامنے میز پر کھلی ہوئی کتاب پڑی اور وہ خود میز پر ہاتھ پھیلائے۔ کرسی کی   پر سر رکھے۔ محو خیال ہے نامعلوم اس کے دل میں کیا کیا خیال پیدا ہو رہے تھے۔ دروازے کی طرف سے پاؤں کی چاپ سن کر وہ یکایک چونک پڑا۔ سر اٹھا کر

دیکھا۔ سامنے کرونا کھڑی تھی۔ پہلے اس کے دل میں خیال پیدا ہوا تھا کہ میں جس دیوتا کے خیال میں محو ہوں۔ شاید وہ مجھ پر خوش ہو کر خود ہی چلا آیا ہے۔ مگر خلافِ توقع کرونا کو دیکھ کر اس کا تمام جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ پھیلے ہوئے پاؤں اکٹھے کر کے اس نے کتاب کو دوبارہ ہاتھ میں پکڑ لیا۔

اس وقت کنج کا ایک دماغ تھا۔ اور سینکڑوں خیالات وہ سوچ رہا تھا۔ کہ کل تک تو بغیر جھجکے ہی میرے سامنے نہیں آئی۔ اور اگر کہیں راستہ میں سامنا ہو گیا۔ تو وہ پہلو بچا کر بھاگ گئی۔ مگر آج یہ عجیب وغریب کیفیت کیوں۔ کافی شب گزر چکی ہے۔ مگر یہ بغیر کسی روک ٹوک کے کمرہ میں کیوں چلی آئی۔ کنج کی حیرانگی کی حد ہو گئی۔ اس نے صفحۂ کتاب سے نگاہ اٹھائے بغیر ہی اندازہ لگا لیا۔ کہ اب کرونا معمولی بات سے جانے والی نہیں۔ کرونا بھی خاص چٹان ایسے مضبوط استقلال سے خاوند کے سامنے میز کی دوسری طرف آ کر کھڑی ہو گئی۔ اب تو کنج بھی مجبور ہو گیا۔ اس سے پڑھنے کا ڈھونگ نہ رچا گیا۔ اور اس نے نظر اٹھا کر کرونا کی طرف دیکھا۔ اس نے نہایت صاف آواز میں کہا۔

"ماں جی کا سانس کچھ زیادہ پھول گیا ہے۔ انہیں چل کر دیکھ آئیں تو اچھا ہو۔"

"ہیں! سانس پھول گیا ہے۔؟ وہ ہیں کہاں؟"

"اپنے سونے کے کمرہ میں۔ تکلیف اس قدر ہے۔ کہ وہ سو بھی نہیں سکتیں۔ میں اس وقت ان کے پاس سے ہی آ رہی ہوں۔"

"ہاں! چلو دیکھیں۔"

کافی دن کے بعد کرونا سے صرف اتنی بات چیت ہو جانے سے

اپنے دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہوتا معلوم ہوا۔ ناراضگی ایک خوفناک دھواں کی طرح دونوں کے درمیان اپنا خوفناک سیاہ سایہ ڈالے کھڑی تھی ایک ایک طرف کھڑا تھا۔ اور دوسرا دوسری طرف۔ کنج کے پاس تو اس کے مسمار کرنے کے لیئے کوئی بھی ہتھیار نہ تھا۔ اور وہ اس کے حاصل کرنے کے لیئے شاید کوئی تجویز سوچ ہی رہا ہو۔ مگر جلدی سے آکر کرونا نے اس کی چھوٹی سے کھڑکی کھول دی۔ بالکل یہی حالت اس وقت دونوں کی تھی۔

کرونا باہر دروازے پر ہی کھڑی رہی۔ اور کنج اندر داخل ہوا آدھی رات کے وقت کنج کو آتے دیکھ کر اسے کچھ کھٹکا سا ہوا۔ اور خیال پیدا ہوا۔ کہ شاید پھر ہو سے کچھ جھگڑا ہو گیا ہے۔ اور اب اسی لیئے میرے کمرہ میں آیا ہے۔ ماں نے پوچھا۔

"بیٹا! کیا تو ابھی تک سویا نہیں"؟

"نہیں ماتا جی کیا آپ کی سانس بہت پھول رہی ہے"

کافی دنوں کے بعد لڑکے کی زبان سے یہ محبت بھرے ہمدردانہ الفاظ سن کر لکشمی کو بہت خوشی ہوئی۔ وہ پھولی نہ سمائی۔ اسے اپنے دل میں بہت فخر ہوا۔ اس کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ یہ سب کچھ کرونا نے کیا ہے۔ اور اس نے ہی کنج کو جاکر سب کچھ کہا ہے تب ہو تو۔ بیٹا اپنی بیمار ماں کی تیمارداری یا بیمار پرسی کے لیئے خود آیا ہے اس خیال سے اسے اور بھی خوشی ہوئی۔ اور وہ اپنے دل کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بولی۔

"ہاں کچھ زیادہ ہی پھول گیا تھا۔ مگر اب آرام ہے۔ جا تو جاکر سو رہ۔ مجھے تو یہ آئے دن کی تکلیف ہے۔ یہ کوئی نئی بات تو نہیں جب دو قدم چلی۔ یہی رونا۔"

ماں ایسا نہیں پھر بھی ایک بار دیکھ لینا اچھا ہے۔ یہ مرض کوئی معمولی نہیں۔ کہ نظر انداز کر دیا جاوے احتیاط لازمی ہے۔

کنج کو اچھی طرح معلوم تھا۔ کہ اس کی ماں کا دل بہت کمزور ہے۔ مبادا مرض بڑھ جائے۔ دوسرے اسے اس کے چہرہ کا رنگ دیکھ کر بھی کچھ فکر ہوا تھا۔ لکشمی نے پھر کہا۔

"اچھی طرح دیکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کیا مرض اچھا ہو جائے گا۔ یہ خیال دل سے نکال دو۔ بس اب تو یہ آخری دم تک ساتھ جائے گی۔ کافی مدت ہو گئی۔ کئی علاج بھی ہوئے۔ مگر ——"

"میرے خیال میں صرف آج شب کے لیے سونے والی دوا کھا لینا اچھا ہو گا۔ باقی کل دیکھا جائے گا۔ اس دوا سے کچھ نقصان نہ ہو گا۔"

"دوائیاں کھا کھا کر تنگ آ گئی ہوں۔ بہت سی دوائیاں کھا لیں ہیں۔ مگر فائدہ ہونا ہی نہیں۔ ان روزمرہ کی دوائیوں سے کیا فائدہ۔ جا اب رات بہت گذر گئی۔ اب تو جا کر آرام کر۔"

"نہیں ماں میں ایسے نہیں جا سکتا۔ تمہاری طبیعت کچھ درست ہو۔ تب جاؤں گا۔ مجھے کوئی اتنی جلدی نہیں۔ اور نہ ہی ابھی نیند آئی ہے۔"

لکشمی کو بہت ہی خوشی ہوئی۔ اس نے فخر سے گردن اٹھا کر دروازہ کی آڑ میں کھڑی ہوئی کرونا کی طرف دیکھا اور کہا۔

"بہو! اس آدھی رات کے وقت کنج کو تنگ کرنے یہاں کیوں لے آئی ہے۔ کیا ابھی سونے کا وقت نہیں ہوا؟"

کہنے کو تو وہ اتنا لمبا چوڑا کہہ گئی۔ مگر اس کی تکلیف میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ تب کرونا اندر داخل ہوئی۔ اور خاوند کی طرف دیکھ

کر مضبوط ارادہ سے کہا۔
"آپ جائیں۔ اور آرام کریں۔ میں خود ماں کی خدمت کروں گی مجھے ابھی تک نیند نہیں آئی۔ مگر آپ نے آج بہت کام کیا ہے"
کنج نے الفت بھری نگاہوں سے کرونا کی طرف دیکھا۔ پھر پریم سے اس کا ہاتھ پکڑ کر دوسری طرف لے جاکر کہا۔
"میں ابھی دوا منگوا دیتا ہوں۔ اس شیشی میں صرف دو خوراک دوا ہوگی۔ ایک خوراک ابھی پلا دینا۔ اگر پھر ایک گھنٹہ بعد نیند نہ آئے۔ تب دوسری خوراک بھی دے دینا۔ پھر تو نیند ضرور آئے گی۔ اگر اس پر تکلیف زیادہ ہو۔ تو پھر مجھے خبر دینا۔ لاپرواہی نہ کرنا۔
اس کے بعد کنج اپنے نئے کمرہ میں چلا گیا۔ کرونا نے آج جس سج دھج سے درشن دیئے تھے۔ اور جس ٹیڑھی نگاہ سے دیکھا تھا وہ کنج کے دل میں اتر گئی تھی۔ کیونکہ اس کے تمام انداز جداگانہ تھے آج اسے شرم نہیں تھی۔ جھجک نہیں۔ اور نہ سابقہ انکساری ہی نظر آئی۔ ہر بات بالکل نئی تھی۔ کیونکہ آج کرونا اپنے تمام حقوق سے باخبر انہیں پورے قابو میں رکھے ہوئے تھی۔ آج اسے کنج کے آگے بھکارن کی طرح ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہ تھی۔ یہ بات تو سب پر ظاہر ہے۔ کہ کنج نے آج تک کرونا سے جو ناانصافی کی تھی۔ اس کی وہ حقدار نہ تھی۔ مگر اسے اس طرح دیکھ کر وہ باغ باغ ہو گیا اس کا تختہ دل کھل اٹھا۔ اور کرونا سے جذبۂ الفت پیدا ہو گیا آنکھوں میں اس کی عزت و توقیر دوگنی ہو گئی۔ چند منٹ پہلے جس کرونا کا اسے خیال تک نہ تھا۔ اب وہ اسے دل سے نہ بھلا سکا۔ اور کمرہ میں جاکر بھی رہ رہ کر اسی کی یاد آنے لگی۔ اس کا حسین دل فریب چہرہ

آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ دل میں ایک کشش سی پیدا ہونے لگی۔

ادہر لکشمی کا حال بھی عجیب ہو رہا تھا۔ وہ اپنے دل میں بہت خوش تھی۔ اور کرونا کی اس کارگزاری پر اسے جیسے ناز تھا۔ وہ دل ہی دل میں جامے میں پھولی نہ سماتی تھی۔

اس نے خیال کیا۔ کہ بہو کو میرا بہت خیال ہے۔ ہر وقت اس کے دل میں میری عزت ہے۔ میری تکلیف کو دیکھ تک نہیں سکتی۔ میرے دکھ کو اپنا دکھ خیال کرتی ہے۔ اسی وقت کنج کو بلا لائی۔ کیسی اچھی ہے۔ یہ بہو۔ مگر خود کرونا کی طرف دیکھ کر بولی

"میں نے تمہیں سونے کے لئے بھیجا تھا۔ مگر تو ساتھ ہی کنج کو بھی بلا لائی۔ اسے بھی بے آرام کیا۔ مجھے کچھ زیادہ تکلیف تو نہیں تھا"

کرونا نے اس کا جواب تک نہ دیا۔ اور خود پنکھا لے کر پلنگ پر بیٹھ گئی۔ اور پنکھا کرنے لگی۔ چند منٹ کے بعد لکشمی نے پھر کہا۔

"بیٹی جاؤ۔ اب سو رہو۔ رات بہت گزر گئی ہے۔ یہ بے آرامی اچھی نہیں۔ مبادا تمہیں بھی کوئی تکلیف ہو جائے" لکشمی کے ان الفاظ میں محبت تھی۔ عقیدت تھی۔ اور مسرت کی لہر پوشیدہ ہونے پر ظاہر ہو رہی تھی۔

کرونا نے پہلے تو اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ مگر بعد میں نہایت ہی شیریں لہجہ میں بولی۔

"آپ مجھے یہاں بیٹھنے کے لئے کہ گئے ہیں۔ اب میں کیسے جا سکتی ہوں۔ ان کی حکم عدولی ہو گی۔ اور ساتھ ہی آپ کو تکلیف بھی تو ہے۔ ایسا نہ ہو زیادہ ہو جائے"؟

آج لکشمی کی خوشی کا کوئی وار پار نہ تھا۔ اسے ہر بات میں خوشی

ہی خوشی نظر آتی تھی۔ کرونا کی یہ بات سن کر وہ بہت ہی خوش ہوئی۔ اس کے دل میں دونوں کے لئے محبت کا سمندر موجزن ہو گیا۔

دوسری طرف کرونا اور اب میرا یہاں سے جانا واجب نہیں اس لئے اس نے لکشمی کو یہ جواب دیا تھا۔

باب ۱۳

لکشمی کی بیماری

لکشمی کی خوشی کا اندازہ لگانا۔ تو بے شک مشکل تھا۔ مگر جب اس نے یہ بھی اچھی طرح معلوم کر لیا۔ کہ کرونا کنج کو ہنسی مزاق سے دل بہلا کر خوش نہیں کر سکتی۔ اور نہ ہی اپنے قابو میں رکھ سکتی ہے۔ تب اس کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ یہ اچھا نہیں۔ اگر اور کچھ نہیں۔ تو کنج کو میری تیمارداری کے لئے یہاں ہی رہنا پڑے تو بہت اچھا ہو۔

ایک یہ خیال تھا۔ اب دوسرا پیدا ہوا میری بیماری جلدی اچھی نہ ہو جائے۔ اور پھر کنج یہاں آئے ہی نہ۔ اس خیال سے اس نے کرونا کی نظر بچا کر دوا دوسری طرف پلنگ کے نیچے انڈیل دی۔

اپنے کمرہ میں بیٹھا۔ کنج بھی آج نہ سو سکا۔ اس کا دل بھی اچاٹ ہو گیا۔ کیونکہ آج رہ رہ کر اسے کرونا کا ہی دلکش چہرہ اپنی آنکھوں کے سامنے پھرتا نظر آتا تھا۔ اور ساتھ ہی خیال پیدا ہوا کیا میں ان کی کچھ بھی خدمت نہیں کر سکتا؟

لکشمی کے پاس بیٹھی ہوئی کرونا کو بھی معلوم ہو گیا۔ کہ ابھی تک سانس کی تکلیف دور نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی کم ہوئی ہے۔ بلکہ اور زیادہ ہو رہی ہے۔ اور اب کرونا کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ بنی دیو دوا دیتے ہیں۔ مگر اچھی طرح سوچ سمجھ کر نہیں دیتے۔ نہ ہی مرض دیکھتے ہیں۔ اور نہ ہی مریض کی حالت۔ ان کے دل کو کیا ہو گیا۔ کہ ماں کی بیماری کا بھی خیال نہیں۔ دل اس قدر ڈانواں ڈول کیوں ہے۔ ماں بیمار ہے۔ مگر انہیں خیال تک نہیں۔

چند دن بعد

ایک دن شام کو کچھ تکلیف بڑھ جانے کی وجہ سے لکشمی کو بہاری کی یاد آگئی۔ اسے یاد آیا۔ کہ بہت دنوں سے بہاری نہیں آیا۔ اور شاید وہ آنا بھی نہیں چاہتا۔ اس کی وجہ وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکی۔ کیونکہ کسی کے دل کا پوشیدہ حال جاننا اس کی قدرت سے باہر تھا۔

لکشمی کہنے لگی بہو! کیا تمہیں پتہ ہے۔ بہاری بابو آج کل کہاں ہیں؟

بہاری کا نام سنتے ہی کرونا کے دل میں ایک عجیب قسم کی ہل چل مچ گئی۔ اسے معلوم تھا۔ کہ بیماری میں بہاری ہی ان کی خدمت کیا کرتا ہے۔ مگر افسوس کہ آج اس گھر کا ہمدرد اور خیر خواہ بھی نا معلوم کہاں چلا گیا ہے۔ اگر وہ یہاں ہوتے۔ تو شاید بیماری کچھ دور ہو جاتی۔ مگر ایشور کو شاید ایسا منظور نہیں۔ یہ کہ کر کرونا نے ایک ٹھنڈا سانس کھینچا۔ پھر کہنے لگی۔ کنج کی طرح وہ ہرگز نہ کرتے جس قدر کنج گھر سے لاپرواہ ہے۔ میں نے ایسا مرد آج تک نہ دیکھا۔ نہ سنا ہے۔

لکشمی بھی اپنے دل ہی دل وچار کرنے لگی۔ شاید کنج اور بہاری میں لڑائی ہو گئی ہوئی ہے۔ ورنہ وہ اتنے دن غائب نہ رہتا۔ آہ

وہ ہرگز ہرگز نہیں رہ سکتے۔

کرونا نے دل میں خیال کیا۔ کہ ماں بہاری کے نہ ملنے سے بیاکل ہو رہی ہے۔ بہاری کے بغیر تو آج کل مردہ بنی جا رہی ہے اگر اب بھی بہاری بابو آ جائیں۔ تو شاید ان کی طبیعت کو کچھ تسلی ہو سکے

کنج لیمپ بڑھا کر چپ چاپ باہر چاندنی کا نظارہ لوٹ رہا تھا۔ اس کا پڑھنے لکھنے پر دل نہ لگتا تھا۔ اور نہ ہی وہ اس وقت ماں کے پاس جانا چاہتا تھا۔ اس طرح کنج کچھ دل ہی دل میں شرمندہ بنا پھرتا تھا۔

کرونا اگر کسی بہانے سے پاس آ بھی جاتی۔ تو اس سے بھی بات چیت کرنا مشکل سمجھتا تھا۔ مگر خاموش بھی نہ رہا جاتا۔ کیونکہ اس طرح سے دکھ اور زیادہ بڑھ جاتا۔ اس لئے کنج نے پختہ ارادہ کر لیا۔ خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ وہ مایا سے ہفتہ تک ملاقات نہ کرے گا۔ کیونکہ وہ بھی اس دکھ کا کارن ہے۔ پھر تھوڑے عرصے کے بعد خیالات سے ہوش سنبھالی۔ تو کہنے لگا۔ نہیں تو یہ دن کس طرح سے کٹ سکیں گے۔

اتنے میں کنج کسی کے پاؤں کی آہٹ کو کان لگا کر سننے لگا مگر باوجود سمجھتے ہوئے انجان بنے۔ دوسری طرف منہ کئے بیٹھا رہا۔ اس نے ایک دفعہ بھی پلٹ کر دیکھنا گوارہ نہ کیا۔

کرونا بھی کوئی ایسی بے سمجھ نہ تھی۔ مگر پھر بھی سب کچھ جانتی ہوئی۔ واپس نہ گئی۔ بلکہ پیچھے سے ذرا نزدیک آ کر کہنے لگی۔

"صرف ایک بات کہنے آئی ہوں۔ اور وہ ہی کہہ کر چلی جاؤں گی"۔

"نہیں جاؤ گی۔ بھلا کیوں ذرا بیٹھ کر بات کر لو"۔

کرونا نے کنج کی اس حلیم طبع پر کسی قسم کا غور کئے بغیر کہا "بہاری بابو کو ماں کی بیماری کی خبر ضرور دے دینی چاہیئے"۔

کنج۔ بہاری کا نام سنتے ہی لوٹن کبوتر کی مانند گھبرا اٹھا مگر اپنے آپ کو سنبھال کر کہنے لگا۔ کیا اس کو بلانا بہت ضروری ہے۔ میرے علاج سے آپ لوگوں کو تسلی نہیں ہوئی۔

اصل میں کرونا کے دل میں اس وہم نے گھر کر لیا تھا۔ کہ کنج ماں کو اچھی طرح دل لگا کر دوادارو کا خیال نہیں کر رہا اور نہ ہی دل لگا کر مریض کی مرض کے مطابق چھان بین کر کے مناسب تدبیر عمل میں لاتا ہے۔ اس لئے اس کے منہ سے بھی سرسری نکل گیا۔ کہ ماں کو مرض تو دن بدن بڑھ ہی رہا ہے

کنج۔ کرونا کی اس جھڑکی کو اچھی طرح سے سمجھ گیا۔ اس لئے غضبناک ہو کر کہنے لگا۔ اب تو شاید مجھے ڈاکٹری بھی تم ہی سے سیکھنی پڑے گی۔ اور دل ہی دل میں سوچنے لگا۔ ایسی جھڑکی تو کرونا نے آج تک نہ دی تھی۔

شوہر کے ان نوکیلے الفاظ سے کرونا کے نازک دل کو ناقابل برداشت چرکا لگا۔ اسے خواب میں بھی خیال نہ تھا۔ کہ مجھے ان نوکیلے نشتروں سے چھیڑا جائے گا۔ اس نے اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بڑی عاجزی سے کہا۔

"ڈاکٹری! — نہیں! مگر ماں کی تیمارداری اور خدمت کرنا سکھا سکتی ہوں۔ اس میں شک نہیں"

کنج کی حیرانگی کی حد ہو گئی۔ کرونا ایسا جواب دے گی۔ اسے بالکل خیال تک نہ تھا۔ ایسا جواب پا کر اسے معلوم ہو گیا۔ کہ اسے غصہ چڑھا ہے۔ اور اب اسے سرد کرنے کے لئے اس نے محبت کی ایک

چٹکی لیتے ہوئے کہا۔
"میں غصہ کا راز سمجھ گیا ہوں۔ بہاری کو میں نے یہاں آنے سے کیوں روکا ہے۔ تم جانتی نہیں۔ آج شاید اُسی کی یاد تازہ ہو گی۔ جو اس قسم کی باتیں کر رہی ہو۔"
کرونا خاموش تھی۔ کھی جب خوب ابل جاتا ہے۔ تب وہ ساکن ہو جاتا ہے۔ اور بولنا بھی بند کر دیتا ہے۔ کرونا بھی خاموش اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ آنکھ تک اٹھا کر نہیں دیکھا۔ جیسے اسے حیا کی آندھی اٹھا کر یہاں پھینک گئی ہو۔ اسے یہ شرم حیا خود کے لئے نہیں تھی بلکہ جو خود قصور کرے کیا وہ ایسی باتیں کہ سکتا ہے "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے"۔ ایسی بے حیائی تو حیا کے ایک پہاڑ سے بھی ڈھکی نہیں جا سکتی۔ آج کل ہر ایک بات الٹی ہو رہی ہے۔
کرونا تو چلی گئی۔ مگر کنج کے دل پر اس کا بہت اثر ہوا۔ اب اس نے دل ہی دل میں اپنی شکست کا اعتراف کیا۔ اسے اس سے پیشتر کبھی بھی ایسی امید نہ تھی۔ کہ کرونا اس طرح آنکھیں بھی دکھا سکے گی۔ اب کنج کو ایسا محسوس ہوا۔ کہ جس جگہ اس کا سنگھاسن تھا اب وہاں ہی زمین پر خاک میں لوٹنا ہوگا۔ آج اسے کچھ افسوس بھی ہوا۔ کہ بیوی کی یہ تکلیف اور دکھ درد کہیں نفرت میں ہی تبدیل نہ ہو جائے۔ اور بعد میں کفِ افسوس ملنا پڑے +
دوسری طرف بہاری کی یاد کے ساتھ اس کے دل میں بابا کی یاد نے چٹکی لے لی۔ اس کا دل بے چین ہو گیا۔ یہ تو معلوم ہی نہ تھا۔ کہ بہاری پچھم سے واپس آیا یا نہیں۔ اور شاید اس دوران میں بابا سے ہی ملاقات ہو جائے۔ اب کنج کے لئے اپنا عہد بنانا ناممکن ہو گیا۔

اسی شب کو لکشمی کی حالت پھر دگرگوں ہوگئی۔ اب اس سے برداشت نہ ہو سکا۔ اس نے ملازم بھیج کر کنج کو اپنے کمرہ میں بلایا۔ ماں کی ممتا برساتی نالے کی طرح امنڈ پڑی۔ اس کے آنے پر ماں نے کہا۔

"بہاری کو دیکھنے کی بہت خواہش ہے۔ ہر وقت خیال اس کی طرف لگا رہتا ہے۔ بہت دن ہوئے وہ نہیں آیا۔ اور نہ ہی وجہ معلوم ہو سکی ہے۔"

کرونا چپ چاپ سر جھکائے سنا کرتی رہی۔ جیسے اس نے کوئی بات سنی ہی نہ ہو۔ کنج نے ماں کی بات سنی۔ تو پریم سے بولا "میرا خیال ہے۔ یہاں ہے ہی نہیں۔ وہ تو پچھم کی طرف تفریح کے لئے گیا تھا۔ اور امید ہے۔ ابھی واپس نہ لوٹا ہوگا۔"

"نہیں تم غلطی پر ہو۔ میرے دل کی آواز ہے۔ کہ وہ یہاں موجود ہے۔ کہیں بھی نہیں گیا۔ صرف تم سے ناراض ہے۔ اسی لئے یہاں نہیں آیا۔ اور نہ ہی تم گئے ہو۔ تجھے میرے سر کی قسم اسے ضرور بلا کے لاؤ۔ میں بہت بے چین ہو رہی ہوں۔"

آج سب طرف سے بہاری کو بلایا جا رہا ہے۔ کنج کو ایسا محسوس ہوا۔ جیسے دنیا نے مجھے بالکل ہی تیاگ دیا ہے۔

دوسرے دن ——

ابھی سورج نہیں نکلا تھا۔ کہ کنج سیدھا بہاری کے گھر پہنچا دیکھا تو سڑک پر دروازے کے آگے کئی بیل گاڑیاں کھڑی تھیں اور ان پر اسباب وغیرہ لادا جا رہا تھا۔ اس نے حیرانگی سے ایک ملازم سے دریافت کیا۔

"کیوں کیا بات ہے"؟

"بابو نے گنگا تٹ پر ایک باغ خریدا ہے۔ یہ تمام سامان وہیں جا رہا ہے۔"

"کیا آپ گھر میں نہیں"

"پہلے تیرتھ کی طرف گئے تھے اب صرف دو دن کلکتہ میں رہ کر اس باغ میں چلے ہیں۔ کل وہ گئے تھے۔ آج اسباب جا رہا ہے۔"

کنج نے دل میں خیال کیا۔ میں موجود نہ تھا۔ اس دوران میں ضرور۔ بہاری اور مایا میں ملاقات ہوئی ہو گی۔ کنج کا پروانہ تخیل بہت دور جا پہنچا۔ اس نے اپنی خیالی آنکھ سے دیکھا۔ کہ اسی وقت مایا کے دروازے پر بھی کئی گاڑیاں کھڑی ہیں۔ اور ان پر اسباب وغیرہ لادا جا رہا ہے۔ اب اس پر سب کچھ واضح ہو گیا۔ اسے پہلے شک تھا۔ مگر اب وہ یقین کی صورت میں بدل گیا۔ کہ اسی لئے مجھے مایا نے چالاکی سے اتنی دور بھیج دیا۔

اس خیال کے آتے ہی کنج مایا کے گھر گیا۔ معلوم ہوا۔ کہ وہ اسنان کے لئے گئی ہے۔ کنج فوراً اس کے کمرہ خواب میں پہنچا۔ کمرہ غیر آراستہ اور مختصر سامان سے کچھ سنسان سا نظر آتا تھا۔ جس پلنگ پر مایا رات کو لیٹی تھی۔ کنج بھی اس پر لیٹ گیا۔ اور اس کے ملائم اور نرم بستر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر سینہ سے لگا لیا۔ پھر اس پر لیٹ گیا۔ اور آہ سے سونگھ کر ان الفاظ کو "بے رحم! اے بے رحم!" بار بار اسی طرح جب دل کی آگ کچھ سرد ہوئی۔ تو بستر سے علیحدہ ہو گیا۔ اور ایک طرف بیٹھ کر مایا کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ مگر بہت دیر بیٹھ نہ سکا۔ پھر اٹھ کر ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ ادھر ادھر پھر کر کاٹنے اس نے دیکھا۔ کہ الماری میں ایک اخبار پڑا ہے۔ کنج نے اُسے اٹھا لیا۔ تاکہ وقت گذر جائے۔ مگر جس صفحہ پر اس کی نگاہ پڑی

وہاں ہی بہاری کا نام لکھا تھا۔ اب تو تمام توجہ ہی اخبار پر ہو گئی۔ کیونکہ اس کے لیئے اس وقت بابا کے گھر میں بہاری کا نام خاص وقعت رکھتا تھا۔ اخبار میں ایک مضمون تھا۔

تھوڑی تنخواہ کے لوگ جب کبھی بیمار ہو جاتے ہیں۔ تب انہیں بڑی تکلیف کا سامنا ہوتا ہے۔ قلیل تنخواہ کی وجہ سے دوائی کر نہیں سکتے۔ اس لیئے اُن لوگوں کی خدمت کرنے اور مفت دوا دینے کے لیئے بہاری بابو نے گنگا ساحل پر ایک باغ خریدا ہے۔ وہاں پریکٹس شروع کریں گے۔ آپ بڑے رحم دل اور ہوشیار ڈاکٹر ہیں۔
نامہ نگار

کنج کے دل میں خیال ہوا۔ بابا نے یہ خبر ضرور پڑھی ہے۔ اور اسے پڑھتے ہی اس کا دل بہاری کی طرف کھینچ گیا ہوگا۔ کنج بے چین ہوگیا۔ اس کا دل بلیوں اُچھلنے لگا۔ اسے خیال پیدا ہوا کہ بہاری کے اس کام نے بابا کے دل پر اور بھی اثر کیا ہوگا اس کی شردھا اور بھگتی دوگنا ہو گئی ہوگی۔ کنج دل ہی دل میں بہاری کو پاکھنڈی وغیرہ کہ کر گالیاں دینے لگا۔ اسے خیال پیدا ہوا کہ یہ بھی ایک ڈھونگ رچا جا رہا ہے۔ وہ تو بچپن سے ہی عام لوگوں پر اپنے آپ کو اپکاری اور سیوادار ظاہر کرتا چلا آیا ہے مگر مجھے کیا میں تو ایسے انسان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں جیسے ہر وقت کسی کو دہوکے میں ڈالنے کا خیال ہے اس نے سیوا کرنی ہی کیا ہے۔

اس کا پرواز تخیل ابھی یہاں تک ہی پہنچا تھا۔ کہ پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ کنج فوراً سمجھ گیا۔ کہ بابا ہے۔ اس نے اخبار لپیٹ کر پھر

الماری میں رکھ دیا۔ اتنے میں وہ کمرہ میں داخل ہوئی۔ کنج اس کی شکل دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ مایا میں ایک خاص قسم کا قدرتی حسن آ گیا تھا۔ جس طرح سیاہ لوہا آتش کی تپش میں گرم ہو کر چمک اٹھتا ہے۔ اور بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ ایسے معلوم ہوا جیسے مایا مدت مدید تک آگ کے کنارے بیٹھ کر تپ کر رہی تھی۔ اس کا تمام جسم بالکل لاغر ہو گیا تھا۔ اور اسی وجہ سے اس کے خشک چہرے پر ایک خاص قسم کا نور نمایاں طور پر ظاہر ہو رہا تھا۔

مایا کو اب بہاری کے دنوں کا انتظار نہ تھا۔ کیونکہ وہ اس امید کو ہاتھ سے چھوڑ چکی تھی۔ اور جس شخص یعنی کنج نے اسے راستہ میں روڑا اٹکایا تھا۔ ہر چہار طرف کانٹوں کی دیوار کھڑی کر دی تھی۔ اس کی زندگی کو اتنا مختصر کر دیا تھا۔ اسے اس پر بہت غصہ آیا تھا۔ جس کی آگ نے اسے کئی دن تک جلایا۔

مایا کے اس کمزور چہرے کو دیکھ کر اس کے دل میں آتش رقابت شعلہ زن ہوئی۔ اسے خیال آیا۔ اگر بھگوان کچھ طاقت دیں تو میں اس کے دل سے بہاری کا خیال نکال کر دور پھینک دوں مگر کیا کروں قدرت نے مجھے ایسی طاقت عطا ہی نہیں کی۔ بہاری واقعی بڑا خطرناک آدمی ہے۔ کنج کو ناول پڑھنے کا شوق تھا۔ اس نے ایک انگریزی یا شاید کسی سنسکرت کی کتاب میں پڑھا تھا کہ جدائی کی آگ میں عورت کے دل میں اور بھی دلفریبی اور روحانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کا رنگ چاند کی طرح نکھر آتا ہے۔ آنکھوں میں خاص نور پیدا ہو جاتا ہے۔ آج جب اس نے مایا کو دیکھا تو اسے وہ بات یاد آ گئی۔ اور اس کا دل بھی جل گیا۔

مایا پہلے تو کچھ دیر خاموش رہی۔ اس کے دماغ میں کوئی خیال

فکر لگا رہے تھے۔ آخر اپنے منتشر خیالات کو ایک جگہ کر کے اس نے کنج سے دریافت کیا۔

"آپ کیا چاہئے پی آئے ہیں"؟

پی آیا ہوں یا نہیں۔ مگر تم ہاں تو۔ پی آیا ہوں۔ اس بات سے نہیں کیا تم اپنے ہاتھ سے تو نہ پلاؤ گی"

مایا تو پہلے ہی کنج سے بدظن ہو رہی تھی۔ اور اب شاید خاص طور پر اس کے دل کو چوٹ پہنچانے کے لیئے بولی۔

"بہاری آج کل کہاں ہیں ان کا کچھ ہے۔ کیا آپ کو کچھ خبر ملی یا نہیں"؟

کنج کا رنگ زرد ہو گیا۔ وہی ہوا جس کا خیال تھا۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ بہاری کا نام میرے کان تک نہ آئے اور خاص کر مایا کی زبان سے اس نے کہا۔

"وہ شاید باہر گئے ہیں کلکتہ میں نہیں"

"اور ان کا پتہ"؟

"مجھے بتانا منظور نہیں! اور نہ ہی وہ بتا گئے ہیں"!

"تو کیا تلاش کر کے معلوم نہیں کیا جا سکتا"؟

"مجھے تو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں شاید کسی کو ہو"

"ضرورت کیوں نہیں۔ کیا بچپن کی سب دوستی ختم ہو گئی۔ اتنی جلدی دل بھر گیا۔ وہ تو آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ ما

یہ درست ہے۔ کہ بہاری میرا پرانا دوست ہے۔ مگر تمہارے ساتھ تو صرف دو ایک دن کا ملاپ ہے۔ مگر حیرت تو ہے۔ تمہیں اس کے پتہ کے لیئے زیادہ فکر ہے۔ اصرار ہے۔ میں اس راز کو نہیں سمجھ سکا۔ تم اس کا اتنا فکر کیوں کرتی ہو"

بھی دیکھ کر تمہیں شرم نہیں آتی۔ دوستی ہوتی ہے۔ یہ تم نے اپنے

تمہاری دوست سے نہ سیکھا؟

"میں اس کے لئے اتنا دکھی نہیں۔ مجھے دکھ تو اس بات کا ہے۔ دھوکے سے عورتوں کا دل کس طرح قابو کیا جاتا ہے۔ یہ علم میں نے اس سے نہ سیکھا سیکھ لیا ہوتا۔ تو آج کام آتا۔ یہ ساحرانہ علم کیسا اچھا ہے"!

"یہ سیکھنے کے لئے لیاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے نہیں آتا"

"گورو کا پتہ تمہیں معلوم ہے۔ تو بتا دو۔ شاید اس حالت میں ان سے منتر لے آؤں۔ لیاقت کی جانچ ہو جائے گی"

"اگر اپنے دوست کا پتہ نہ لگا سکو۔ تو پھر میرے آگے محبت کا نام نہ لینا۔ تمہاری بابو کے ساتھ تم نے جو برتاؤ کیا ہے۔ اسے دیکھ کر تم پر کوئی بھی اعتبار نہیں کر سکتا"

کنج نے یک دم اٹھ کر مایا کے دونوں ہاتھ زور سے پکڑ لئے۔ اور غصہ میں بولا۔ کیا اسی طرح بار بار میری بے عزتی کرتی رہو گی پھر دم بھر مایا کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔ مایا نے بھی اپنی ترچھی نگاہ سے کنج کو دیکھا۔ ان نے نہ کام کیا۔ کہ کنج نے مایا کے تیزی سے ہاتھ چھوڑ دئے۔ اور عاجزی سے بولا۔ مایا! یہاں نہیں اور کہیں چلو جہاں تمہاری خوشی ہو۔ وہاں جہاں شانتی ہو۔

"چلو ابھی پچھم کی طرف موزوں جگہ ہے"

"وہاں کہاں چلنا ہوگا"؟

"ایک جگہ نہیں۔ گھومنا ہو گا"

"ہاں آج شب کو چلو"

مایا نے منظور کر لیا۔ اور وہ کنج کے لئے کھانا بنانے گئی۔

اور کچھ پھر خیالات میں غرق ہوگیا۔ اس نے سمجھا۔ مایا نے ابھی اخبار نہیں دیکھا۔ کہیں مایا کی نظر میں نہ پڑے۔ اس فکر سے کچھ دن بھر پریشان رہا۔ ایک ہی خیال دماغ میں سما گیا تھا۔

لڑکا نہ آیا۔ شام ہوگئی۔ لکشمی بہت متفکر ہوئی۔ اتنے میں نوکر نے آکر کہا۔ بابو نے خط بھیجا ہے۔

یہ سن کر لکشمی کے دل میں خیال آیا۔ کہ شاید کچھ اتفاقیہ بیمار ہو گیا ہے۔ اسی وجہ سے خط بھیج دیا۔ لکشمی نے بے چین ہو کر کہا۔ دیکھ تو کرونا کیا لکھا ہے؟

وہ لیمپ کے پاس جاکر پڑھنے لگی۔ لکھا تھا۔ چند دنوں سے میری طبیعت نہیں لگتی۔ اس وجہ سے آج پچھم کی طرف گھومنے جا رہا ہوں۔ ماں کی بیماری سے گھبرانا نہیں۔ روز باقاعدہ طور پر دیکھنے کے لئے اپنے ایک دوست سے کہ دیا ہے۔ رات کو نیند نہ آئے۔ یا سر میں درد ہو۔ تو کب کیا کرنا چاہیئے۔ وہ بھی خط میں لکھا تھا۔ جب تک کوئی دوسرا پتہ نہ دیا جائے۔ تب تک خط معرفت پوسٹ ماسٹر پٹنہ بھیجے۔ ماں کا حال ضرور لکھا کرنا۔

یہ پڑھ کر کرونا حیران رہ گئی۔ نفرت نے دکھ کو نیچے دبا دیا۔ ایسا برا سا خط وہ لکشمی کو کیسے سنائے گی۔

کرونا جب دوبارہ کمرہ میں داخل ہوئی۔ تو لکشمی نے خط کے متعلق دریافت کیا۔ کہ کیا لکھا ہے۔ مگر کرونا نے ٹال مٹول کر دی۔ اس کی ٹال مٹول سے لکشمی کے دل میں جو شک تھا۔ وہ یقین میں بدل گیا۔ اس نے پھر کہا۔

"کیا لکھا ہے۔ مجھے وہ خط سنا دے۔ میرا دل اچھل رہا ہے"
بوجہ جوش لکشمی اٹھ کر چارپائی پر بیٹھ گئی۔ اور پھر کرونا لیمپ

کے پاس جاکر کچھ اونچی آواز سے خط پڑھنے لگی۔ لکشمی نے پھر کہا۔

"دوبارہ پڑھو۔ کنج نے اپنی طبیعت کے متعلق کیا لکھا ہے۔ صاف صاف کیوں نہیں پڑھتی۔"

کرونا پھر پڑھنے لگی۔

"چند دن سے میرا دل نہیں لگتا۔ اس لئے پچھم کی طرف

جا رہا ہوں۔ اب آگے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ کیسا اچھا لڑکا ہے۔ ماں تو بستر مرگ پر پڑی ہے۔ مگر اسے سیر کی سوجھی ہے۔ کاش میں مر جاؤں۔ تو اس کا دل ٹھنڈا ہو۔ میں درد سر اپ سے کہ رہی ہوں۔ بہو تم کیوں اسے میری بیماری کی خبر دینے گئی تھی۔ تمہاری ہر بات قابل تعریف ہے۔ اور کچھ نہیں تو گھر میں تو تھا۔ چاہے ایک کونے میں بیٹھ کر پڑھ رہا تھا۔ اسی درمیان میں ماں کی بیماری کی خبر دے کر تم نے کون سا بڑا کام کیا۔ جو وہ گھر سے نکل جانے پر مجبور ہوا اس بات سے تمہیں بھی تکلیف ہوئی۔ اور اسے بھی۔ اگر میں مر ہی جاتی۔ تو کیا حرج تھا۔ تمہارا کوئی نقصان نہ ہوتا۔ اتنی زیادہ تکلیف اٹھا کر بھی تمہیں کچھ سمجھ نہیں آئی۔ مجھے تو تمہاری عقل پر حیرت ہے۔"

اس کے بعد لکشمی پھر بستر پر گر پڑی۔ اس کا دماغ بالکل ناکارہ ہو گیا تھا۔ اور اب وہ کچھ سمجھنے سوچنے سے بالکل قاصر تھی۔ اتنے میں باہر سے بوٹ کی چاپ سنائی دی۔ ملازم نے حاضر ہو کر کہا۔

"ڈاکٹر صاحب تشریف لائے ہیں۔"

ڈاکٹر صاحب کمرہ میں داخل ہوئے۔ کرونا جلدی سے

گھونگھٹ نکال ایک طرف کھڑی ہو گئی۔ ڈاکٹر چارپائی کے نزدیک آیا اور بڑی نرم اور ہمدردانہ آواز میں بولا۔

"آپ کو کیا تکلیف ہے؟"

للشمی کو پہلے ہی غصہ چڑھ رہا تھا۔ ان الفاظ سے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ غصہ میں غضب ناک ہو کر بولی

"کیا کسی کو مرنے بھی نہ دو گے۔ کیسے ہو تم لوگ۔ مجھے کچھ بھی نہیں ہوا۔ میں مرنا چاہتی ہوں۔ کیا تمہاری دوا کھا کر ہمیشہ کے لئے امر ہو جاؤں گی۔"

ڈاکٹر نے تمام کچھ ٹھنڈے دل سے سنا۔ اور بعد میں تسلی آمیز نرم آواز میں کہا۔

"میرے پاس ایسی دوا تو نہیں۔ کہ آپ امر ہو جائیں مگر جس سے کچھ آرام ہو۔ وہ کام ضرور کر سکتا۔ انسان صرف تدبیری —— ڈاکٹر کی بات ابھی پوری بھی نہ ہوئی تھی۔ کہ للشمی بول اُٹھی۔

"اچھا علاج تو وہ تھا۔ جب بیوہ جل کر ستی ہو جاتی تھیں۔ اب علاج نہیں۔ بلکہ جلا جلا کر ستا ستا کر مارنا ہے۔ جائیں۔ جناب ڈاکٹر صاحب تشریف لے جائیں۔ میں کسی کو دیکھنا نہیں چاہتی۔ بلکہ اکیلے رہنا چاہتی ہوں۔ میرے حال پر رحم کریں۔"

ڈاکٹر نے خیال کیا شاید بوڑھیا کا دماغ چل گیا ہے۔ مگر پھر بھی ڈرتے ڈرتے بولا۔

ایک بار آپ کی نبض —— !

للشمی کا پارہ پہلے ہی تیز تھا۔ اور اور بھی چڑھ گیا۔ وہ چڑ کر بولی نہیں یہ نہ ہو گا۔ میں جو کہتی ہوں۔ آپ جائیں۔ میں اچھی ہوں

کوئی علاج نہیں کروانا چاہتی۔"

اب ڈاکٹر کمرہ میں نہ ٹھہر سکا۔ اور دبے پاؤں باہر نکل گیا۔ پھر ایک ملازم کے ہاتھ کرونا کو اپنے پاس بلایا۔ وہ آئی۔ تو اس سے لکشمی کا حال دریافت کیا۔ ڈاکٹر کے تمام سوالات کا جواب کرونا دیتی گئی۔ سب حال معلوم ہو جانے بعد ڈاکٹر پھر کمرہ میں گیا۔ اور نہایت نرم اور پریم بھری آواز میں بولا۔

"ماں جی! کنج بابو یہ خدمت میرے سپرد کر گئے ہیں۔ اور اگر اب آپ مجھے اپنا علاج نہ کرنے دیں گی۔ یا میری دوا استعمال نہ کریں گی۔ تو ان کو بڑا دکھ ہوگا۔ وہ مجھ سے بھی ناراض ہوں گے۔"

کیسی عجیب بات ہے۔ لکشمی اپنے دل میں سوچنے لگی۔ کنج کو دکھ ہوگا۔ میرا دل تو یہ نہیں مانتا۔ پھر ڈاکٹر کی طرف دیکھ کر بولی "نہیں اسے کچھ بھی دکھ نہ ہوگا۔ آپ فکر نہ کریں اور تشریف لے جائیں۔ سب جانتی ہوں۔ اب مجھے نیند آئی ہے۔ اس لئے میں سونا چاہتی ہوں۔ کافی دیر ہوگئی۔"

اب ڈاکٹر مجبور ہوگیا۔ کیا کرتا بوڑھی کسی طرح کوئی بات ماننے کو تیار نہ تھی۔ ناچار کمرہ سے باہر آئے۔ اور کرونا کو سب کچھ سمجھا کر خود گھر چلے گئے۔ وہ اور کر بھی کیا سکتے تھے۔

ڈاکٹر چلا گیا۔ تب لکشمی نے کرونا کو بلایا اور کہا۔

"بیٹی! تم بھی جاؤ۔ اور داسی کو بھیج دو۔ اب مجھے آرام ہے۔"

کرونا نے سر تسلیم خم کیا۔ اور چلی گئی۔ اپنے تاریک کمرہ خواب میں جاکر خاموش زمین پر ہی بیٹھ گئی۔ محلہ میں اس دن کسی کی شادی تھی۔ اور چند منٹ ٹھہر کر باجہ بجتا تھا۔ اسی وقت جب کرونا خیالات کے سمندر میں غرق فرش خاکی پر بیٹھی تھی۔ پھر سریلی تان

سے باجہ بج اٹھا۔ اس سریلی مستِ خیز آواز سے شب ظلمت کا گنبد کانپ کر رہ گیا۔ کرونا اپنے تاریک کمرہ میں بیٹھی تھی۔ مگر پھر بھی بار بار کرونا تک اس کے نغمے پہنچنے لگے۔ کرونا کے دماغ میں ایک طوفان اٹھا۔ اور اپنے جیون کی کہانی یعنی شادی کے تمام چھوٹے بڑے واقعات یکے بعد دیگرے سینما کی تصاویر کی طرح پھرنے لگے۔ جیسے اس کے دماغ میں ایک بند کتاب پڑی تھی۔ اور ہوا کے ایک تیز جھونکے نے اس کے ورق الٹنے شروع کر دئے ہوں کرونا کی شادی کا گنبد بھی بیدار ہو اٹھا۔ اور اس نے شب کے اس گہرے سائبان کو خواب کے تصور سے منور کر دیا۔ کرونا کا دردِ دل برساتی پانی کی طرح اچھل پڑا۔ جس طرح بھوکا بچہ شب کو لحاف کی طرف تاریکی میں ماں کی چھاتی تلاش کر کے اسے پیٹنا شروع کر دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح زمانہ ماضی کے آرام و چین کی زندگی بیدار ہو کر اُسے اپنی خوراک طلب کرنے لگی۔ اور اُسے دل پر ہاتھ مار مار چوٹ پہنچانے لگیں۔ جیسے اس چوٹ نے کرونا کو خواب غفلت سے بیدار کر دیا ہو۔ وہ دو زانو ہو کر وہیں زمین پر بیٹھ گئی۔ اور ہاتھ جوڑ کر اپنے اشٹ دیو کا تصور باندھنے لگی۔ اس وقت اس کے سامنے گوری کا پوتر چہرہ اس کی پر نم آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ ہمیشہ دکھ کے وقت انسان کو کوئی نہ کوئی اپنا یاد آتا ہے۔ یہی حال کرونا کا ہوا۔

آج تک کرونا نے اپنے دل میں پکا عہد کیا ہوا تھا کہ اس بھگتنی کو اب بھی اس فانی دنیا کے ناپائیدار دکھ سکھ میں بالکل نہ بلا لے گی۔ مگر آج اسے گوری کے سوا دوسرا کوئی ہمدرد نظر ہی نہ آیا۔ رہ رہ کر اس کا خیال دل و دماغ کو بے چین کرنے

لگا۔ آخر وہ اٹھی۔ اور الماری سے پیڈ نکال کر موسی کو چیٹھی لکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا تار تھا۔ اور وہ لکھ رہی تھی

موسی! - پرنام

میں کہاں ہوں۔ کیا کر رہی ہوں۔ کس حالت میں یہ سب بتانے کی ضرورت ہی نہیں۔ ہاں آج تمہارے سوا میرا کوئی نظر نہیں آتا۔ ہر چار طرف دیکھنے پر بھی صرف تم ہی اتنی دور بیٹھی ہوئی اپنی نظر آتی ہو۔ ایک بار آؤ اور اس دکھیا کو اپنی الفت بھری گود میں اٹھا لو۔ اگر تم نہ آئی۔ تو میری کشتی اس گرداب سے کبھی بھی نہ نکل سکے گی اور پھر میں کیسے بچوں گی۔

دل تو چاہتا ہے۔ کہ اڑ کر تمہارے پاس خود ہی آؤں مگر کیا کروں۔ ایسا کر نہیں سکتی۔ مجبور ہوں۔ اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ تم سب کچھ جانتی ہو۔ سمجھتی ہو۔ تمہارے پونیہ چرنوں میں بارم بار پرنام

وہی تمہاری دکھیا۔ اکرونا!

گوری کی واپسی

خط ملا۔ گوری حیران رہ گئی۔ اس کا دل گھبرا گیا۔ وہ بنارس سے کلکتہ پہنچی۔ اور تھر تھر کانپتے ہوئے قدموں سے لکشمی کے کمرہ میں گئی۔ اور اس کے چرنوں میں پرنام کیا۔ پاؤں چومے۔ آپس کی ان بن اور اندرونی رنجش پھر آخر میں جدائی ہوگئی تھی۔ مگر اس وقت گوری کو دیکھ کر لکشمی بہت ہی خوش ہوئی۔ جیسے اسے گم شدہ دولت مل گئی ہو۔ اس کے دل کے تار ہل گئے۔ اور آنکھیں پرنم ہوگئیں۔ آج کافی دنوں بعد گوری کے آنے سے لکشمی کے دل نے سمجھا۔ کہ گوری کے نہ ہونے سے ہی مجھے اتنی تکلیف کا سامنا ہوا ہے۔ اسی دم لکشمی کا غمناک دل و دماغ اپنی سابقہ حالت میں آ گیا۔ لکشمی نے نگاہیں اپنی تمام گذشتہ زندگی کے حالات پھر گئی۔ جب وہ بیاہی آئیں تھیں۔ اور دونوں نے مل کر گھر کا کام کاج سنبھالا تھا۔ اور اب جس گنج کے لئے اتنا جھگڑا ہوا تھا وہ اب کہاں تھا۔ اس کا پتہ تک نہ لگا۔

گوری کی آنکھوں میں، محبت کے آنسو امنڈ پڑے۔ اس نے لکشمی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بھرائی آواز میں کہا
"جی جی"۔

لکشمی کی آنکھوں کا گویا بند ٹوٹ گیا ہو۔ اس کی آنکھوں سے اشکوں کا تار جاری ہو گیا۔ روتے روتے رکتے ہوئے گلے سے اس نے کہا۔

"بہو"

اس کے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ آواز گلے میں پھنس گئی آنکھوں سے ایک سیلاب جاری ہو گیا۔ کرونا بھی اس رقت انگیز نظارہ کی تاب نہ لا سکی۔ اور ایک کونے میں کھڑی رونے لگی۔

گوری بھی اس سیلاب میں بہی جا رہی تھی۔ اس کا حوصلہ نہ ہوا۔ کہ کرونا یا لکشمی سے کنج کے متعلق کچھ دریافت کرے۔ اس نے گھر کے ملازم ہیرا لال کو بلا کر دریافت کیا۔

"کنج کہاں ہے۔ نظر نہیں آتا"

ہیرا لال پرانا ملازم تھا۔ اور اسے ان تمام واقعات کی اچھی طرح خبر تھی۔ اس نے شروع سے لے کر آخر تمام ماجرا بیان کر دیا۔ جس میں بابا اور کنج حالات میں شامل تھے۔ گوری نے سنا تو۔ سناٹے میں آ گئی۔ پھر بولی۔

"بہاری کہاں ہے۔؟ اس کی کچھ خبر ہے"؟

"کافی دن ہوئے۔ وہ یہاں نہیں آئے۔ اور نہ ہی میں نے ان کو دیکھا ہے۔ اس لئے مجھے ان کی کچھ خبر نہیں۔ شاید کرونا بابا ماں کو ہو"

گوری پر جیسے سب راز آشکار ہو گیا۔ اس نے دل میں چند منٹ کچھ سوچا۔ پھر ہیرا لال کو کہا۔

"اچھا بہاری کے گھر جاؤ۔ اور سب حالات کی خبر لے آؤ"

ہیرا اسی وقت چلا گیا۔ اور گوری پھر لکشمی کے پاس آ کر بیٹھ گئی

ہیرا جلدی ہی واپس آگیا۔ اور اس کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ بہاری بابو گھر نہیں ہیں۔ گنگا ساحل پر ایک باغ میں قیام پذیر ہیں۔"
گوری نے اسی وقت ڈاکٹر کو بلایا۔ اور مریضہ کو اچھی طرح دیکھنے کے لئے کہا۔ ڈاکٹر نے گوری کو باہر لے جاکر کہا۔
"حالت اچھی نہیں۔"
اب شام ہو گئی۔ سورج بھی دن بھر کے سفر سے واپس جا رہا تھا۔ اس وقت لکشمی کی سانس کچھ تیز ہو گئی۔ گوری یہ دیکھ نہ سکی اسی وقت پوچھنے لگی۔
"کیا ڈاکٹر کو بلاؤں"؟
"نہیں کوئی ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی ڈاکٹر سے مجھے کچھ آرام ہوگا اگر ہو سکے۔ تو بہاری کو بلاؤ۔"
آج اس حالت میں بہاری کا نام سن کر گوری کے دل پر گہری چوٹ لگی۔ اسے وہ وقت یاد آگیا۔ جب بہاری کو چوکھٹ سے ہی بے عزت کر کے چلے جانے کو کہا تھا۔ اسے آج تک یہ بات بھولی نہ تھی۔ کیا بہاری کبھی بھی میرے دروازے پر نہ آئے گا۔ اور مجھے اپنی غلطی کی تلافی کا موقعہ نہ ملے گا۔
گوری کئی خیالات کے زیر اثر اوپر کنج کے کمرہ میں گئی۔ یہی وہ کمرہ تھا۔ کہ ہر طرف رونق تھی۔ دل فریبی تھی۔ اور خوشی رقص کر رہی تھی۔ وہی آج بالکل ویران اور کھانے کو دوڑتا تھا۔ تمام سامان بے ترتیب ادھر ادھر بکھر گیا تھا۔ گملوں کے پودے پانی نہ ملنے کی وجہ سے خشک ہو گئے تھے۔ ہر جانب اداسی تھی۔
گوری کو اوپر جاتے دیکھ کر کرونا بھی نرم قدم رکھتی اس کے پیچھے آ گئی۔ گوری نے اسے دیکھا۔ تو پکڑ کر سینہ سے لگا لیا محبت

کا جواب محبت سے دیا جاتا ہے۔ کرونا کی آنکھیں پر نم ہو گئیں۔ اس نے جھک کر دونوں ہاتھوں سے اس کے پاؤں پکڑ کر پرنام کیا اور اس کے پاؤں اپنے گرم آنسوؤں سے دھوتے ہوئے بولی۔ "موسی جی۔ میرے سر پہ ہاتھ رکھ کر میرے حق میں دعا مانگو اور ورد و۔ کہ میں ہر غم میں خوش رہوں۔ کیونکہ اس سے پہلے مجھے معلوم نہ تھا۔ کہ آدمی اتنے بھاری دکھوں کا۔ مقابلہ کرتے ہوئے دنیا میں زندہ رہ سکتا ہے۔"

کرونا کے پر درد لفظوں نے گوری کو جنبش بھی نہ کرنے دیا۔ بلکہ یہاں کھڑی تھی۔ وہی بے حس و حرکت بیٹھ گئی۔ تو کرونا نے مادہ کتے کی طرح اپنے آپ کو گوری کے چرنوں کے سپرد کر دیا۔ گوری نے پریم سے اس کو اٹھایا۔ سر پہ ہاتھ پھیرنے لگی۔

کرونا دل ہی دل میں بہت خوش ہوئی۔ کیونکہ وہ دل میں تصور کرنے لگی۔ کہ اب میری تمام خواہش عنقریب ہی پوری ہونے والی ہیں۔ مگر اس کے جلے دل سے ایک آہ کا نعرہ بلند ہو گیا۔ پھر اپنے ہوش کو بجا کرتے ہوئے کہا "موسی! ہماری بابو کو خط تحریر کرو۔ کہ وہ دیکھنے ہی چلا آوے۔"

کرونا نے دوبارہ کہا۔ ان کو ان حالات سے کس طرح پتہ لگے گا۔ میں نے تو یہی سوچا ہے۔

گوری نے جواب دیا۔ میرا خیال ہے۔ کہ میں شاید کل خود اس سے جا کر ملوں گی۔"

کرونا۔ آپ کل ضرور جائیں۔ میں بھی اس بات سے اتفاق کرتی ہوں۔"

گوری نے کہا۔ ہاں ضرور جاؤں گی۔ اس کے بعد دونو اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔

ناظرین اب آپ دونو کو چھوڑ کر ذرا بہاری بابو کی خبر لیں۔ کہ وہ کس حال میں ہے۔ کہاں ہے۔

جن دنوں بہاری مغرب میں اپنی زندگی کے ایام گذار رہا تھا۔ تو اس کے دماغ میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ یہاں پر بیکاری کی حالت میں میری زندگی تباہ ہو جائے گی۔ اور میرے تڑپتے دل کو ذرا بھر بھی سکون نہ ہوگا۔ تو پھر کسی نہ کسی کام کو شروع کر دینا چاہیئے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ اس نے غریبوں مسکینوں اور تھوڑی تنخواہ والے مزدوروں کی ہر حالت میں مددگار بننے کا ارادہ کیا۔

تھوڑے ہی دنوں بعد بہاری نے چینی معماروں کو چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں بنانے کا حکم دیا۔ جو کہ بہت جلد ہی کام سرانجام ہو گیا مگر اس کے دل کو پھر بھی رتی بھر آرام نہ ہوا۔ تڑپتے دل پر ذرا بھر سکون نہ ہوا۔ تو دل ہی دل میں محسوس کرنے لگا۔ چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں بنوانے میں دل کو آرام نہیں مل سکتا۔ یہ خشک کام ہے۔ نہ ہی اس میں کوئی ایسی خوب صورتی ہے۔ جو دل کو ٹھنڈا کرتے ہوئے خوش کرے۔ وہ اب اس کام سے ایک طرح سے رنجیدہ دل ہو گیا۔ مگر اس سے پہلے بہاری کو کسی کام میں دکھ محسوس نہ ہوا تھا۔

عالم شباب جو بہاری کے سینے کے نیچے دبا ہوا تھا۔ جس کے متعلق بہاری کو خواب وخیال میں بھی گمان نہ تھا۔ کہ میں بھی جوان ہوں۔ دنیا میں کسی سے پریم ہو سکتا ہے۔ مگر آج اس نے پایا کہ کیا

دیکھا۔ بلکہ اپنے آپ کو عشق و حسن کی دنیا میں دیکھا۔ اب اس کی یہ حالت ہو گئی تھی۔ کہ جس طرح نیل کنٹھ کا بچہ پہلے پہل اپنی روزی کی حالت میں سرگرداں ہوتا ہے۔ یا رات کو چکوا اپنی چکوی کے لئے سخت بے چین ہوتا ہے۔ عین اسی طرح بہاری ماہی آب کی طرح تڑپنے لگا۔

اساڑھ کا مہینہ تھا۔ دنیا کے گناہوں کو دور کرنے والی پاک و پوتر گنگا متواتر بہ رہی تھی۔ دیکھئے ہردوار کے کنارے پر نیلے نیلے رنگ کے بادلوں کی گہری گہری ڈراؤنی گھٹائیں پانی کے زیادتی کی وجہ سے پہلوانوں کی طرح اکڑے ہوئی۔ درختوں پر جھکی ہوئی دکھائی دیتی تھیں۔ گویا کہ درختوں اور بادلوں میں رنچ بھر کا بھی فرق نہیں تھا۔ اور ان کا عکس پانی میں پڑنے سے ایک نہایت ہی دل کش دلفریب نظارہ پیدا ہوتا تھا۔ دریا کا نیلا پانی تیز فولادی تلوار کو بھی طرح دیتا تھا۔ اور بعض جگہ آگ کی سی چمک پیدا ہو رہی تھی۔ ابتدائی برسات کے اس دل فریب نظارہ نے بہاری کے دل کا دروازہ جو مدت مدید سے بند تھا۔ چوپٹ کر دیا۔ امید و یاس کے جھگڑے پر سحر ماضی کی یاد سب کچھ یک دم ہی اس کی نگاہوں میں پھر گیا۔ کوئی خیالی تصور کسی کی منوہر دل کش صورت اس برسات کے پانی میں بھیگی ہوئی اپنی سیاہ دراز لہراتی ہوئی زلفوں کو کھول کر بڑی شان سے سامنے آ کھڑی ہوئی منتشر بادلوں کی آڑ سے آفتاب کی پھیلی ہوئی تمام کرنوں کو یکجا کر کے اپنی یاس انگیز نگاہیں صرف بہاری کے چہرے پر جما دیں۔ وہ تڑپ کر رہ گیا۔

بہاری کی عمر کا پہلا وقت عیش و آرام۔ خوشی و مسرت میں بسر

ہوا تھا۔ اس وقت کا سب سکھ آج بہاری کی آنکھوں میں کانٹا بن کر چبھ رہا تھا۔ زمانے بھر کی تمام چیزیں پھیکی اور بد مزگی میں آ رہی تھیں۔ بہاری اس پُر درد وقت سے ساون کے مینڈک کی طرح برسات میں بہت خوش ہوتا تھا۔ موسم برسات کی شام کو دنیا بھر کے شام یعنی کرشن سے مشابہ دیا کرتا تھا۔ اور اس پر دل وجان سے فدا تھا۔ اور پورن ماشی کے چاند کو دیکھتے ہیں۔ چکور کو ماند کر دیا کرتا تھا۔ مگر آج سب کچھ اس کی آنکھ میں خار تھیں دل بے قرار تھا۔ ہر چیز سے بے زار تھا۔ بہاری کو گیتوں کی دنیا میں زندگی بسر کرنے کا ازحد شوق تھا۔ وہ ہر وقت کوئی نہ کوئی گیت ہی گاتا رہتا تھا۔ کبھی کسی جلسہ میں شریک ہوتا۔ کبھی کسی سوسائٹی میں پریذیڈنٹ کی کرسی کو زینت دیتا۔ مگر آج بہاری کی نظروں میں سوائے مایا کے سب فضول اور بے فائدہ نظر رہتے تھے۔ بہاری کی زندگی کا زیادہ وقت کنج کے ہمراہ گزرا تھا۔ ہر وقت قریباً اکٹھے ہی رہتے تھے۔ کنج کے ساتھ رہنے سے بہاری اپنے آپ کو بھول گیا۔ اور یہی تصور کرتا تھا۔ کہ میں سورگ میں رہ کر عمر ختم کر رہا ہوں۔ اس کو خواب وخیال میں معلوم نہ تھا۔ کہ عشق ومحبت کیا بلا ہوتی ہے۔ مرض عشق کسے کہتے ہیں۔ دل میں ایک مدوجزر کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ بر و بر زمین و آسمان گل برگ الغرض ہر چیز میں ایک سریلی بانسری سی بجتی معلوم ہوتی ہے ایک پر سحر کیف سا طاری ہو جاتا ہے۔

مایا ——— جس مایا نے اپنے نازک حسین ہاتھوں سے بہاری کو پکڑ اسی محبت کی پر کیف دنیا۔ ایک نئی سرزمین میں پہنچا دیا ہے۔ کیا بہاری اس مایا کو بھول سکے گا۔؟ اس کی نگاہ میں

مایا کی تصویر کچھ اس طرح جذب ہو گئی ہے۔ ہر جانب وہی نظر آتی ہے۔ جدھر دیکھو۔ اس کا دل کش چہرہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کی نہ ختم ہونے والی تاریک سرد آہیں بہاری کے خون میں ہر دم ایک طوفان خیز تلاطم بپا رکھتی ہیں۔ اور اس کے یاقوتی ہونٹ اور ان کی حرکت گویا بہاری کے لئے آبِ حیات سے بھی قیمتی چیز ہے۔ اس کے دل کا کنول گویا کھل اٹھا ہے۔

مگر پھر بھی آج بہاری اور مایا کے درمیان اتنے کوسوں کا فاصلہ کیوں ہے۔ کیوں وہ ایک دوسرے سے الگ بے خبر پڑے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ مایا نے اپنی بے عیب خوب صورتی کا ایک پریم پیالا بہاری کے مسکراتے لبوں کے ساتھ لگا دیا تھا۔ جس کے نشہ سے بہاری دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا تھا۔ اس کو روئے زمین پر مایا کے ہم پلہ۔ ہمہ ثانی نظریہ آتا تھا۔ وہ مایا کی خوبصورتی کو دنیا بھر کے حسینوں سے۔ گلوں سے زیادہ ترجیح دیتا تھا۔ پھر خیال کرتا۔ کہ کنول گو پانی سے باہر رہتا ہے۔ مگر جب اس کو اکھاڑ جائے۔ تو اس کے ساتھ جڑیں بھی نکل آتی ہیں۔ اور جڑوں کے ساتھ کیچڑ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ لیکن وہ مایا کو ایک ایسی جگہ رکھنا چاہتا تھا۔ جہاں پر اس کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس کی لازوال خوبصورتی میں ذرا بھر بھی فرق نہ پڑ جائے۔ اس کے علاوہ کنج سے اگر کوئی لڑائی جھگڑا پیدا ہو جائے۔ تو وہ بہت ہی خطرناک صورت پیدا کرے گا۔ مگر اس خیال کو بہاری کبھی بھی اپنے دماغ کے کسی ادنٰے گوشے میں بھی پناہ گزیں نہ ہونے دے گا۔ اس خیال کو دور کرنے کے لیئے بہاری اعلیحدگی میں بر سرِ گنگا آسن لگائے ہوئے گینوں کی دنیا میں اپنے بے قرار دل میں اور دل کے عالی شان مندر میں

پرُامن دیوتا کے بت کو براجمان کرکے اس کی آرتی میں آنکھوں کے پانی سے جگہ کو صاف کرکے آہوں کی دہوپ سے دل کی جوت کو منا رہا ہے۔ انہی باتوں سے وہ مایا کو باوجود دیکہ خط لکھنے کے پھربھی اس کی طرف دھیان نہیں کرتا۔ تاکہ اس کی طرف سے کسی بات کا پتہ نہ لگے۔ جس سے میری خیالی دنیا۔ اور اس کے سارے مزے کرکرے نہ ہو جائیں۔ اور کہنا پڑے۔ جو دیکھا خواب تھا۔ جو سنا افسانہ تھا۔

صبح سویرے بہاری پوجاریوں کی طرح اپنے جانفزا باغ کے دکن طرف کے جامن کے درخت کے نیچے کچھ خاموشی کا زیور پہنے ہوئے بیٹھا تھا۔ اور درخت کی پرُبہار جوبن پر دل ہی دل میں عشق عشق کر رہا تھا۔ ذرا نگاہ زمین سے اوُپر ہوئی۔ تو دوسری طرف دیکھا۔ کہ کوٹھی میں پالکیوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہے۔ بہاری ان کو دیکھ کر حسرت سے سرد آہیں بھر رہا تھا۔ اس کی آہوں کی آندھی کے ساتھ ہی آفتاب بھی اپنے سنہری رتھ پر بیٹھ کر دنیا کی سیر کرنے لگا۔ اتنے میں کسی کے آنے کی آواز سنائی دی۔ تو مڑ کر دیکھا۔ تو نوکر کو پایا۔

نوکر۔ "کہیئے۔ کھانا تیار کروں۔ یا ابھی رہنے دوں"؟

بہاری نے کہا۔ ابھی کوئی بھوک نہیں ہے۔ اس لیئے ابھی رہنے دو۔ جاوُ جاکر اور کام کرو۔

نوکر چلا گیا۔ بہاری پھر اپنے خیالات کی ادھیڑبن میں محو ہو گیا۔ اتنے میں مسنری کا پیغام آگیا۔ بہاری نے اس کو بھی ٹال مٹول میں گزار دیا۔

پھر آنکھوں کو بند کرکے مایا کی طرف دھیان کرنے لگا۔ جب

ذرا طبیعت سیر ہوئی۔ تو آنکھوں سے بندش دور کردی۔ تو دیکھا۔ کہ سامنے گوری مسکرا رہی تھی۔ بہاری دیوانہ وار اٹھا۔ اور اٹھتے ہی اپنے دونوں ہاتھوں کو اس کے چرنوں میں سیوا کرنے کا حکم دیا۔ ہاتھ تو چرن سیوا میں چلے گئے۔ اور ساتھ ہی بہاری کا سر بھی عقیدت کے ساتھ چرنوں کی دھول میں لے گئے۔ گوری نے اپنے لاڈلے بچے کے سر پر ماں مامتا کا ہاتھ پھیرا۔ اور آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑی لگاتے ہوئے کہا: "بہاری تو دن بدن کیوں اس قدر کمزور۔ دُربل ہوتا جاتا ہے۔ تجھے کیا روگ لگ گیا ہے۔ جس کی وجہ سے اتنا کمزور ہو گیا؟"

بہاری نے جواب دیا "چاچی جی۔ آپ کا پریم پیار دوبارہ حاصل کرنے کے لئے۔" یہ الفاظ کیا تھے۔ مہر و محبت کا نشتر تھے۔ جنھوں نے جاتے ہی مُرغِ بسمل کی طرح تڑپا دیا۔ اور اُس کی آنکھوں سے آنسو کی ندی بہ گئی۔

بہاری نے بڑی بے قراری ظاہر کی۔ آگ تو پہلے ہی بھڑک اٹھی تھی۔ اب ان الفاظ نے تیل کا کام کیا۔ اور چہرے پر زردی نے سلطنت جما لی لبوں پر مہرِ خاموشی ثبت ہو گئی۔

گوری نے دریافت کیا: "میرا جہاں تک خیال ہے۔ کہ تم کو پہلے ہی سے ان تمام باتوں کا پتہ ہے؟"

بہاری نے جواب دیا "ہاں۔ ہاں۔ جانتا ہوں۔ پر بہت ہی تھوڑا۔ شاید روپیہ میں سے ۶ر کے قریب قریب اس سے زیادہ نہیں۔"

پھر گوری نے بہاری کو تمام کہانی سنائی۔ کہ کس طرح کیخ مایا کو پچھم کی طرف لے بھاگا ہے۔

بہاری کی آنکھیں خون کبوتر ہوگئیں۔ جس کی وجہ سے اس کو آسمان بھی خون کی رنگت کا معلوم ہونے لگا۔ ہر شئے پر اس کو لہو کے ذرات نظر آنے لگے۔ اس وحشت نے بہاری کے خرمنِ ہستی کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ خوشیوں کو اڑا کر غموں کا ڈھیر لا موجود کر دیا جس سے بہاری کے دل میں ایک زبردست طوفان پیدا ہوگیا۔ جب ذرا طغیانی کا زور کم ہوا۔ تو بہاری کا دل بھی قائم ہوگیا۔ اس نے اپنے دماغ میں سوچا۔

"کیا پُر سحر مایا اس دن سرِ شام میرے ساتھ کھیل کھیل گئی تھی اور جوشِ محبت سے بے چین ہوکر اس نے کیسے عجیب و غریب خیالات کا اظہار کیا تھا۔ کیسی دل نشین تھی وہ باتیں۔ اور یہ وہ سب سبز باغ ہی تھا۔ دراصل اس کی حقیقت کچھ بھی نہ تھی۔ میں بھی کیا نادان ہوں۔ وہ تو اپنا گاؤں چھوڑ کر کس بے حیائی سے کنج کے ساتھ پچھم کی طرف بھاگ گئی۔ لعنت ہے۔ مجھ پر اور حیرت ہے۔ اُن پر۔ میں بھی کیسا پاگل ہوں۔ جو میں ایک منٹ کے لئے بھی اُس پر اعتبار کیا۔"

"چچی کیا ابھی کھانا نہیں کھایا"

"نہیں ابھی میرے کھانے کا وقت ہی کیا ہوا ہے"۔

"چلیں میں سب انتظام درست کر دوں گا۔ آج کافی مدت بعد تمہارے ہاتھ کا کھانا ملے گا۔ کیسی خوش قسمتی ہے میری"

بہاری اب کچھ خاموشِ فطرت ہوگیا تھا۔ اس نے کنج اور کرونا کے بارے میں کچھ بھی دریافت نہ کیا۔ کیونکہ بہاری کو ابھی تک وہ اچھی طرح یاد تھی۔ جبکہ گوری نے خود اپنے ہاتھ سے کنج اور بہاری کا درمیانی دروازہ بند کر دیا تھا۔ اور جو آج تک بند ہی چلا آتا تھا

بہاری نے بھی مکمل غرور کے ساتھ اس ظالمانہ حکم کی پوری طرح تعمیل کی تھی۔ اور ابھی تک کیے چلا آتا تھا۔

دونوں کھانا کھا چکے تو گوری نے بہاری کی طرف دیکھا۔ اور خاص انداز سے بولی۔

"کشتی گھاٹ پر موجود ہے۔ تم میرے ساتھ گھر چلو!"

"گھر! ——— کیا کام ہے وہاں؟"

"جی جی بیمار ہے۔ اور تمہیں دیکھنا چاہتی ہے۔ اس لیے میں آئی ہوں۔ اسی نے مجھے بھیجا ہے۔ اس کی حالت کچھ زیادہ ہی نازک ہے۔"

بہاری یہ سن کر چونک پڑا۔ اس کی حیرت کی انتہا ہو گئی۔ اس نے جلدی سے دریافت کیا۔

"مگر کنج کہاں ہے"؟

"یہاں نہیں ——— کہیں سیر و تفریح کے لئے پچھم کی طرف گیا ہے!"

"اے بے چین بادلوں کے حلقہ میں آئی ہوئی جون کی شام اور بارش کے بعد پُر کیف سراپا نور چاندنی سے بھرپور شب ——— تمہارا وہ طلائی مال کہاں گیا؟ ——— کیا ہوا؟"

بہاری کا ایک دماغ تھا۔ اور خیالات کا ہجوم وہ سوچنے لگا کہ میں مصیبت زدہ کرونا کی طرف کس طرح دیکھ سکوں گا۔ اس کی تمام مسرتوں پر کورا پڑ گیا ہے۔ پہلے ایک ہی بات رفع نہیں ہوئی ایک ہی زخم بھرنے میں نہیں آتا۔ کہ دوسری بات سننے میں آ جاتی ہے۔ ایک اور بات ظہور پذیر ہوئی ہے۔ اسی طرح گھاؤ پر گھاؤ۔ اور تیر پر تیر یکے بعد دیگرے لگ رہے ہیں

بہاری نے چوکھٹ پر قدم رکھا۔ ڈیوڑھی میں داخل ہوا۔ اسی دم اسے غم و یاس نے گھیر لیا۔ مکان کے پہرے دار اور باقی نوکروں کے چہرے کی طرف دیکھ کر بہاری کا سر لاپتہ کنج کی وجہ سے ندامت سے جھک گیا۔ وہ سابقہ طریق پر اپنے عزیز ملازموں کی خیر و عافیت محبت بھرے دل سے دریافت نہ کر سکا۔ اور ملازم بھی خاموش سر جھکائے ایک طرف کھڑے تھے۔ اب جب اندر زنانہ میں جانے کا موقعہ آیا۔ تو اس کے پاؤں من من کے بھاری ہو گئے۔ اندر داخل ہونا دشوار ہو گیا۔ اس کے قدم آگے کی بجائے پیچھے جانے لگے۔

بیوقوف کنج تمام عالم کے سامنے بیچاری بے خطا کرونا ظاہرہ طور پر اس طرح بے عزتی اور لاپرواہی سے بغیر کچھ کہے چھوڑ کر چلا گیا۔ تھا۔ کیا اُسے اُس وقت شرم نہ آئی تھی۔

ایسی ہی بے عزتی کسی وقت عورت کو تمام شرم کا پردہ چاک کر بازار حسن میں لا بٹھاتی ہے۔ اور پھر انہیں دنیا کی تماشائی ملچائی خونبار نگاہ کی بھی پرواہ نہیں ہوئی۔ خوفناک حریص نظروں کی بارش بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اسی خوفناک بے عزتی کی پھیلی ہوئی۔ یہ تو بتاؤ۔ کہ غم و الم کی مجسم تصویر کرونا کو بہاری کس طریقے سے اور کس حالات میں دیکھنے پائے گا۔ جبکہ روشنی بہت ہی مدہم ہے۔ اب ایسی باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ کرونا جھٹ پٹ بغیر کسی سوال کے اندر چلی گئی۔ اور یوں کہنے لگی۔ جتنی جلدی ہو سکے۔ چل کر ماتا جی کو دیکھ لیں۔ چونکہ اس وقت ان کی پاک روح کو بہت تکلیف مل رہی ہے۔

بہاری اپنی قسمت پر نازاں تھا۔ اور رہ رہ کر مسرت کا

قہقہہ لگا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ شاید بہاری اپنے جامہ سے جھٹ باہر نہ ہو جائے۔ کامیابی کی معمولی چمک نے بہاری اور کرونا کے مدت سے بڑے بھاری دکھوں کے ڈھیر کو آن واحد میں حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔ مگر دوسرے لمحہ میں بہاری نے کرونا کی طرف حسرت بھری نگاہ سے دیکھا۔ جو کہ بڑی بے چینی کی حالت میں نظر آ رہی تھی۔ کرونا کی حالت دیکھ کر بہاری سکتے کے عالم میں آ گیا۔ لیکن بہاری نے بہت جلدی ہی آپ پر قابو پا کر پھر کنج کی حالت کا اندازہ کرنے لگا۔ کہ ہائے بڑے افسوس کا مقام ہے کہ میرے دوست کنج نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے سورگ کو نرک میں تبدیل کر لیا ہے۔ شہر سے شہر خموشاں کا ہم پلہ کر گیا۔ جوں جوں بہاری سوچ رہا تھا۔ ادھر دھواں بھی بیوہ کی سرد آہوں کی طرح بڑھ رہا تھا۔ اور گھر کی تمام چیزوں کو اپنی لپیٹ میں لینے کے درپہ ہو رہا تھا —— بہاری جلدی آؤ ماتا جی.... پُرالم لمحہ میں کہا۔

ماتا جی پرنام۔ بہاری نے لکشمی کی چارپائی کے نزدیک جا کر کہا۔ مگر لکشمی نے کوئی جواب نہ دیا۔ جس کی وجہ سے سب طرف خاموشی طاری ہو گئی۔ لیکن لکشمی جو کہ صبح سے بہاری بہاری پکار رہی تھی۔ اب بیہوش تھی۔ مگر چہرہ اس قدر صاف تھا۔ کہ گلاب کے پھول کی طرح کھلا ہوا تھا۔ پژمردگی نام و نشان کو بھی نہ تھی۔ خوشی و مسرت چہرے پر کھِل رہی تھی۔ —— گوری نے لکشمی کو ہوش میں لاتے ہوئے کہا۔ بہن جی! جس کو صبح سے یاد کر رہی ہو۔ وہ بہاری آپ کے پاس کھڑا ہے۔ اور پرنام کرتا ہے۔

لکشمی نے بہاری کا نام سنتے ہی آنکھیں کھولیں اور ساتھ ہی مادر محبت کے زیر اثر اس نے بہاری کو چھاتی سے لگانے کے لئے ہاتھ بڑھائے۔ گویا کہ لکشمی کے نازک نازک کمزور ہاتھ بہاری کا استقبال کر رہے ہیں۔ اور اپنے دل کے ساتھ لگانے کے لئے سخت بے چین ہو کر تڑپ رہے ہیں۔

ادہر بہاری نے ایک بادہ فاپتر کی حیثیت میں اپنے آپ کو پیش کیا گویا کہ وہ اپنا جیون لکشمی کے چرنوں میں بھینٹ کر رہا تھا۔ لکشمی نے بہاری کو پوری طاقت سے اپنے طنبورکی تاروں کیطرح حرکت کرتے ہوئے سینہ سے لگایا۔ جب ذرا محبت کا جوش کم ہوا۔ تو بہاری نے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔ "ماتا جی۔ بڑے افسوس کا مقام ہے۔ کہ آپ اس قدر بیمار ہیں۔ اور مجھے کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی۔ کاش کہ پتہ لگتا۔ تو فوراً ہی آپ کے چرنوں میں حاضر ہوتا" ——— لکشمی نے گلے کو صاف کرتے ہوئے کہا۔ " بیٹا گو میں نے تجھ کو جنم نہیں دیا۔ مگر دنیا بھر میں تجھ سا پیارا مجھ کو کوئی نہیں ہے۔ میں سچ کہتی ہوں۔ کہ ساری خدائی ایک طرف۔ اور تم اکیلے ایک طرف۔ جب کبھی تم کو دیکھ لیتی ہوں۔ تو اپنے آپ کو بھول جاتی ہوں۔ مگر .... مگر کیا۔ بہاری نے بڑی بے قراری سے دریافت کیا۔ ..... بیٹا بہاری! میں ایک بات کہتی ہوں۔ جس کو تمہیں منظور کرنا ہوگا۔ لکشمی نے آنسوؤں سے دامن تر کرتے ہوئے کہا۔ ...... ماتا جی آپ کو معلوم ہے۔ کہ میں نے آج تک کبھی بھی آپ کے حکم کو نہیں ٹھکرایا۔ اسی طرح آپ بھی یقین رکھو۔ کہ میں آپ کے ہر ایک ادنےٰ سے ادنےٰ حکم کی تعمیل کرنے میں جان تک دے دوں گا۔ بہاری نے حوصلہ

دیتے ہوئے کہا۔ بیٹا بہاری۔ چونکہ آپ کو بہت کام کرنے پڑتے ہیں۔جس کی وجہ سے تھکاوٹ محسوس ہوتی ہے۔ مگر گھر پر کوئی ایسا ساتھی نہیں ہے۔ جو تمہاری خدمت کر سکے۔جس سے تمہیں آرام نصیب ہو۔ اس لئے اب ضرور بالضرور شادی کر لو۔گوری! اب تم کو اس کی شادی کر دینی چاہیئے۔ ذرا دیکھو۔ کہ اس گلاب سا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح کس قدر ٹھنڈا اور صاف ہے۔ اب میں تم کو بہاری بطور امانت کے دیتی ہوں۔گو اس میں شک نہیں ہے۔ کہ میرا سر اس کے احسان سے بہت جھک گیا ہے۔جس کا عوضانہ شاید میں نہ دے سکوں۔مگر اس ایشور ترلوکی ناتھ سے دعا گو ہوں۔ کہ وہ ضرور اس کا بھلا کرے

کرونا کو ایسی باتیں سننے کی کب تاب تھی۔ وہ فوراً باہر آگئی اور ساون کی کالی کالی گھٹا کی طرح رونا شروع کر دیا۔ اتنی روئی کہ اس میں خود کو غرق کر دیا۔ مگر کمرے میں اب تھوڑی دیر کے لئے خوشی نے ڈیرے لگائے۔غم والم کے نشان آنِ واحد میں مٹ گئے۔ ——— خوشی ناچنے لگی۔گوری نے اشارۃً بہاری کو باہر بلایا۔ اور کہا۔ کہ جی جی کی بیماری زوروں پر ہے۔ سانسوں کا کوئی پتہ نہیں ہے۔ اس لئے کنج کو جلدی بلا لاؤ۔

بہاری نے سر تسلیم کیا۔ اور یوں معذرت کی۔کہ مجھے تو اس کی جائے قیام کا پتہ دو۔ تاکہ اس کو تلاش کر کے لے آؤں۔ ورنہ مجبور ہوں۔ تم ہی کہو۔ کہ پھر کس طرح تلاش ہو گی۔

گوری نے جواب دیا۔ ہمت کرنے سے ہر ایک کام بن جاتا ہے ہمت سے کام لو مگر ——— بہاری میں تم کو ایک بڑے بھاری راز سے واقف کرتی ہوں۔ لو تم حوصلہ سے

سنو۔ تم کو شاید معلوم نہیں ہے۔ کہ کنج اور مایا کی بہت بھاری محبت ہے۔ گویا کہ دو جسم اور ایک جان کا سا معاملہ ہے۔ جس کو دیکھ کر کرونا کتنے کی موت مر رہی ہے۔ بہاری یہ سوارتھ کا کام کرو جس طرح سے بھی ہو سکے۔ مایا اور کنج کو ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے الگ کر دو۔ اور کرونا کی زندگی بچا لو۔———"

بہاری الگ دل ہی دل میں کھچڑی پکا رہا تھا۔ کہ میں کنج کو بچانے میں جان تک دے دوں گا۔ اور ہر ممکن طریقہ سے بچاؤں گا۔ مگر افسوس کی بات ہے۔ کہ مجھے کون بچائے گا۔

بہاری"۔ چاچی! تم ہی بھلا بتاؤ۔ میں مایا کو کنج کے پنجہ سے کیونکر آزاد کروا سکتا ہوں۔ آج کل ماں کے بیمار رہنے کی وجہ سے وہ دن بھر گھر پر رہ سکتا ہے۔ مگر مجھے یہ بھروسہ نہیں۔ کہ وہ پھر اس طرف خیال بھی نہ کرے گا"۔

مصیبت کی ماری کرونا بہاری کی آواز سن کر اُن ہی میلے کچیلے کپڑوں میں گھونگھٹ نکالے۔ آہستہ آہستہ ماسی کے پاؤں کے پاس بیٹھ گئی۔ اس کا خیال تھا۔ کہ بہاری ماسی کے ساتھ ساس کے بارے میں کوئی صلاح مشورہ کر رہا ہے۔ جس کے سننے کے لئے وہ بیتاب ہو اٹھی۔ پتی برت کرونا پے درپے رنج و مصیبت میں رہ رہ کر ایسی کٹھور اور پاک نیت ہو چکی تھی۔ جس طرح پرانے زمانے کی "انسویا" وغیرہ لاثانی دیویاں ہو گزری ہیں۔ ان ہی کی طرح یہ بھی اب معمولی عورت نہ تھی۔ بلکہ "ستی" کی مانند ٹھیک پوجنے کے یوگیہ تھی۔ ایک لمبی سانس لے کر بہاری بابو اٹھ بیٹھا۔

بنک میں جا کر اس نے پتہ لگایا۔ کہ آج کل تھوڑے عرصے کا کنج نے اپنا حساب کتاب الہ آباد بنک کے ساتھ بھی شروع کر دیا ہے۔

"خدا جب حسن دیتا ہے۔ نزاکت آہی جاتی ہے۔!"

وہی مایا جیسے گاؤں میں رہتے وقت تن ڈھانپنے کو مکمل کپڑا پہننے کو معمولی جھونپڑی کے سوا اور کچھ میسر ہی نہ تھا۔ آج اپنے ناز و ادا کی بین سے کنج جیسے مستی والے سانپ کو مست کئے پھراتی پھرتی تھی۔

سٹیشن پر پہنچ کر مایا بڑی پھرتی سے ڈیوڑھا درجہ کی زنانہ گاڑی میں جا بیٹھی۔

مایا کا متوالہ سان چڑی ابرو کا شکار کنج کہنے لگا۔ مایا! مایا! یہاں کیوں بیٹھ گئی ہو۔ میں تو تیری خاطر آج اول درجہ کے ٹکٹ لینے چلا تھا۔

مایا۔ مجھے یہاں بیٹھ کر بھی کوئی تکلیف نہیں۔ پھر خواہ مخواہ فضول خرچی کیوں کی جاوے۔

کنج۔ مایا کے الفاظ سن کر گھبرا گیا۔ کیوں کہ وہ مایا کے معقول اخراجات عیش و آرام۔ شوقین طبیعت کو بخوبی جانتا تھا۔ پھر وہ سوچنے لگا۔ میرے گھر میں عیش و عشرت کے سب سامان تھے۔ یا مایا کے منہ سے نکلتے ہی مہیا کئے جاتے تھے۔ جن کے سبب سے مایا نے مجھے اپنا تن بلا حیل و حجت سونپ دیا۔ اور مجھ پر دل و جاں سے فریفتہ ہو گئی۔ اور آج میں اس کے معمولی اشارے پر اپنی تمام پونجی دھن دولت۔ بلا محنت اُسے دے سکتا ہوں۔ تو پھر وہ کیوں شرماتی یا ہچکچاتی ہے۔

جس کنج نے اپنے آپ کو ہر طرح سے اسے سونپ دیا۔ اسی کنج کو مایا خاطر میں نہیں لاتی۔ جب مایا کنج کے گھر پر تھی۔ تب تو ہر وقت بناؤ سنگار ہی کرتی رہتی تھی۔ مگر اب بالکل سادہ جیون گزار رہی

ہے۔ وہ ہر وقت ہنس مکھ، چہرہ خوش طبعہ لالی
ان دنوں یکے بعد دیگرے سنجیدگی اور شانتی میں تبدیل ہوتی جا رہی ہے۔ پتہ نہیں اس کی خوش مزاجی۔ ہنسی دل لگی کی عادت کہاں چلی گئی۔ ہر وقت اداس کم گو سنجیدہ سی صورت بنائے رہتی ہے۔ جس سے خوف و رنج پھوٹ پھوٹ کر نکلتا نظر آتا ہے۔ جس کی وجہ سے کنج کو معمولی بات بھی تیزی سے کہتے ڈر معلوم ہونے لگا۔ لگا ہے بگا ہے۔ وہ سوچتا ایشور ایسی تبدیلی صرف چند دنوں میں واقع ہو جانا خالی از علت نہیں۔

کنج سوچنے لگا۔ مایا نے اتنا پریم کر کے کیوں پھر موری کے کیڑے کی مانند سلوک کر کے مجھے کہیں کا بھی نہیں رہنے دیا۔ جس طرح "دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا" وہی حالت اس وقت میری ہو گئی وہ ہی کرونا جو ساری ساری رات ہاتھ باندھے حکم کی تعمیل کے لئے کھڑی رہنے کو تیار رہتی۔ آج اس سے بھی مجھے بات کرتے خوف محسوس ہوتا ہے۔ پتہ نہیں میرے دل میں خوف کی گھٹا کیوں اس قدر اپنا تسلط جما چکی ہے۔

ڈرتے ڈرتے کنج نے پوچھا۔ کہاں کا ٹکٹ لوں؟

مایا: پچھم کی طرف جانے کا ارادہ ہے۔ جہاں جی چاہے۔ لے چلو۔ اتنا میرا خیال ہے۔ آج صبح جس جگہ سورج طلوع ہو وہاں اتر جانا چاہیئے۔ کنج۔ سرمایہ دار۔ آرام طلب آدمی تھا۔ مصیبت دکھ یا تکلیف کی ایک گھڑی بھی اس کے لئے کاٹنی بہت مشکل تھی کچھ آج کل کے حالات نے اسے بزدل ڈرپوک کر دیا ہوا تھا بات بات پر اسے شک بے اعتباری کا شبہ ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ اسے یہ سفر بالکل ہی پسند نہ تھا۔ ایک تو اس کے آرام میں خلل

پڑتا تھا۔ دوسرے اسے مایا کی ہر بات پر شک تھا۔
"قہرِ درویش" کنج گاڑی پر سوار ہوا۔ مگر اس کا سلسلۂ خیالات سوچتے سوچتے وسیع سے وسیع تر ہو چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے خوف ہوا۔ کہ کہیں مایا درمیانی کسی سٹیشن پر ہی نہ اتر جائے۔
مصیبت کا مارا کنج بھی مایا کے پھیر میں پڑ کر در در کے بھکاری کی مانند ٹھوکریں کھانے لگا۔
مایا کے مارے کنج کا سب سکھ چین ہرن ہو گیا۔ آئے دن کے سفر نے کنج کی طبیعت صحت شکل اور عقل پر کچھ عجیب طرح کا قبضہ کر لیا۔ مایا میں ایک قدرتی وصف تھا۔ کہ وہ ہر ایک سے بہت جلدی میل ملاپ بڑھا لیتی تھی۔ گاڑی میں چڑھنے اترنے والے بھی اس کی اس دست و برد سے خالی نہ رہ سکے۔ یہی سبب تھا۔ کہ وہ بہت تھوڑے عرصے میں ریل پر سوار ہونے اور اترنے والی ہر عورت سے واقفیت پیدا کر لیتی۔ یہاں جانے کی خواہش ہوتی۔ وہاں کے سب حالات دھرم شالیں۔ سرائیں اور راستوں کے علاوہ سیر و تفریح کے مقامات بھی سمجھ لیتی یہی وجہ تھی۔ کہ وہ بلا دریافت سٹیشن دھرم سالہ یا سرائے کا سیدھا قلعی کر کے پہنچ جاتی۔ اور سامان وغیرہ رکھ رکھا کر خود مشہور مشہور مقامات کو دیکھنے چلی جاتی۔ اور ان سب کو دیکھ جھٹ فارغ ہو دوسری جگہ جانے کی تیاری کرنے لگ جاتی۔
کنج اس نت نئے سفر سے گھبرا رہا تھا۔ دوسرے وہ مایا کے ان سفروں سے اپنی بے عزتی بھی سمجھتا تھا۔ مایا بھی دوران سفر میں اس کی پرواہ نہ کرتی تھی۔ بچا رہے کو سوائے ٹکٹ لے

کر دینے کے کوئی سروکار نہ تھا۔ شروع شروع میں تو کچھ عرصہ وہ بھی مایا کے ہمراہ اس کوچہ گردی میں لگا رہا۔ مگر آہستہ آہستہ کنج کو یہ کوچہ گردی عذاب جان محسوس ہونے لگی۔ اس ناقابل برداشت "نہفوز" سے وہ بہت تنگ آگیا۔ آخر کھانا کھانے کے بعد سو جانا اور مایا اکیلی یا اپنے ہم سفروں کے ساتھ دن بھر خستہ خراب ہوتی پھرتی کنج کے دل میں آج تک خیال بھی نہ آیا تھا۔ کہ میں بھی کبھی اس طرح کی گداگری کرتا پھروں گا۔ یا میرے عیش و آرام کدے کے سپنے ہو جائیں گے۔

پھرتے پھراتے ایک دن الہ آباد کے سٹیشن پر دونوں بیٹھ کر گاڑی کا انتظار کر رہے تھے۔ اس درمیان میں جتنی گاڑیاں آتی جا رہی تھیں۔ مایا ان کے مسافروں کو اچھی طرح دیکھ بھال کر اپنے من کے دیوتا کو ڈھونڈھتی پھرتی تھی۔ اس کو نشچے ہو چکا تھا کہ اسی طرح پچھم میں گھومتے گھماتے چاروں طرف دیکھتے دیکھتے ضرور اسے اپنا پریتم نظر آجائے گا۔ اسی امید کے سہارے آج تک پھر رہی تھی۔ اسی امید پر اس نے اس سفر کی مصیبت اختیار کی تھی۔ ورنہ عیش پسند نازک اندام مایا بھلا کیوں در در کی ٹھوکریں کھاتی پھرتی

پھرتے پھرتے مایا کی نظر سٹیشن کے اس شیشہ کے بکس پر پڑی جو ہر سٹیشن پر اس مطلب کے لئے لگا یا ہوتا ہے۔ کہ جس کسی مسافر نے سٹیشن ماسٹر کی معرفت خط وغیرہ منگوانا ہو۔ اس میں پڑا رہتا ہے۔ اور جب مسافر چاہے سٹیشن ماسٹر سے اپنا مطلوبہ خط لے سکتا ہے۔

غرضیکہ مایا بھی اسی بکس کو دیکھنے چلی۔ اس بکس کے لگے

ہوئے خطوط مایا نے ایک سرسری نظر ڈالی۔ وہاں بہاری لال کے نام کا خط دیکھ کر چونک اٹھی۔ اسے یہ خیال تک بھی نہ آیا۔ کہ خدا پیارے بہاری کا ہی ہوگا۔ مگر پھر بھی بہاری کا پورا پتہ جو خط پر تحریر تھا۔ نقل کر لیا۔

کنج ایک بینچ پر غمگین صورت بنائے اپنی کرتوں اور مایا کے حال پر نظر دوڑا رہا تھا۔ کہ مایا نے وہاں آکر کہا

کچھ دن الہ آباد میں رہوں گی۔

مایا ہمیشہ کنج کو اپنی مرضی کے مطابق چلاتی تھی۔ اُسے بالکل کنج کی خواہشات کا خیال تک بھی نہ تھا۔ کہ اسے بھی کوئی اُمنگ یا خواہش ہوگی۔ نہ ہی یہ کنج کو اس کی حسب منشا خوراک ہی دیتی جس سے کنج کو بہت تکلیف ہوتی۔ اور وہ اندر ہی اندر جلنے لگا۔

اِس نت نئے سفر نے کنج کی صحت خراب کردی تھی۔ وہ پہلے ہی سوچ رہا تھا۔ کہ کچھ عرصہ الا آباد میں رہ کر آرام کرنا چاہیئے تاکہ زخمی دل کمزور جسم کچھ دن کے لئے تو وقت بے وقت کی خوراک سے چھوٹ کر باقاعدہ قابلِ سفر ہو جائے۔ جس سے شاید جان بھی بچ جائے۔

کنج۔ چڑھ کر کہنے لگا۔ جب یہاں سے چلے جانے کے لئے سٹیشن پر بھی گئے۔ تو اب واپس لوٹ کر جانا چہ معنی دارد میں تو اب جانا نہیں چاہتا۔

مایا۔ اور میں بھی آگے نہیں جاؤں گی۔ یہیں رہوں گی۔

کنج۔ تو تم یہاں رہو۔ میں جاتا ہوں۔

مایا۔ بہت اچھا۔

یہ کہہ کر قلی کو بلایا اور اسباب اٹھوا کر سٹیشن سے چل دی

کنج مایا کو جاتا دیکھ کر گھبرا سا گیا۔ جب تک مایا نظر آتی رہی وہ بیٹھا رہا۔ مگر اس نے ایک بار بھی پیچھے پھر کر دیکھنا مناسب خیال نہ کیا۔ اور سٹیشن سے باہر نکل گئی۔ جادو اثر مایا کے اس جادو کو بھی پریم پجاری کنج نہ سمجھ سکا۔

مایا دھاری مایا کے سٹیشن سے باہر ہوتے ہی کنج کا رنگ اُڑ گیا۔ اس کے چہرے پر سیاہی سی پھیل گئی۔ اور منہ میں کچھ گنگنانے لگا۔

آخر قلندر کے بندر کی مانند اپنا بھی تمام سامان قلی کے سر پر رکھ کر اسی طرف چل پڑا۔ جس طرف اس کی جادوگرنی مایا گئی تھی۔

باہر آکر دیکھا۔ مایا ایک کرایہ کی گھوڑا گاڑی پر چڑھ رہی ہے۔ کنج نے بلا کچھ کہے چپ چاپ اپنا اسباب گاڑی پر رکھا خود کوچوان کے پاس آ بیٹھا۔ کیونکہ اب وہ گاڑی میں مایا کے ساتھ بیٹھے شرم محسوس کر رہا تھا۔

گاڑی کو چلے پورا ایک گھنٹہ ہو گیا۔ حتےٰ کہ شہر کے باہر کھیتوں میں پہنچ گئے۔ مگر پھر بھی جائے قیام نہ آیا۔ کنج گاڑیبان سے بھی پوچھنے میں شرم خیال کرنے لگا۔ چپ چاپ پتھر کی مورت کیطرح بیٹھا چاروں طرف دیکھتا جاتا تھا۔ جس سے گاڑیبان نے بھی سمجھا کہ اندر بیٹھی عورت ہی مالکن ہے۔ اس لیے اس نے بھی کنج کے ساتھ بات کرنی گوارا نہ کی۔ اس نے باہر آجانے پر بھی نہ پوچھا۔ کہ کہاں جانا ہو گا۔

جمنا گنگا کے سنگھم کے پاس ہی ایک خوبصورت باغ میں جا کر گاڑی کھڑی ہو گئی۔ کنج کو ایسی جگہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔ کہ یہ کس کا باغ ہے۔ اور مایا کو اس باغ کا کیونکر پتہ لگا۔

باغ کے اندر کا مکان بند تھا۔ کئی آوازیں دینے پر ایک بوڑھا براہمن باہر آیا۔ اس سے مایا نے مالک مکان کا پتہ دریافت کیا۔
بوڑھا براہمن۔ اس باغ کے مالک یہاں اکیلے ہی رہتے ہیں۔ آپ لوگ اگر یہاں رہنا چاہتے ہیں۔ تو بلا منظوری میرے مالک کی اس مکان میں نہیں رہ سکتے۔"
مایا نے کنج کی طرف دیکھا۔ جس سے کنج کو بڑی خوشی ہوئی۔ وہ مایا کو کہنے لگا۔ میں مالک سے خود مل کر کرایہ وغیرہ سب طے کر آتا ہوں۔ آپ نے۔ یہیں گاڑی پر بیٹھے رہنا۔ میں اندر جاکر ابھی فیصلہ کر کے آتا ہوں۔
مایا "میں بہت تھک گئی ہوں۔ اب مجھ سے زیادہ پھرا نہیں جاتا۔ تم بلا شک جاکر کرایہ وغیرہ کا فیصلہ کر آؤ۔ میں تب تک یہاں بیٹھی ہوں۔ میں اس تنہائی سے بالکل نہیں گھبراتی"
کنج کے چلے جانے کے بعد مایا نے بوڑھے براہمن سے سوال کرنے شروع کر دئے۔
مایا "آپ براہمن ہیں۔"
بوڑھا۔ کلین براہمن ہوں۔ ——"
مایا۔ "آپ کے کتنے لڑکے بالے ہیں۔ ——"
بوڑھا۔ بیوی کو مرے مدت گزر چکی ہے۔ دو بچے ہوئے تھے وہ بھی اس کے بعد چلتے بنے۔ اب تو میں اکیلے ہی سب دکھ سہنے کے لئے سنسار میں زندہ ہوں"
مایا نے بوڑھے کی بیوی کے مرنے کا حال سن کر بڑا افسوس ظاہر کیا۔ اور کہنے لگی "اس بڑھاپے میں تم اکیلے رہ گئے ہو اور تمہاری خدمت کرنے والا کوئی نہیں"؟

بوڑھا: "ایشور کو جو منظور ہونا ہے۔ اس کے آگے کسی کا کیا چارہ چل سکتا ہے۔ اب تو اسی میں شکر کرتا ہوں۔ کہ وہ اس حالت میں ہی تندرست رکھے۔"

مایا نے باتوں ہی باتوں میں پوچھا: "بہاری بابو بھی یہاں رہتے تھے۔"

بوڑھا: "ہاں کچھ دن ضرور رہے تھے۔ کیا آپ انہیں جانتی ہیں۔"

مایا: "ہاں وہ ہمارے رشتہ دار ہیں۔"

بوڑھے سے باتیں کر کے مایا کو یقین ہو گیا۔ کہ یہ میرا ہی بہاری بابو ہے۔

اتنے میں کنج کرائے وغیرہ کا فیصلہ کر کے پیشگی کرایہ دے کر لوٹ آیا۔ اور آج سے ہی رہنے کی اجازت بھی لے آیا۔
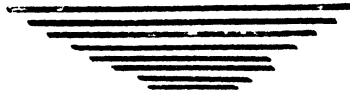
خاموش بہنے والی نرمل جل جمنا اپنی مخصوص چال سے بہی جا رہی ہے۔ ایشور نے سب دریاؤں سے بڑھ کر ایک خاص صفت دی ہے۔ جمنا کو ہمالیہ جیسے بلند ترین پہاڑ کی چوٹی سے برف پگھل پگھل کر پانی کی باریک سی دھارا بناتی ہے۔ جو بعد میں جا کر بے پایاں اتھاہ شانت چت نرمل جل والی جمنا کہلا کر دنیا کا ادھار کرتی ہے۔

پرانے شعرا نے جس خوش بیانی سے جمنا کی تعریف میں سمندر کے سمندر بہا دئیے ہیں۔ وہ لازوال ہیں۔ اس شاعری کی پرزور لہروں میں کئی ایک راگ راگنیاں نکل نکل کر بند کلیوں کو بھی شگفتہ کرتے ہیں۔ اُسی طرح آج جمنا بڑے بڑے پرزور نیراؤں چھوٹے موٹے نالوں کو اپنے میں جذب کر شانتی کا سَن بڑھاتی ہوئی بہتی جا رہی ہے۔

اُسی جمنا کے کنارے کنج شام کو آ بیٹھا۔ اس وقت دل پر چھائی ہوئی پریم کی آگ نے اس کی نگاہوں میں اس کی سانس میں اس کی رگوں میں اس کی بڑی بڑی بیں گہرے رس کا دریا بہا دیا۔ مغرب کی طرف غروب ہوتے ہوئے سورج کی کرنوں کی سنہری میں شور بھری لہروں میں ایک ایسا دل کش نغمہ بجانے

لگی۔ جو پہلے آج تک نہیں سنا تھا
اس وقت کنج کے خیالات ساحرانہ دنیا میں پہنچ گئے۔ اُسے ہر چیز میں آنکھیں بند کئے کئے ہی خیالات کی اڈاریاں لینے لگا۔ برسات کے گھنے بادل آسمان پر چھا چکے ہیں۔ تاریکی چاروں طرف اپنا تسلط جما چکی ہے۔ نیم کے درخت گھنی پتیوں سے لدے ہوئے خوشی میں جھوم رہے ہیں۔ بادل ایک جگہ سے پھٹ گئے۔ نوکرشن پکش کی تیج کے چاند نے اس طرح درشن دئے۔ جیسے کوئی ماہ روی کامنک اپنے شانوں پر پھیلے ہوئے سیاہ بالوں کو شانوں پر ڈال دے۔
وقت کی رو کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ عہد گزشتہ کی تمام تاریخ معدوم ہو گئی۔ صرف آہستہ آہستہ گزرنے والا زمانہ حال جمنا اور جمنا کے کنارے بیچ میں کنج اور مایا کو لے کر دنیا سے الگ ہمیشہ قائم رہنے والا ہو گیا۔
چاندنی رات کے اس خاموشی بہشتی خطہ کی اس پر فضا بہار کو دیکھ کر کنج متوالا ہو گیا۔ وہ یہ بھی نہ سوچ سکا۔ کہ مایا اسے قبول کرے گی۔ یا نہ۔ پھر متوالا کنج مایا کے چکر کو کاٹنے کی خاطر بڑی تیز گامی سے گھر روانہ ہوا تھا۔
سونے کے کمرے میں اس نے جاکر دیکھا۔ کہ پھولوں کی چمک سے کمرہ معطر ہوا جا رہا ہے۔ کھلے دروازہ سے چاندنی بلا اجازت بڑی دریا دلی سے چادر پر پھیل کر اس کی بہار کو دوبالا کر رہی تھی۔ مایا نے باغ سے پھول چن چن کر بہت سے ہار بنائے تھے۔ کئی تو کمرے کی زیبائش کے لئے ارد گرد نہایت قرینے سے لگائے ہوئے تھے۔ اور کچھ ہار بطور زیور

اپنے بدن کے ہر اعلےٰ مقام کا زیب تن کر کے پھولوں کی رانی بنی بیٹھی تھی۔
ہجر کی ستائی جوانی کی امنگوں کا بوجھ لئے پریم رس میں مگن پھول رانی۔ اس چاندی کی چادر کے بستر پہ یاشتیاق پڑی ہوئی گنگنا رہی تھی۔
شوقین مزاج آرام پسند۔ عیش کا دلداد کنج اس نظارے کو دیکھ کر جھوم اُٹھا۔ مسرت آمیز لہجہ میں کہنے لگا۔
"مایا میں جمنا کے کنارے بیٹھا انتظار کر رہا تھا۔ کہ آسمان کے چاند نے کہا۔ کہ تم یہاں بیٹھے فضول وقت کھو رہے ہو تمہاری روح رواں جوبن کی متوالی جوانی میں مست پھول رانی انتظار میں متوالی ہوئی جاتی ہے۔ یہ سنتے ہی مجھے وہاں ٹھہرنے کی ہمت نہ پڑی۔ ایک ہی پروانہ میں حاضر حضور ہو گیا"
یہ کہ کر کنج بستر پر بیٹھنے کی خاطر آگے بڑا۔
مایا چونک پڑی۔ اٹھ بیٹھی۔ اور کہنے لگی" جاؤ۔ جاؤ تم اس بستر کو مت چھوؤ"
تیزی سے چلنے "والی رو" یک دم رک گئی۔ حیرت زدہ کنج کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ کافی دیر تک اس کے کان گونجتے رہے۔ اور مُنہ سے کوئی بات نہ نکل سکی
جلد باز مایا نے سوچ لیا تھا۔ کہ شاید کنج کہنے سے بھی نہ رکے۔ اس لئے وہ فوراً بستر چھوڑ الگ کھڑی ہو گئی تھی۔
کنج" یہ سب سنگار کس کی انتظار میں کر رہی ہو۔؟"
مایا دل پر ہاتھ رکھ کر" جس کی خاطر یہ سنگار کیا گیا ہے۔ وہ پریتم ہر دم میرے دل میں ہی بس رہا ہے"

کنج :۔ "کیا پیاری ؟"

مایا :۔ "ان کا پوتر نام تو اپنی زبان پر نہ لاؤ۔"

کنج :۔ "تو کیا تم اسی لئے مجھ سے چھپ میں لئے پھرتی ہو ؟"

مایا :۔ "ہاں"

کنج :۔ "اس کا پتہ معلوم ہے ۔"

مایا :۔ "معلوم تو نہیں ۔ مگر میں جلد ہی لگا لوں گی ۔"

کنج :۔ "مگر میں تو پتہ ہرگز نہ لگنے دوں گا"

مایا :۔ "پتہ نہ لگنے دینے سے کیا ہو گا ۔ میرے دل میں تو ہر وقت ان کی تصویر نقش حجر کی مانند رہتی ہے ۔ اُسے تم میرے دل سے نہ نکال سکو گے ۔"

یہ کہ کر مایا نے آنکھیں بند کر اپنے پریتم کا دھیان کر لیا ۔

کنج (غضبناک ہو کر) "چھری سے میں اُسے تیرے دل سے بھی نکال سکتا ہوں ۔"

مایا :۔ "ٹھیک تمہارے پریم کی نسبت یہ چھری جلد میرے دل میں داخل ہو سکے گی ۔"

کنج :۔ "مایا ۔ تم مجھ سے کیوں نہیں ڈرتی ہو ۔ اگر چاہوں تو میں تمہیں پل بھر میں کنارے لگا سکتا ہوں ۔ بتا تیرا یہاں کون محافظ ہے ۔"

مایا :۔ "میرے محافظ تم ہی ہو ۔ اپنے سے بڑھ کر تم میری حفاظت کرو گے ۔"

کنج :۔ "میں اتنی متردد ہا ۔ ایسا بچپنہ و شورش اب بھی تمہیں باقی ہے ۔"

مایا :۔ "اگر یہ نہ ہوتا تو میں گھر سے باہر تمہارے ساتھ ایک

قدم بھی باہر نہ نکالتی۔ وہیں اب تک خودکشی کر کے پیوند خاک ہو جاتی۔

کنج:۔ "اس وشواش کی پھانسی میں مجھے پھانس کر کیوں گلی گلی گھسیٹ کر مار رہی ہو۔ تو ہی کیوں نہ مر گئی۔ تم مر جاتی تو کیا ہی اچھا تھا"

مایا۔ "یہ تو تم نے ٹھیک کہا ہے۔ مگر کیا کروں۔ جب تک دل میں بیماری بابو کی آس بنی ہوئی ہے۔ مرنا بہت دشوار نظر آتا ہے"

کنج:۔ "تیرے مرنے کے بعد ہی میری امیدوں کا خاتمہ ہوگا"

بس آج سے بھگوان سے تمہارے مرنے کی پرارتھنا کیا کروں گا۔ پھر تم میری بھی نہ ہوگی۔ اور بہاری کی بھی نہ۔ ایشور کے لئے تم جہاں چاہو جاؤ۔ مجھے اب چھٹی دو۔ میری مصیبت زدہ پریشان بیوی کے مجھے اپنی بیمار ماں کے آنسو بجھانے کے لئے جانے دو۔ کاش کہ تم جلد مر جاؤ۔ تاکہ مجھے ان کے آنسو پونچھنے کا موقعہ مل سکے۔"

اتنا کہہ کر کنج جھٹ سے باہر چلا گیا۔ اور مایا اکیلی موہ جال میں پھنسی ہوئی رہ گئی۔

وہ چپ چاپ کھڑی باہر کی طرف دیکھتی رہی۔ اُسے آسمان پر چھائی ہوئی پورن ماشی کے چاند کی چاندنی بھی ماند پڑی ہوئی نظر آنے لگی۔ اس کی ٹھنڈک اس کا رس نہ معلوم کہاں چلا گیا تھا۔ پتہ نہیں اس وقت تک اسے کنج کو جلا جلا کر کیا مزا آ رہا تھا۔ تو یک دم جاتا رہا۔ کنج کو مایا نے کسی

شوق سے اپنی طرف کھینچا تھا۔ اور کس طرح طوفانی آندھی اس پریم کو جڑ سے اکھاڑ رہی ہے۔ وہ یہ سوچ کر بے چین ہو اٹھی پھر سوچنے لگی۔ باوجود اتنے سچے پریم کے بھی بہاری بابو درشن نہیں دیتے۔ جو ہلچل اس نے مچا رکھی ہے۔ وہ زندگی بھر اُسے لے کر کیا کرے گی۔

آج جن پھولوں کے ہار سے مایا نے اپنے جسم کی زیبائش کی ہوئی تھی۔ ان کے اوپر کنج کی بری نظریں پڑی ہوئی دیکھ کر ان سب کو ایک ایک کر نوچ نوچ کر پھینکنے لگی۔ سوچنے لگی۔ تمام کوششیں فضول ہیں۔ خواہش بے فائدہ۔ زندگی بے رس۔ باغ کی بہار۔ یہ چاندنی یہ دل فریب نظارہ یہ جمنا کے کنارے کا سینتل جل سب فضول اور بے فائدہ ہیں۔ یہ سب ایک نہ رہنے والی چیزیں ہیں۔ مگر جو جہان ہے۔ وہ وہاں ہی ہے۔ دنیا کی کسی چیز میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ جوں ہی سورج طلوع ہوگا۔ سب اپنے چھوٹے سے چھوٹے کام کرنے لگیں گے۔

بہاری بھی اسی طرح اپنے چیلوں کو سبق وغیرہ دیتا ہوگا۔ مگر اسے کبھی میرا خیال تک بھی نہ آیا ہوگا۔

یہ خیال کر کے مایا کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ اس کا دل خون سے تر ہو گیا۔ مگر اس کی قسمت سوئی کی نوک کے برابر بھی فراخ نہ ہو سکی۔ وہ اپنی تمام کوششیں کر کے اپنے پاپی من کو سمجھانے لگی۔

کنج نے تمام رات آنکھوں میں ہی گزار دی۔ صبح ذرا سی آنکھ لگ گئی۔ چونکہ ساری رات تارے گنتے گزر گئی تھی۔ اس لئے

نو بجے کے قریب آنکھ کھلی۔ بیدار ہوتے ہی دلی تکلیفیں خیالات کے چکر بدستور چلنے شروع ہو گئے۔ پتنی برت کرونا کے دکھ کا خیال آیا۔ ماں کی بیماری میں غیر حاضری۔ گھر چھوڑنے کا افسوس طرح طرح کی بے پری سے در در کی خاک چھاننی۔ الغرض سب باتوں کو یکے بعد دیگرے یاد کر کے کنج کا دل بیٹھنے لگا۔

آخر بیتاب ہو کر اس نے کہا۔ "معلوم نہیں میرے دماغ سے یہ خبط کب دور ہو گا بھگوان کا دیا سب کچھ ہوتے ہوئے بھی میں کیوں مایا کے پیچھے پیچھے "کتنے ہڈی کا مزا" لینے کی خاطر مارا مارا پھر رہا ہوں۔

یہ سب سوچ کر اس نے پختہ ارادہ کر لیا۔ خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ میں آج ہی ضرور واپس چلا جاؤں گا۔ مایا جہاں اس کا دل چاہے رہے۔ میں وہیں اُس کے رہنے کا انتظام کر دوں گا۔ میں اس بے سروسامانی سے در در کی بھیک مانگنے سے باز آیا۔

کنج اسی وقت اٹھ کر منہ ہاتھ دھو مایا کو ملنے چلا۔ جا کر دیکھا کہ دروازہ بند ہے۔ دھکا دے کر بلند آواز سے کہنے لگا۔

"ابھی تک سو رہی ہو۔؟"

مایا۔ "نہیں" تم ابھی جاؤ!

کنج۔ میں نے کچھ پرائیویٹ بات کرنی ہے۔ سُن لو۔ میں بہت دیر تک نہ رہوں گا"

مایا" میں اس وقت تمہاری کوئی بات نہیں سننا چاہتی۔ تم اس وقت جاؤ۔ تاکہ اکانت میں میری طبیعت بحال ہو سکے۔

اور کوئی وقت ہوتا۔ تو کنج کو کوئی خیال ہی نہ آتا۔ مگر آج

اس کا دل پہلے ہی مایا سے بہت چڑھ چکا تھا۔ اس لئے اس نے کہا۔ میں اس ذلیل عورت کے سامنے جاکر ہرگز اپنی بے عزتی کروانے کو تیار نہیں ہوں۔ میں آج سے اس کے بندھن سے آزاد ہو جاؤں گا۔

یہ سوچ کر کنج فوراً وہاں سے چلا گیا۔ اور بینک سے روپیہ نکلوا کر ماں اور کرونا کے لئے کچھ تحفے خریدنے چلا گیا۔

کنج کے جانے کے تھوڑے عرصہ بعد مایا کے دروازے کو کسی نے کھٹکایا۔ لیکن بار بار کی اس کھٹ کھٹاہٹ سے تنگ آکر مایا نے زور سے دروازہ کھول کر کہا۔ تم کیوں خواہ مخواہ تنگ ....

بات مکمل ہونے سے پیشتر ہی مایا نے دیکھا۔ تو بہاری کو کھڑے پایا۔

بہاری نے کمرے کے اندر چاروں طرف نظر ڈالی۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ کنج گھر ہے یا نہیں۔ مگر اس نے کنج کی بجائے فرش۔ پلنگ اِدھر اُدھر پھول ہی پھول بکھرے نظر آئے۔ جسے دیکھ کر بہاری کا دل مایا سے دوبارہ بیزار ہو گیا۔ دور رہ کر بہاری مایا کو پاک دامن اور کنج کو گرد آلودہ خیال کئے بیٹھا تھا۔ مگر پھولوں کے بکھرے پن نے اس کے خیالات کا شیرازہ بکھیر دیا۔ اور اس کے خیالات تبدیل ہو گئے۔

پھر بہاری بابو نے زور سے کنج! کنج! کہہ کر پکارا۔

مایا نے آہستہ سے کہا" وہ تو گھر پر نہیں ہیں۔ شہر گئے ہیں یہ سن کر بہاری جانے لگا۔ تب مایا نے کہا" بہاری بابو!

ایشور کے واسطے تھوڑا سا بیٹھ کر میری بات سن لیں۔

بہاری۔ اپنے دل ہی دل میں مندرجہ بالا نظارہ دیکھ کر فیصلہ کر چکا تھا۔ کہ خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ میں یہاں ٹھہر کر کچھ نہ سنوں گا۔ مگر مایا کے انداز گفتگو نے اس کے خیالات بدل دئے۔

مایا نے کہا۔ "اگر تم میری بات سنے بغیر چلے گئے۔ تو زہر کھا کر مر جاؤں گی۔"

بہاری۔" مایا تو کیوں مجھے اپنے ساتھ لپیٹنے کی کوشش کر رہی ہے۔ جو چاہو سو کرو۔ میں نے تو آج تک تیرے کاموں میں دخل نہیں دیا۔"

مایا۔" بہاری یہ مجھے معلوم ہے مگر آپ کیا جانو۔ کہ میں تن من سے آپ کے حکم کی منتظر رہی ہوں۔ اور آج میری بات سنے بغیر ہی ناراض ہو کر چل دئے۔ تم نے خواہ مجھے ٹھکرا دیا۔ مگر میں پھر بھی پاؤں پڑ کر کہتی ہوں۔ کہ میں آپ ....

بہاری۔ (بات کاٹ کر" اب مجھے تم پر یقین کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔"

مایا۔" نہیں۔ آپ کو میری ہر بات پر یقین کرنا ہوگا۔ ذرا بیٹھ کر سب کچھ سن لو۔"

بہاری۔" مایا میرے یقین کرنے کی تم جانے دو۔ مگر تمہاری زندگی تو اب میں تبدیل نہیں کر سکتا۔"

مایا۔ میرا دل گواہی دے رہا ہے۔ کہ آپ کو میرے ان لفظوں سے بہت رنج ہے۔ اور میں خواہ کہیں بھی رہوں۔ مگر آپ میری یاد ضرور کرتے ہیں۔ اس لئے ہی سہی آپ تھوڑا

بیٹھیں"

بہاری:"نہیں میں اب جاتا ہوں"

مایا:"تم جو خیال کئے ہوئے ہو۔ وہ بات نہیں ہے۔ اس مکان میں مجھ سے کوئی بات نہیں ہوئی۔ چونکہ تم اس کمرے میں ایک دن سوئے تھے۔ اس لئے یہ سب ٹھاٹھ تمہارے لئے رکھا پڑا ہے۔ یہ سب پھول وغیرہ بھی آپ کی پوجا کی خاطر اکٹھے کئے گئے تھے۔ اس لئے آج تمہیں ضرور اس کمرے میں بیٹھنا ہوگا"

یہ سن کر بہاری کمرے میں چلا گیا۔ مایا نے اسے بڑے آدر سنکار سے پلنگ پر بٹھایا۔ اور خود اس کے پاؤں کے پاس زمین پر بیٹھ گئی۔

اس نظارے کی تاب نہ لاکر بہاری اٹھنے لگا۔

مایا:"آپ کو میری قسم اگر آپ یہاں سے اٹھیں۔ کیا میں تمہارے پاؤں کے پاس بھی بیٹھنے کے قابل نہیں ہوں۔ آپ نے از راہ مہربانی یہ جگہ عطا کی تھی۔ اس لئے خواہ آپ کہیں رہیں مگر یہ جگہ اب میری ہی ہے"

یہ کہ کر مایا چپ ہو گئی۔ پھر یکایک کہنے لگی"آپ نے ابھی تک کچھ کھایا بھی ہے یا نہیں"

بہاری۔ "اسٹیشن سے کھا آیا ہوں"

مایا:"میں نے جو خط گاؤں سے لکھا تھا۔ آپ نے بغیر کھولے کنج کے ہاتھ واپس کیوں کر دیا۔

بہاری:"میں نے تو کوئی خط پایا ہی نہیں۔ جس دن میں تمہیں ملا تھا۔ دوسرے دن کنج ملا۔ پھر میں پچھم دشا کی طرف

گھومنے چلا آیا تھا۔ مجھے تو کچھ پتہ نہیں۔"

مایا۔ "بس میں اصلیت سمجھ چکی ہوں۔ اس لئے تمام باتیں سناتی ہوں۔ خواہ یقین کرو۔ یا نہ کرو۔ میں دوش نہ دوں گی۔"

بہاری کا دل ان باتوں سے نرم ہو گیا۔ وہ کہنے لگا "میں تم سے نفرت نہیں کرتا۔ ہر بات پر یقین کر دوں گا۔"

مایا کے آنسو بہنے لگے۔ اس نے بہاری کے پاؤں کی خاک ماتھے پر لگائی۔ اور کہنے لگی۔ "میں اس دن کے بعد جو کچھ ہوا ہے سب کچھ کہوں گی۔ میں نے آپ کی محبت کے زیر اثر تمہاری سزا قید تنہائی بھی منظور کی۔ مگر ایشور کو یہ منظور نہ تھا۔ وہ ہی باپ مجھے وہاں رہنے سے بھی روکنے لگا۔ کنج میرے گاؤں پہنچ کر بد نام کرنے لگا۔ اس سے مجھے وہاں رکنا دوبھر ہو گیا پھر میں کنج کے ساتھ تمہاری تلاش کو نکلی۔ اس دن سے آج تک ایک یہی ہے۔ آپ کے نام کی مالا جپ رہی ہوں۔"

بہاری چپ چاپ بیٹھا سوچتا رہا تھا۔ کہ کنج آ گیا۔ بہاری بابو کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ سوچنے لگا۔ یہ ملاپ خط کے ذریعے ہوا ہے۔

کنج سوچنے لگا۔ ابھی تک تو بہاری سے تعلق تھا۔ مگر اب وہ خود ہی ملنے آیا ہے۔ تو پھر مایا کیسے روک سکے گی۔ رقابت کی آگ میں جل کر کہنے لگا۔ میں خواہ مایا کو چھوڑ دوں۔ مگر یہ دوسرے کے پاس ہرگز نہیں رہ سکتی۔ غصہ میں زور سے کہ اٹھا "مایا کیا اب میری جگہ بہاری بابو سے ـــ "

مایا۔ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ مگر اس بے عزتی کا جواب ایسا اس سے یک یا کنج کو پھر دیکھا۔

بہاری پلنگ سے اٹھا۔ اور کڑک کر کہنے لگا" کنج مایا کی بے عزتی نہ کرو۔ تم جو چاہو۔ مجھے کہو۔ اسے کہنے کا تمہیں حق نہیں"

کنج" اس تھوڑے عرصے میں حقدار بھی ہو گئے۔ اچھا تو آج سے آپ کا نام مایا بہاری رکھتا ہوں"

بہاری" میں مایا سے شادی کروں گا۔ اس لئے میں کہتا ہوں۔ کہ سنبھل کر بات کرو"

کنج۔ یہ سن کر حیران و ششدر رہ گیا۔ مایا بھی چونک پڑی۔ اس کا خون جوش کھانے لگا۔

بہاری" تمہیں ایک خبر اور بھی سناؤں۔ سنو۔ تمہاری ماں بستر مرگ پر پڑی ہے۔ اس کی اب کوئی امید نہیں۔ اس لئے میں آج ہی رات کی گاڑی جاؤں گا۔ اور مایا بھی میرے ساتھ چلے گی۔

کنج کوئی بات نہ کہہ کر چپ چاپ چلا گیا۔

مایا" بہاری بابو! جو بات آپ نے ابھی ابھی کہی ہے۔ وہ تمہارے منہ سے کیسے نکلی۔ کیا ہنسی کر رہے ہو۔؟"

بہاری" نہیں میں سچ کہہ رہا ہوں۔ کہ میں ضرور شادی کروں گا۔ کیونکہ میں تمہیں چاہتا ہوں"

مایا" نہ نہ ایسی بات نہ کہیں۔ میں بیوہ ہوں۔ حقیر ہوں۔ تمام سماج میں شور اٹھ سکے گا۔ یہ میں نہ ہونے دوں گی"

بہاری" کیا تم مجھے چھوڑ جاؤ گی۔؟"

مایا" چھوڑنے کا میرا مطلب نہیں۔ مجھے معلوم ہے۔ آپ پوشیدہ رہ رہ کر کئی کام کرتے پھرتے ہو۔ انہیں میں سے مجھے کچھ سونپ دینا اور داسی سمجھ کر کام لینا۔ مگر میں شادی کر کے تمہیں کلنک نہ ہونے دوں گی"

بہاری" مگر میں تو تمہیں پیار کرتا ہوں"
یہ سن کر مایا نے بہاری کے پاؤں کا انگوٹھا چوم لیا۔ اور کہنے لگی دوسرے جنم میں آپ کو ملنے کی تپسیا کروں گی۔ اس جنم میں اب کوئی اُمید نہیں۔
بہاری سنجیدگی سے چپ چاپ بیٹھا رہا
مایا" تم مجھ سے شادی کر کے سکھی نہ رہ سکو گے۔ تمہاری شان جاتی رہے گی۔ سماج میں بے عزتی کے کارن سر نہ اٹھا سکو گے۔ اس لئے میں چاہتی ہوں۔ تم آزاد ہی رہ کر خوش رہو۔ میں آپ کی سیوا کرتی رہوں گی"

باب ۱۶

کنج گھر پہنچ کر جون ہی ماں کے کمرے میں جانے لگا۔ کہ کرونا باہر آ کر کہنے لگی" ابھی آپ اندر نہ جائیں"
کنج" کیوں؟"
کرونا" ڈاکٹر نے کہا ہے۔ کمزوری زیادہ ہونے کی وجہ سے اتفاقیہ سکھ دکھ کا دھکا نہ لگ جائے۔ ورنہ خیر نہ ہوگی"
کنج" میں آہستہ آہستہ جا کر بغیر بولے دیکھ آتا ہوں"
کرونا" وہ تو معمولی آہٹ سے بھی چونک اٹھتی ہیں۔ پھر تمہاری آہٹ پا کر بھلا کس طرح چپ رہ سکتی ہیں"
کنج" تم اب کیا چاہتی ہو"

کرونا" یعنی بہاری بابو ایک بار دیکھ لیں۔ پھر ان کی صلاح پر عمل درآمد کروں گی"

اتنا ہی کہنے پائی تھی۔ کہ بہاری بابو آ گئے۔

بہاری "بہو تم نے مجھے بلایا ہے۔ ماں کا کیا حال ہے۔؟"

کرونا۔ ماں رہ رہ کر چونک اٹھتی ہے۔ اور ہر وقت تمہیں یاد کرتی ہے۔ یہ سن کر بہاری کمرے میں چلا گیا۔ تو لکشمی نے آہستہ سے کہا۔

"تم اپنا کام کر آئے ہو۔؟"

بہاری "ہاں ماں کام ہو گیا ہے۔ اب کوئی فکر نہیں"

لکشمی بہاری کی گفتگو کا مفہوم سمجھ گئی تھی۔ کہ بہاری کنج کو ساتھ ہی لئے آیا ہے۔ مگر پھر بھی اس نے پوچھنا جائز نہ سمجھا۔

بہاری۔ ماں کنج باہر کھڑا ہے۔ مگر تمہارے بلائے بنا اندر نہ آئے گا

لکشمی نے کچھ نہ کہکر دروازے کی طرف نگاہ کی۔ تو بہاری نے کنج کو پکار کر کہا۔ اندر آ جاؤ۔

کنج۔ آہستہ آہستہ اندر داخل ہوا۔ مگر ماں سے نظر نہ ملا کر پاؤں پر سر رکھ بیٹھ گیا۔

کچھ دیر کے بعد گوری نے کہا "جی جی جب تک آپ کنج کو نہ اٹھائیں گی۔ وہ پڑا رہے گا"

لکشمی (آنکھوں میں آنسو بھر کر) کنج اٹھو!

کنج۔ روتے ہوئے گڑگڑا کر ماں! میں نے تمہیں بہت دکھ دیا ہے اب معاف فرمائیں"

لکشمی۔ کنج "تمہیں معاف کئے بغیر تو میں نہ رہوں گی۔ بہو کہاں گئی ہے۔!"

جلدی سے اٹھ کر گوری کرونا کو اندر سے بلا لائی۔ اور کنج کے پاس

ہی کھڑی کر کے کہا۔ آج میں ایک بار تم دونوں کو اکٹھے دیکھ لوں بہو! تم شرم نہ کرو۔ تمہیں اکٹھے دیکھ کر میں خوش ہوتی ہوں تب کرونا آہستہ سے آکر کنج کے پاس بیٹھ گئی۔

لکشمی نے کرونا کا ہاتھ پکڑ کر کنج کے ہاتھ سونپ دیا۔ اور کہنے لگی۔ کنج! تو ایسی سوشیل آگیا کارنار کو اور کہیں نہ پا سکے گا۔ گوری دعا کرو۔ ایشور سب کو خوش رکھے۔

کرونا۔ کھانا وغیرہ کھا کر لکشمی کے پاس چلی آئی

لکشمی: "بہو! کنج کا بستر لگا ہوا ہے۔ جاؤ اس کے پاس رہو وہ اکیلا ہے"

کرونا۔ شرم میں گڑ گئی۔ اور آہستہ آہستہ کمرہ سے باہر نکلی۔ تب گوری اور بہاری لکشمی کے پاس رہ گئے

تو لکشمی کہنے لگی "بہاری سچ سچ کہنا۔ مایا کا کیا حشر ہوا ہے۔ اور وہ اس وقت کہاں ہے۔؟"

بہاری: "کلکتہ میں ہی ہے۔ اس کے لئے تم کوئی فکر نہ کرو۔ اس کا سب ٹھیک ہو جائے گا"

لکشمی: "خواہ اسی کے کانٹے میرے آگے بوئے ہوئے ہیں۔ مگر میں پھر بھی اسے پیار کرتی ہوں"

بہاری: "ماں اس کا بھی یہی حال ہے۔ خدمت کرنے کو تو وہ اب بھی حاضر ہے"

لکشمی: ٹھنڈی سانس لے کر "کنج کرونا تو سونے چلی گئی ہے۔ اگر اب آجائے تو کیا حرج ہے"

بہاری: "وہ تو کبھی کی آئی ہوئی ہے۔ مگر باہر ڈیوڑھی میں بیٹھی ہے۔ ابھی تک اس نے کچھ کھایا پیا بھی نہیں۔ اس نے عہد کیا ہے کہ

جب تک تم اسے معاف نہ کرو گی۔ وہ کچھ نہ کھائے گی۔"
لکشمی "اسے فوراً بلاؤ"
مایا۔ آہستہ آہستہ اندر آ گئی۔ اسے دیکھتے ہی لکشمی نے کہا "بہو تم نے یہ کیا کیا۔ جو آج دن بھر کھانا بھی نہیں کھایا۔ پہلے کھاؤ تو پھر بات چیت کروں گی۔"
مایا لکشمی کے پاؤں پکڑ کر کہنے لگی "اس پاپن کو معاف کر دو۔ پھر کھا لوں گی۔"
لکشمی "معاف کیا۔ مجھے تو کسی پر بھی غصہ نہیں۔ اور مایا کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ بہو تجھ سے کسی کا برا نہ ہو۔ اور تو بھی اچھی طرح سے رہ۔"
مایا "بوا آپ کا اشیرباد سچا ہوگا۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں۔ مجھ سے اس گھر کی برائی نہ ہو سکے گی۔"
کرونا رات بھر لکشمی کے پاس نہ آ سکی۔ اس لئے صبح صبح ہی اٹھ کر آ گئی۔ کمرے کے دروازے پر آ کر حیران رہ گئی۔ سوچنے لگی۔ سوئی ہوں یا جاگتی۔ آنکھیں مل مل کر دیکھنے لگی۔
مایا۔ پانی گرم کر رہی تھی۔ کیونکہ بہاری ساری رات جاگتا رہا تھا اس کے لئے چائے بنانے لگی۔
کرونا کو دیکھ کر مایا اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور کہنے لگی کرونا! میں بڑی قصوروار ہوں۔ آج تیرے ہی زیر سایہ ہر بات سننے کو حاضر ہوئی ہوں اگر تم مجھے رکھنا چاہو۔ تو رہ سکتی ہوں۔ ورنہ فوراً یہاں سے چلی جاؤں گی۔"
کرونا نے کوئی جواب نہ دیا۔
مایا۔ اب تم مجھ سے بالکل نہ ڈرنا۔ نہ ہی میرے برخلاف سوچنا۔ جب تک۔ بوا جی بیمار ہیں۔ مجھے ان کی خدمت کرنے کی اجازت دے دو

بعد میں چلی جاؤں گی ۔

کرونا ۔ چپ چاپ سوچتی رہی ۔ یہ بس کی بیل کہیں اور ہی نیا رنگ نہ دکھائے ۔ شنکر شنکر کرکے زہر کی پڑیا باہر پھینکی تھی ۔ یہ پھر آموجود ہوئی ۔ ایشور ہی خیر کرے ۔۔۔۔۔۔۔

کرونا یہ سوچتی ہوئی کمرہ کے اندر گئی ۔ اور نہایت ہی نرم آواز سے کہنے لگی "ماسی ! تم رات بھر جاگتی رہی ہو ۔ اب جاکر سو جاؤ ۔"

گوری نے کرونا کو نظر بھر کر ایک بار دیکھا ۔ پھر وہ اسے اپنے گھر لے گئی ۔ اور کہا ۔ کرونا اگر تو گرہست کا سکھ چاہتی ہے ۔ تو اپنے دل سے گزشتہ سب باتوں کو نکال دے ۔ ہر ایک بات کو بھلا کر سکھ اور چین کی زندگی بسر کر ۔ دوسرے کے دوش کو اپنے دل میں جگہ دینا اپنے آگے کانٹے بونا ہے ۔

کرونا "ماسی ۔ میں تو بھول جانے کی بہت کوشش کرتی ہوں ۔ مگر کیا کروں دل نہیں بھولتا ۔"

گوری "کرونا تم نے سچ کہا ہے ۔ کہنے سے کر دکھانا بہت مشکل ہے ۔ پھر بھی میں تمہیں نصیحت کرتی ہوں ۔ کہ کم از کم تمہارے ظاہرا سلوک سے کسی قسم کی ناراضگی ظاہر نہ ہونے پائے ۔ کرونا اگر تو ایسا کرنے کے قابل ہو جائے گی ۔ تو سمجھ لینا پھر تمہیں دوسروں پر بھی جتانے کا موقع مل سکے گا ۔ اور اگر تو ہر وقت ہی چڑچڑانی رہی ۔ تو کبھی کچھ حاصل نہ ہوگا ۔ اس لئے تو مایا سے ایسا سلوک کر کہ وہ یہ سمجھے اسے کوئی خیال بھی نہیں ۔ اب اس سے کسی قسم کی خرابی کی امید نہ رکھو ۔"

کرونا "اچھا ماسی پھر مجھے کیا کرنا ہے ؟"

گوری "دوران تیمارداری میں کنج کے ساتھ مایا کا ذکر ضرور

ہوگا۔ اس وقت مجھے معلوم ہے۔ تیرے دل پر چھری پھر جائے گی۔ اس وقت تم کسی کے بھاؤ دیکھنے کی کوشش نہ کرنا۔ خواہ دل پھٹ بھی جائے۔ تمہیں ساکت ہی رہنا ہوگا۔ تاکہ کنج کو اچھی طرح روشن ہو جائے۔ کہ اس کے پچھلے قصوروں کا کوئی رنج نہیں ہے۔ تیرے دل میں خوف۔ فکر۔ شک کچھ بھی نہیں۔ تاکہ وہ خود بخود ہی نادم ہو کر تیرے احسان کا گرویدہ بن جائے۔ اور آج سے میرے ان الفاظ کو یاد رکھنا۔ دم بھر کے لئے ....

بات پوری بھی نہ ہونے پائی تھی۔ کہ کنج آگیا۔ جسے دیکھتے ہی کرونا کے دل پر دھکا سا لگا۔ مگر سنبھل کر کہنے لگی۔ آپ اتنے سویرے کیوں اُٹھ آئے ہیں۔

مایا کے روبرو کرونا کی ایسی گفتگو سن کر کنج کے دل سے بڑا بھاری بوجھ اٹھ گیا۔ اس نے مسرت آمیز لہجہ میں کہا "اب ماں کی طبیعت کیسی ہے۔؟"

کرونا "وہ تو ابھی سو رہی ہیں۔ کئی دن کے بعد آج رات بھر سوئی ہیں۔"

کنج۔ (مطمئن ہوکر) "چاچی جی کہاں ہیں"

گوری۔ نہا دھوکر پوجا کرنے جا رہی تھی۔ مگر کنج کی آواز سن کر کہنے لگی۔ آ کنج آ

کنج۔ (ہنستے کرکے) "چاچی جی میں پاپی ہوں۔ مجھے آپ کے پاس آتے شرم محسوس ہوتی ہے"

گوری "بیٹا ایسا نہ کہو۔ لڑکے کیچڑ میں لت پت ہوکر بھی ماں کی گود میں بیٹھ جاتے ہیں"

کنج "چاچی میرے دامن سے یہ کیچڑ اب کیونکر دھلے گا"

گوری: "تمہیں اپنے اوچھے پن کا گھمنڈ تھا جو ایشور کو ناپسند تھا اس نے اس پاپ کی آندھی سے تیرا سب غرور خاک میں ملا دیا۔ اور تو کوئی نقصان نہیں ہوا۔"
اتنے میں بہاری آ گیا۔
کنج کو دیکھ کر بہاری نے کہا "شاید تم نے اپنی زندگی میں پہلا ہی سورج دیکھا ہے۔"
"ہاں بہاری میری زندگی کا یہ پہلا ہی سورج ہے۔ جو میں دیکھ رہا ہوں۔ شاید آپ نے چاچی سے کوئی بات چیت کرنی ہو اس لئے میں جاتا ہوں۔"
بہاری: "میرا خیال بابا سے شادی کرنے کا تھا۔ اس کے متعلق صلاح مشورہ کرنے آیا تھا۔"
گوری (حیران ہو کر) "بہاری یہ کیا کہا ہے۔ کیا وہ ایسا کرنے کو تیار ہے۔؟"
کنج: "چاچی وہ کیوں نہ راضی ہو گی۔ وہ تو بہاری پر پورا پورا بھروسہ رکھتی ہے۔ دل ہی دل میں ان کا پوجن کرتی رہتی ہے۔"
بہاری: "کنج میں نے تو بابا سے شادی کر لینے کا وچار کیا تھا۔ مگر اس نے شرم سے انکار کر دیا ہے۔"
یہ سن کر کنج چپ ہو گیا۔
لکشمی کے دو تین دن اسی حالت میں گزر گئے۔ ایک دن صبح اس کے چہرے سے خوب بشاشت چمکنے لگی۔ ادھر اس کا مرض بھی کم ہو گیا۔ اس نے کنج کو بلا کر کہا۔ بس وقت قریب آ پہنچا ہے۔ تو ہی میری آخری نشانی ہے۔ تجھے میں نے اپنی چھاتیوں کا دودھ پلایا ہے۔ میں نے تجھے پیار سے پالا ہوا ہے۔ اس لئے میں آن ...

بلائیں لے کر جاتی ہوں۔ اسی میں مجھے بڑا آنند ہے۔ یہ کہ کر اس نے کنج کے چہرے اور بدن پر اپنا ہاتھ پھیرا۔
کنج کی آنکھوں سے پانی کا سیلاب بہ نکلا۔
لکشمی "کنج نہ رو۔ یہ چابی بہو کو دے دینا۔ گرہست کا سب سامان موجود ہے۔ مگر میرے سونے سے پیشتر کسی کو نہ بتانا۔ میرے بکس میں دو ہزار کے نوٹ ہیں۔ وہ میں مایا کو دیتی ہوں۔ وہ بیوہ ہے۔ اس پر اپنا گزارہ کرتی رہے گی۔ کنج اسے اپنے گھر میں نہ رکھنا۔ میری اس نصیحت کو نہ بھولنا
پھر لکشمی نے بہاری کو بلایا "بیٹا بہاری! کل کنج نے کہا تھا۔ کہ تو نے غریبوں کے لئے ایک باغ لیا ہے۔ میری شادی کے بعد سسر جی نے مجھے ایک گاؤں دیا تھا۔ وہ گاؤں میں آج تمہیں دیتی ہوں۔ اس سے میرے سسر کی روح کو شانتی ہوگی۔
تھوڑے عرصے کے بعد لکشمی چل بسی۔ اس کا کریا کرم ہو جانے کے بعد کنج نے کہا۔ بھائی بہاری مجھے بھی ڈاکٹری آتی ہے۔ اور تم نے جو کام شروع کیا ہے۔ اس میں مجھے بھی ملا لو۔ ہم سب اکٹھے وہیں رہیں گے۔
بہاری "کنج اس وقت ویراگ کی ترنگ میں کچھ اور نہ کر بیٹھنا یہ کام تم سے ہمیشہ ہونے کا نہیں؟"
کنج "میری طبیعت کچھ سست سی رہتی ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ اس کو کسی کام کاج میں لگا کر طبیعت کو بہلا لوں۔ ورنہ یہ مجھے کہیں اور نہ لے جائے۔"
آخر گوری کے رخصت ہونے کا وقت آگیا۔ بہاری اور گوری بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ کہ مایا نے آکر کہا۔

"چاچی جی ۔ کیا میں یہاں تھوڑے عرصے کے لئے بیٹھ سکتی ہوں"
گوری ۔ محبت کے ساتھ بلا کر" آؤ بیٹی آؤ! بیٹھو کیوں نہ!"
مایا کو بٹھا کر گوری بستر اٹھانے کے بہانے برآمدے میں
چلی گئی ۔
تب مایا نے بہاری سے کہا" اب میرے لئے آپ کا کیا حکم
ہے ۔ ؟"
بہاری" تم ہی بتاؤ کیا کرنا چاہتی ہو ۔ ؟"
مایا" تم نے جو گنگا کنارے باغ لیا ہے ۔ میں وہاں رہ
کر تمہارا کوئی کام کرنا چاہتی ہوں"
بہاری" میں نے سب سوچا ہے ۔ اب تک جو کچھ ہو چکا
ہے ۔ اس کے تمام جوش کو ٹھنڈا کئے بغیر ہم لوگ زندگی کا
خاتمہ کرنے کو تیار نہ ہو سکیں گے ۔ اگر ہمارا ماضی زمانہ موافق
ہوتا ۔ تو دنیا میں صرف ایک تمہارے ساتھ ہی رہ کر میری
زندگی کی آرزوئیں پوری ہو سکتی ہیں ۔ لیکن اب مجھے تم سے
الگ ہی رہنا ہوگا ۔ اب مجھے سکھ کی کوشش کرنا بے فائدہ ہے
اس وقت صرف زندگی کے ٹوٹے پھوٹے حصے کی مرمت ہو سکتی
ہے"
اس وقت گوری کے اندر آنے پر مایا نے کہا" ماں! میرا اس
دنیا میں کوئی نہیں ۔ تمہیں ضرور اپنے چرنوں میں جگہ دینی ہوگی
اس پاپن کو اب دور کر دھکیلنا ۔
گوری" بیٹی میرے ساتھ ہی چلو"
مایا گوری کے ساتھ کاشی جانے کی تیار کرنے لگی ۔
بہاری نے کہا" مایا! میں تمہاری کوئی نشانی اپنے پاس رکھنا

رکھنا چاہتا ہوں۔

مایا۔ میرے پاس کیا ہے؟ جو تمہیں بطور یادگار دے سکتی ہوں

بہاری۔ جھجکتے ہوئے۔ انگریزوں میں رواج ہے۔ کہ وہ اپنے پیار کرنے والے کو اپنے بال کاٹ کر بطور یادگار دیتے ہیں۔ اگر تم......

مایا۔" افسوس کیسی نفرت کی بات ہے۔ کہ میں ناپاک بال دوں۔ نہ ہی میں اس بے جان چیز کو اس قابل سمجھتی ہوں۔ میں ابھاگن تمہارے کسی کام نہ آسکی۔ اس لئے میں تمہیں کچھ ایسی چیز دینا چاہتی ہوں۔ جو میرا ہوکر تمہارا حکم مانے۔ بتاؤ لوگے؟"

بہاری "ہاں لوں گا"

مایا نے فوراً آنچل سے دو ہزار کے نوٹ کھول کر بہاری کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔

بہاری ہکا بکا ہوکر مایا کی طرف دیکھنے لگا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں تمہیں کچھ بھی نہ دے سکوں گا۔

مایا۔ میرے پاس آپ کی بڑی پکی نشانی موجود ہے۔ میں اور کچھ لے کر کیا کروں گی۔ یہ کہ کر اس نے کہنی کی چوٹ کا نشان دکھا دیا۔

بہاری حیران رہ گیا۔

مایا" آپ نہیں جانتے۔ یہ چوٹ تمہاری ہی لگائی ہوئی ہے۔ جسے تم واپس بھی نہیں لے سکتے"

آج ماسی کے ساتھ ہی مایا کی تیاری دیکھ کر کرونا کا کٹھور سنا یا ہوا دل بھی پانی پانی ہو گیا۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مایا

کے ساتھ اُس کے تمام بغض کافور ہو گئے۔ ایک وقت اُس نے بھی مایا سے پیار کیا تھا۔ وہ ہی پیار آج اس کے دل میں پیدا ہو گیا۔ اس نے مایا کے پاس آکر بڑی محبت اور خلوص کے ساتھ رقت آمیز لہجہ میں کہا ''جی جی'' تم کیوں چلیں۔ کچھ اور رہتی''

مایا۔ کرونا کی ٹھوڑی پکڑ کر محبت سے بہن کیا کروں۔ میرے جانے کا وقت آ گیا ہے۔ کبھی وقت تھا۔ تم نے مجھے پیار کیا تھا۔ اس لئے سکھ کے دنوں میں اس پیار کا کچھ حصہ میرے لئے بھی رکھ لینا۔ اور باقی سب کچھ دل سے بھول جانا۔

کنج ''بڑی بہو! معاف کرنا'' یہ کہتے کہتے آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔

مایا ''کنج بابو تم نے بھی مجھے معاف کرنا۔ میں ایشور سے دُعا کرتی ہوں۔ کہ تم سب لوگ ہمیشہ خوش و خرم رہ کر بڑھو پھُولو وہ میرے جیون کی سندھیا تھی۔ اور یہ میرے جیون کی پربھات ہے۔ بھگوان اپنے لطف و کرم سے اسے منور اور روشن کریں۔

اوم شانتی! شانتی!! شانتی!!!

مصنفہ۔ ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور

دنیائے ادب کے باکمال شاعر ٹیگور کا ماسٹر پیس ایک عجیب و غریب کہانی۔ جو قریب قریب دنیا کی تمام زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے۔

زمانہ کی سرد مہری عشق اور فرض کا تصادم

قیمت۔ مجلد عہ

پتہ:۔ بھارت پستک بھنڈار کٹڑہ آہلو والیہ امرتسر

از ۔ ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور

ڈاکٹر ٹیگور کے پُرسحر معیاری افسانوں کا دل کش مجموعہ ۔ جو اُن کا بہترین ادبی کارنامہ کہے جانے کا مستحق ہے ۔ ہر ایک افسانہ میں اس قدر کشش اور دلفریبی ہے ۔ کہ آپ پر وجد طاری ہو جائے گا ۔

ان افسانوں میں ادب اور زندگی دونوں عناصر شامل ہیں ۔ .... قیمت مجلد عـہ